مناقب

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مُصنّف

شیخ القرآن خطیب پاکستان جانشین امام خطابت حضرت علامہ

مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف

مناقب
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مصنف
شیخ القرآن خطیب پاکستان جانشین امام خطابت حضرت علامہ
مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف
شبیر برادرز
بیسمنٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون: 042-37246006

مناقب
صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

باہتمام ملک شبیر حسین

سن اشاعت فروری 2013ء / ربیع الاول 1434ھ

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ ورڈ میکر

سرورق اے ایف ایس ایڈورٹائزرز

قیمت -/260 روپے

شبیر برادرز

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی صحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ
ثُمَّ الرِّضٰی عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ
وَعَنْ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمٖ

نذرانہ عقیدت

ناچیز: اس حقیر سے نذرانہ عقیدت کو انہیں یارانِ نبی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے وسیلہ جلیلہ سے ان کے اور اپنے آقا و مولیٰ تاجدار انبیاء سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین راحۃ العاشقین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ بے کس پناہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اس عقیدہ وایمان کے ساتھ کہ

"ان کے اصحاب کے وسیلہ جلیلہ سے جو تحفہ اس بارگاہ عالیہ مقدسہ منورہ میں پیش کیا جائے وہ یقیناً یقیناً شرف قبولیت پا جاتا ہے۔"

انشاءاللہ العزیز یہ تذکرہ مبارکہ بروز محشر اور اس سے قبل وقت نزع، قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں میری عافیت ونجات کا سبب اور قبر وحشر کا نور ثابت ہوگا۔

گدائے اصحاب رسول

(رضوان اللہ علیہم اجمعین وصلی اللہ علیہ وسلم)

محمد مقبول احمد سرور

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت علیہ الرحمت

(المعروف سمندری والے) فیصل آباد

موبائل:03006664824

دردمندانہ اپیل

قارئین کرام سے عاجزانہ منکسرانہ دردمندانہ اپیل ہے کہ جو حضرات اس تذکرہ منورہ مبارک سے مستفید و مستفیض ہوں وہ فقیر کے والد گرامی امام خطابت شیخ المشائخ حضرت علامہ پیر ابو المقبول مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (المعروف سمندری والے) خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینیہ علی پور سیداں شریف اور فقیر کے جد امجد عاشق قرآن حضرت بابا جی اکبر علی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی حضرت امام خطابت اور فقیر کے جملہ وابستگان اعزاء و اقرباء جو دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں سب کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا فرماتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

احقر العباد

محمد مقبول احمد سرور

فرید چوک نواز پارک نزد کلیم شہید پارک

نزد نزد والا روڈ فیصل آباد

حرف اوّل

ایک طویل عرصہ سے محترم جناب شبیر ملک صاحب (مالک شبیر برادرز لاہور) فقیر کو ارشاد فرماتے چلے آ رہے تھے کہ "عکس آئینہ نبوت" یعنی حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مبارک و محبوب سوانح مختصر اور جامع تحریر کی جائے مگر عرصہ ڈیڑھ سال سے فقیر زیادہ علیل ہے۔ ذیابیطس، گردوں کی خرابی، ہائی بلڈ پریشر، گنٹھیا اور تنفس کا بگڑنا و دیگر ایسے موذی امراض کی وجہ سے متعدد مرتبہ ہسپتال میں بھی ایڈمٹ ہونا پڑا۔ افاقہ ہونے پر ملک کے طول و عرض میں تبلیغی مصروفیات بھی بڑھتی چلی گئیں اور اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا خوف بھی دامن گیر رہا جس کی وجہ سے یہ سلسلہ شروع نہ ہو سکا اور پھر اس سے قبل "مقبول شرح ابن ماجہ شریف" کا کام بھی شروع ہو چکا تھا جس کی ابھی پہلی جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچی تھی کہ ملک صاحب کا اصرار بڑھ گیا تو سب کام درمیان میں روک کر یہ متبرک و مبارک کام شروع کر دیا تاکہ ان کے حکم پر عمل درآمد ہو سکے اور اس احقر کا نام بھی ان پاکباز ہستیوں کے تذکرہ نگاروں اور غلاموں کی فہرست میں شامل ہو جائے جن کے مبارک تذکرے خود خالق کائنات جل جلالہ نے توریت و انجیل اور زبور و قرآن مجید میں فرمائے۔

"ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۔" (الفتح)

ان نفوس قدسیہ کے ایثار و قربانیوں کی وجہ سے آج تک شجر اسلام سرسبز و شاداب ہے اور انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت رہے گا۔

فقیر کا ایمان و عقیدہ ہے کہ دامن اسلام سے اگر ان پاکیزہ ہستیوں کو نکال لیا جائے

تو اس میں پھر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔قرآن وحدیث توحید ورسالت کا آج تک جو ڈنکا بج رہا ہے وہ ان ذوات قدسیہ کا مرہون منت ہے یہ ہدایت کے درخشندہ ستارے ہیں قرآن کریم میں ان پاکبازوں کے ایمان کو معیار حق قرار دیا گیا ہے

"اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" (البقرہ) اور

"فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا" (البقرہ)

ارشادات ربانی ان کے معیار حق ہونے پر گواہی دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم ہمیں ان نجوم ہدایت کے دامن سے مکمل وابستگی عطا فرماتے ہوئے ان کی روشنی سے مستفید و مستنیر ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین ثم آمین

بجاہ النبی الکریم الامین الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم .

سگِ سگانِ یارانِ مصطفیٰ

محمد مقبول احمد سرور

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت علیہ الرحمت

(المعروف سندری والے) فیصل آباد

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات اسلامیہ بعہد نبویہ کا مختصر جائزہ	۴۰۳	آپ کی اولاد	۴۱۵
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ورع وتقویٰ	۴۰۴		
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمتِ خلق	۴۰۵		
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی	۴۰۶		
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۴۰۷		
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد پاک	۴۱۰		
آپ کے صاحبزادے	۴۱۰		
آپ کی صاحبزادیاں	۴۱۱		
آپ کے کاتب	۴۱۱		
قاضی وحاجب	۴۱۱		
آپ کے عاملین	۴۱۱		
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o	۴۱۲		
تعارف مصنف	۴۱۳		
ولادت باسعادت	۴۱۳		
تعلیم وتربیت	۴۱۴		
بیعت واجازت وخلافت	۴۱۴		
آپ کی گراں قدر تصانیف	۴۱۴		

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: بروز محشر مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیا ہوگا؟

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''اے ابوبکر! بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل مخلوق کے لیے (بروز محشر) عام تجلی فرمائے گا اور آپ کے لیے خاص تجلی ہے۔''

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابی بکر ِالصدیق ''یا ابابکر ان الله عزوجل یتجلیٰ للخلائق عامة ویتجلیٰ لك خاصةً''

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المجلد الاول الصفحہ ۱۶۵)

صدیق رضی اللہ عنہ خلیل وحبیب علیہما السلام کے درمیان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور میرے لیے عرش کے آگے منبر نصب کیے جائیں گے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے لیے کرسی ہوگی وہ اس پر بیٹھیں گے اور ندا کرنے والا ندا کرے گا حبیب اور خلیل کے درمیان صدیق ہے۔''

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ''اذا کان یوم القیامة نصب لابراهیم علیه السلام منبر امام العرش و نصب لی منبر امام العرش و نصب لابی بکر کرسی فیجلس علیه و ینادی مناد یالك من صدیق بین حبیب و خلیل۔'' (الریاض النضرہ جلد اول ص ۱۶۴، ۱۶۵)

کون صدیق اکبر رضی اللہ عنہ؟

- وہ یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا
  منزل عشق وصدق کا رہبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  نبیوں کے بعد وہ سب سے برتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
  یعنی وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- وہ طیب وطاہر و پاکیزہ ہستی جو آسمانوں پر صدیق کے لقب سے ملقب ہے۔
- وہ مبارک و برگزیدہ شخصیت جو ابتداء آفرینش سے عتیق (جہنم کی آگ سے آزاد) ہے۔
- وہ عظیم الشان انسان جس کا مرتبہ انبیاء کے بعد سب سے بلند تر ہے۔
- وہ رجل رشید جسے مزاج شناس رسول کہتے ہیں۔
- وہ منفرد و بے مثال انسان جسے بلا شرکت غیرے خلیفۃ الرسول بلا فصل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
- وہ موحد اعظم فی الصحابہ جس نے ولادت سے وفات تک کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہ کیا اور نہ ہی کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔
- ایسا عاشق رسول کہ جو خود صحابی رسول، اس کا باپ صحابی رسول، اس کا بیٹا صحابی رسول اور پوتا بھی صحابی رسول۔
- ایسا جانثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جسے اپنی خلوت وجلوت، صبح ومساء، روز وشب بلکہ غار ومزار کے لیے محبوب نے خود چن لیا ہو اور وہ ہمہ وقت اپنا تن من دھن،

جان مال، اولاد، وطن سب کچھ محبوب پر نثار کرنے کو تیار ہو اور اس کا ایک ہی مقصد حیات ہو کہ

ع صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

- وہ پروانۂ شمع ختم نبوت جس نے انتہائی نامساعد حالات میں سب سے پہلے دشمن ختم نبوت کے ساتھ عملی جہاد فرمایا اور اسے شکست فاش دے کر قیامت تک آنے والے منکرین ختم نبوت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔
- وہ پیکر نور جسے شجر نبوت کا پہلا پھل ''ابوبکر'' تسلیم کیا گیا اور وہی طریقت کے اول سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا بانی ٹھہرا:

ع خواجہ اوّل کہ اوّل یار بود

- وہ مسلم اول کہ جس نے بلاچوں و چرا نبی اول کو تاجدار ختم نبوت تسلیم کیا جبکہ تمام اہل مکہ اس پیکر رحمت کی عداوت پر کمر بستہ تھے۔
- وہ امام الصحابہ کہ جس کا سینہ بے کینہ علوم و معارف نبوت کا گنجینہ بنا دیا گیا اور ارشاد فرما دیا گیا ''جو کچھ میرے سینہ میں تھا میں نے ابوبکر کے سینہ میں تفویض فرما دیا ہے۔'' (حضرات القدس)
- وہ مقدس امام کہ جس کو مصلائے امامت خود امام الانبیاء علیہ السلام نے حکماً تفویض فرمایا اور امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نیز امام الاولیاء (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے بنفس نفیس ان کے پیچھے نمازیں ادا فرمائیں۔
- وہ کشتۂ عشق رسالت جو تنہا غار کے اندر مسلسل تین شب گود میں چہرۂ محبوب رکھ کر جی بھر کر اسے تکتا رہا حالانکہ سانپ اس کی ایڑھی کو ڈستا رہا اور سانپ کا زہر ذائقہ حسن محبوب کے لطف پر مطلقاً اثر انداز نہ ہو سکا اور دیرینہ خواہش کہ ''النظر الی وجہ رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوب خوب تکمیل ہوتی رہی اور وہ بزبان حال سے عرض کرتا رہا کہ

ع دل کردا اے سوہنیاں ہر ویلے تینوں سامنے بٹھا کے میں تکدا رہواں

- وہ مایہ ناز صحابی کہ جس کی صحابیت ومعیت مصطفوی پہ ناز کرتے ہوئے خود خالق کائنات جل جلالہ نے گواہی دی کہ ''اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' (التوبہ)

- وہ رفیق نبوت کہ جس کی رفاقت صرف زندگی کے سفر و حضر، خلوت وجلوت تک ہی محدود نہ رہی بلکہ بعد از وصال بھی وہ تا قیام قیامت گنبد خضریٰ میں رفیق نبوت ہے۔

- وہ اپنے مطاع بے مثال کا ایسا مطیع لاجواب کہ جس نے زندگی سے وفات تک ہر لمحہ اطاعت کا حق ادا کردیا حتیٰ کہ اس کی عمر، وجہ وصال، یوم وصال، مقام وصال، کفن، دفن اپنے محبوب کی عمر مبارک، وجہ وصال، یوم وصال، مقام وصال، کفن، دفن کے تابع واقع ہوا اور پھر

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

- وہ پاکباز کہ جو مصداق ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ بھی ہے اور صداقت کا تاجدار بھی، جو عکس آئینۂ شہ ابرار بھی ہے اور صاحب غار و مزار بھی، جو شجر نبوت کا ثمر اول بھی ہے اور تمام صحابہ سے افضل بھی۔

بقول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت!

یعنی وہ افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

عکسِ آئینۂ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

وجود باجود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکمل عکس آئینۂ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، غور فرمائیے۔

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری عمر مبارک ۶۳ تریسٹھ سال

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہری عمر مبارک بھی ۶۳ تریسٹھ سال

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ظاہری سبب خیبر کے زہر آلود گوشت کا اثر

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا ظاہری سبب بھی زہر آلود حلوہ کا اثر[1]

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بروز پیر ہوا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی بروز پیر ہوا

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک بھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوا

---

[1] علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ: "ابن شہاب نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حلوے کا ہدیہ آیا تو اسے آپ نے حضرت حارث بن کلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر کھانا شروع کر دیا حارث نے کہا اے خلیفۃ الرسول! کھانے سے ہاتھ اٹھالیں اس میں ایک سال تک اثر کرنے والا زہر ہے لہٰذا میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہوں گے، آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا تو وہ دونوں مسلسل بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سال پورا ہونے پر دونوں ایک ہی روز اللہ کو پیارے ہوگئے۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ اردو جلد نمبر ۱، ص ۲۵۳ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال
مدینہ منورہ میں پیش آیا
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال بھی
مدینہ منورہ میں پیش آیا
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی کپڑوں میں کفن دیا گیا
جو آپ کے زیب تن تھے
حضرت سیدنا صدیق اکبر کو بھی انہی کپڑوں میں کفن دیا گیا
جو آپ کے زیب تن تھے[1]
- جن حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد مبارک میں اتارا
ان حضرات نے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی لحد مبارک میں اتارا
- جہاں آخری آرام گاہ میرے نبی کی بنی (صلی اللہ علیہ وسلم)
وہیں آخری آرام گاہ میرے صدیق کی بنی (رضی اللہ عنہ)
- جس چارپائی پر سرکار نے آخری وقت آرام فرمایا
اسی چارپائی پر صدیق اکبر نے آخری وقت آرام فرمایا

---

[1] سیرت صدیق کی عام کتب میں موجود ہے کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن کے لیے نیا کپڑا نہ خریدا جائے بلکہ مجھے انہی کپڑوں کو دھو کر ان میں کفن دے دیا جائے جو میں نے پہنے ہوئے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق سرکار کو بھی آپ کے پہنے ہوئے لباس میں ہی کفن دیا گیا جو وقت وصال آپ کے زیب تن اقدس تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات نبوت میں فنائیت تامہ کے یہ سورج سے زیادہ روشن شواہد و قرائن ہیں [illegible]

اعزازات وامتیازات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔
- سب سے پہلے خلیفہ راشد ہوئے۔
- خلیفۃ الرسول ہونے کا اعزاز صرف آپ ہی کو حاصل ہوا باقی سب آپ کے خلفاء ہیں۔
- آپ نے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور کسی کی نہیں جبکہ باقی تمام صحابہ واہل بیت نے آپ کی بیعت بھی کی۔
- آپ کی صحابیت نص قطعی ''اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ '' (التوبہ) سے ثابت ہے لہٰذا اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے جبکہ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحابیت کا منکر کافر نہیں ہوتا البتہ فاسق وفاجر ہے۔
- آپ خود صحابی، باپ صحابی، بیٹا صحابی اور پوتا بھی صحابی ہیں اور یہ اعزاز آپ کے علاوہ کسی اور صحابی کو حاصل نہیں ہے۔

بارگاہ الٰہی سے لقب صدیق اور اتقی اور بارگاہ نبوت سے عتیق آپ کو ہی حاصل ہوا جیسا کہ

- وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖٓ (الزمر) اور سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۝ (اللیل) اور اَنْتَ عَتِیْقٌ مِّنَ النَّارِ (الحدیث: الریاض النضرہ)

سے واضح اور شائع ہے۔

- سب سے بڑے منکر ختم نبوت اور پھر مانعین زکوٰۃ مرتدین سے آپ ہی نے جہاد فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ انہی کو امام مقرر فرماتے ہوئے فرمایا:

"مروا ابابکر فلیصل بالناس" (بخاری، مسلم، ترمذی)

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی رائے کو مقدم فرمایا اور ان کے مشورہ کو فوقیت عطا فرمائی اور آپ ہمیشہ نبی کریم علیہ السلام کے وزیر و مشیر خاص رہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اپنے اصحاب کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے آپ کے مبارک لبوں پہ اسی ہستی کا اسم مبارک آیا جس پر تمام کتب احادیث شاہد ہیں مثلاً حدیث عشرہ مبشرہ اس کی بہترین مثال ہے۔ احد پہاڑ چڑھے تو فرمایا "احد ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں" اور اکثر احادیث میں آیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے "**انا و ابوبکر و عمر**" میں اور ابوبکر اور عمر (کتب احادیث میں اسی طرح مرقوم ہے)
- حرم کعبۃ اللہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر عاطفت سب سے پہلا خطبۂ توحید اسی موحد اعظم نے ہی ارشاد فرمایا جس پر آپ کو نہایت بے دردی سے زدوکوب کیا گیا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت میں اپنی معیت کے لیے باذن اللہ تعالیٰ اسی ہستی مبارک کو چنا اور اپنا رفیق سفر منتخب فرمایا حالانکہ دیگر تمام اصحاب و اہل بیت کرام بھی موجود تھے۔
- سفر ہجرت میں آپ ہی کا خاندان ان دونوں شخصیات کو کھانا وغیرہ اور معلومات بہم پہنچاتا رہا۔
- آپ ہی کی لخت جگر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے

بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا۔

- آپ کی لختِ جگر کے تصدق وتوسل سے امت مسلمہ کو تیمم کی آیات ملیں اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا جواز آیات قرآنی میں بیان کیا گیا۔
- آپ کی لختِ جگر کے توسل سے دین کا دو تہائی حصہ امت مصطفویہ کو حاصل ہوا اسے روایت کرنے والی ام المؤمنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔
- تین راتیں غار کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے علاوہ کوئی نہ تھا سوائے ذات باری تعالیٰ کے ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' (التوبہ) یہ آپ ہی کا اعزاز ہے۔
- مسجد قبا شریف، مسجد نبوی شریف کی جگہ سب سے پہلے جو خریدی گئی اس کی رقم آپ ہی نے فراہم فرمائی تھی۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ قیامتِ تک وہاں نماز پڑھنے والوں کی نمازوں کا ثواب آپ کے نامۂ اعمال میں جمع ہوتا رہے گا یہ بھی آپ کا انفرادی اعزاز ہے۔
- قرآن کریم کو کتابی شکل میں جمع فرمانا بھی آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ قیامت تک جتنا قرآن پڑھا جائے گا ثواب آپ کو بھی ملتا رہے گا۔
- بالآخر! آپ کی لختِ جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ کو تاقیام قیامت مسکن محبوب بننے کا شرف حاصل ہونا اور پھر اسی حجرۂ پاک میں بحکم رسول ''او صلوا الحبیب الی الحبیب '' آپ کا دفن ہونا آپ کا سنہری اعجاز واعزاز ہے وہ اس گنبد خضریٰ میں بھی بلافصل خلیفۃ الرسول ہیں اور ثانی اثنین ہیں۔

؎ شان صدیق اکبر دی کیہ میں دساں کیتا اللہ نے اوہناں دا اچا شان
سبز گنبد دے اندر جو سجدی سی تھاں کملی والے دے یاران دے کم آ گئی

دیگر خصوصیات کا ذکر آپ کے اہم کارناموں کے باب میں انشاء اللہ العزیز کیا جائے گا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کا مختصر سوانحی خاکہ

مفسر شہیر محدث بے نظیر مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام شریف عبداللہ بن عثمان (ابو قحافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تمیم ابن مرہ ہے۔ ساتویں والد مرہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملتے ہیں آپ کا لقب صدیق بھی ہے عتیق بھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جس نے آتش دوزخ سے عتیق دیکھنا ہو وہ ابوبکر کو دیکھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں کبھی بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہ ہوئے۔ آپ سب سے پہلے مؤمن ہیں قدرت خدا ہے کہ آپ کی کنیت ابوبکر ہے یعنی اولیت والے معنی اولیت سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا آپ ایمان، ہجرت، بعد رسول وفات وغیرہ سب میں اول رہے۔ (مترجم)

آپ کا حلیہ مبارکہ

آپ سفید رنگ، دبلا بدن، ہلکے رخسار، چہرہ پر رگیں ظاہر، آنکھیں کچھ دھنسی ہوئی، پیشانی ابھری ہوئی، مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے۔

آپ کا انفرادی شرف ومجد

آپ خود صحابی، والدین صحابی، ساری اولاد صحابی، پوتی پوتے صحابی اور آپ کے نواسی نواسے بھی صحابی ہیں اور کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے جیسے یوسف علیہ السلام چار پشت کے نبی ہیں گروہ انبیاء میں صرف آپ کو یہ شرف حاصل ہے یوں ہی جماعت صحابہ میں آپ ہی ہیں جو چار پشت کے صحابی ہیں۔

آپ کی ولادت ووفات[1]

آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ مدینہ منورہ میں بائیس ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ ہجری منگل کی رات مغرب وعشاء کے درمیان (پیر کا دن گزار کر) آپ کی وفات ہوئی ۶۳ تریسٹھ سال عمر ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے دیا اور نماز (جنازہ) حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے پڑھائی۔

آپ کی مدت خلافت

آپ کی خلافت دو سال چار ماہ ہے آپ سے بہت تھوڑی احادیث مروی ہیں کیونکہ آپ کی حیات شریف حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بہت تھوڑی ہے۔ روضہ رسول میں دفن ہیں۔

(مرآت المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد نمبر ۸، ص ۳۹۰-۳۹۱ مطبوعہ قادری پبلشرز اردو بازار لاہور)

---

[1] امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو سال دو ماہ پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی اور تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر مبارک پا کر آپ کا انتقال ہوا (تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو شمس بریلوی ص ۹۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

لیکن یہ روایت مخدوش ہے کیونکہ تمام ارباب تاریخ وسیر نے آپ کی ولادت رسول اللہ علیہ السلام کی ولادت کے بعد تحریر کی ہے علاوہ ازیں اگر حضرت سیوطی کے قول پر اعتماد کیا جائے تو آپ کی عمر تریسٹھ سال سے بڑھ جاتی ہے حالانکہ آپ کی عمر علامہ سیوطی نے بھی تریسٹھ سال ہی تحریر کی ہے جبکہ سرکار کی عمر مبارک تریسٹھ ۶۳ سال ہی ہے اور آپ کا وصال سرکار کے بعد ہوا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا ولادت کا فرق ہے اتنا ہی وصال کا: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی ایسے ہی آپ کا وصال بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال چار ماہ بعد ہوا اس لحاظ سے جتنی عمر مبارک ظاہراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اتنی ہی عمر مبارک حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوئی۔

ولادت سے قبل بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورانی معیت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سرکار علیہ السلام کے فرمان سے ثابت ہے سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا اور علامہ محب طبری نے نقل کیا ہے:

عن محمد بن ادریس الشافعی بسنده الی النبی صلی الله علیه وسلم قال: كنت أنا و ابوبكر و عمر و عثمان و علی انوارا علٰی یمین العرش قبل ان یخلق آدم علیه السلام بالف عام۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۵۱ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت محمد بن ادریس امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں اور ابوبکر، عمر، عثمان، علی آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے انوار کی صورت میں یمین عرش پر موجود تھے (رضی اللہ عنہم)"

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر، عثمان و علی
ہم مسلک ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

تجلی ربانی بر ولادت صدیقی (حدیث نبوی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اما ولد ابوبكر ن الصديق اطلع الله علٰى جنة عدن فقال فوعزتي وجلالي لا ادخلك الا من احب هٰذا المولود۔

(اللآلي المصنوعة للسيوطي ص۲۹۴-۲۹۳: حضرات القدس ص۴۵)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پر تجلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ
''مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے تجھ میں صرف اسی کو داخل کروں گا جو اس بچے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے گا۔''

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

اسم گرامی	عبداللہ	رضی اللہ عنہ[1]
کنیت	ابوبکر	رضی اللہ عنہ[2]
والد گرامی کا نام	عثمان	رضی اللہ عنہ
والد گرامی کی کنیت	ابوقحافہ	رضی اللہ عنہ
والدہ محترمہ کا نام	سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب رضی اللہ عنہا	
والدہ محترمہ کی کنیت	ام الخیر	رضی اللہ عنہا
القابات	صدیق[3]، عتیق[4]، خلیل النبی[5]، محسن رسول[6] (رضی اللہ عنہ)	

---

[1] آپ کا نام نام اسم گرامی ''عبداللہ'' آپ کے دور جاہلیت سے ہی موحد ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ تو جو اللہ کا بندہ ہو وہ کسی بت کا عبادت گزار ہرگز نہیں ہوسکتا آپ ابتداء آفرینش سے موحد و مسلم تھے۔

[2] ابوبکر کا معنیٰ ہے پہلا پھل: چونکہ اظہار اسلام سب صحابہ سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اس لیے وہ شجر نبوت کا پہلا پھل ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

[3] صِدّیق: لغت میں اس کا معنیٰ ہے بہت سچا یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس میں مصدری معنیٰ کی زیادتی پائی جاتی ہے المنجد میں یہی معنیٰ مذکور ہے اور اصطلاحاً صدیق اس کو کہتے ہیں جس کی زبان سے کبھی جھوٹ سرزد ہی نہ ہوا ہو اس نے جب بھی بولا ہو تو سچ ہی بولا ہو اور صوفیاء کے نزدیک صدیق وہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ (باقی حاشیے اگلی صفحہ پر)

حضرات ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کا ایمان

حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب قدس سرہ العزیز نے جو مشائخ بنارس میں سے

(بقیہ حاشیہ) زبان سے نکالے اللہ ویسے ہی فرمادے تاکہ اس کی صداقت قائم رہے اسی لیے علماء کرام نے صادق اور صدیق میں یہی لطیف فرق بیان کیا ہے کہ صادق وہ ہوتا ہے جو واقعہ کے مطابق خبر دے اور صدیق وہ ہوتا ہے جس کی (دی ہوئی) خبر کے مطابق واقعہ ہو جائے اس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

ع عتیق کا معنیٰ ہے آزاد اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کو "عتیق من النار" سے ملقب فرمایا کہ اے ابوبکر تم جہنم کی آگ سے آزاد ہو: سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ جسے امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر فرمایا کہ

"چار برس کی عمر میں آپ کے باپ ابوقحافہ (آپ کو) بت خانے میں لے گئے اور فرمایا:

"هٰؤلآء الهتك الشم العلى فاسجد لهم" "یہ ہیں تمہارے بلند وبالا خدا انہیں سجدہ کرو۔"

جب آپ بت کے سامنے تشریف لے گئے تو فرمایا: "میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے، میں پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو پھر اپنے آپ کو بچا۔"

وہ بت بھلا کیا جواب دیتے: آپ نے ایک پتھر اس کے مارا جس کے لگتے ہی وہ گر پڑا اور قوت خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی تو انہیں بہت غصہ آیا انہوں نے طمانچہ رخسار مبارک پر رسید کیا اور وہاں سے آپ کی والدہ ام الخیر کے پاس لائے سارا واقعہ بیان کیا ماں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی۔

"یا امة الله بالتحقیق البشری بالولد العتیق اسمه فی السمآء الصدیق لمحمد صاحب و رفیق۔" (صلی الله علیه و آله وسلم و رضی الله تعالیٰ عنه)

"اے اللہ کی سچی لونڈی تجھے مژدہ ہو اس آزاد (عتیق) بچے کا آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یار اور رفیق ہے۔"

میں نہیں جانتی وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور کیا معاملہ ہے۔ یہ روایت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود مجلس اقدس میں بیان فرمائی جب یہ بیان کر چکے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ رسالت ہوئے اور عرض کی "صدق ابوبکر وهو الصدیق" "ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سچ فرمایا اور وہ صدیق ہیں۔

یہ حدیث عوالی الفرش الی معالی العرش میں ہے اور اسے امام قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں بھی ذکر کیا ہے۔ (شان صحابہ ص ۱۰۱-۹ مصنف علامہ سید محمود احمد رضوی مطبوعہ مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور)

ہیں اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) سے سوال کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ سے مسلمان تھے یا ۸-۹-۱۰ یا ۱۳ برس کے سن میں ایمان لائے۔ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ

امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ہی صحیح اور مشہور ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق تھا لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے اسم گرامی نہیں ہے۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۰ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

عتیق کے معانی ہیں آگ سے آزاد کیا ہوا: حدیث شریف میں آتا ہے کہ جسے ترمذی نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انت عتیق من النار" آپ آتش دوزخ سے آزاد ہیں بعض کہتے ہیں کہ حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہے جاتے تھے (عتیق کے معنیٰ حسن و جمال کے بھی ہیں) بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ آپ کے نسب میں کوئی عیب نہیں تھا اس لیے آپ کو عتیق کہا گیا

(تاریخ الخلفاء ص ۹۱ اردو ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہی ہے مگر ابن معد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا اسم شریف عتیق ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ عتیق آپ کا لقب تھا نام نہیں تھا ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کب اور کس وجہ سے ہوا بعض کہتے ہیں کہ آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ آپ کا لقب ہوا (اس کو لیث بن سعد، احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہ نے روایت کیا) ابن نعیم کہتے ہیں کہ امور خیر میں آپ کے سبقت کرنے کی وجہ سے آپ کا یہ لقب ہوا بعض اصحاب کا خیال ہے کہ پاک وصاف اور اعلیٰ نسب ہونے کی وجہ سے (کہ آپ کے نسب میں ایسا کوئی شخص نہیں گزرا کہ جس پر کوئی عیب لگایا گیا ہو) آپ کا یہ لقب ہوا بعض کا خیال ہے کہ آپ کا نام عتیق ہی تھا بعد میں عبداللہ ہو گیا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۲-۹۱ مطبوعہ کراچی)

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ابن سعد اور حاکم حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں ایک دن کاشانہ نبوت کے دالان میں تھی اور دالان پر پردہ پڑا ہوا تھا صحن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مع صحابہ کرام (علیہم الرضوان) تشریف فرما تھے اتنے میں والد ماجد تشریف لائے ان کو دیکھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی دوزخ سے بری اور آزاد شخص کو دیکھنا چاہتا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے" (چونکہ زبان وحی ترجمان سے عتیق من النار فرمایا گیا) پس آپ کا نام گھر والوں نے تو عبداللہ ہی رکھا تھا لیکن عتیق مشہور ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۶ مطبوعہ کراچی)

ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز والد ماجد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا حضرت امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین امام الواصلین سیدنا ومولانا علی المرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ اور حضرت امیر المؤمنین امام المشاہدین افضل الاولیاء

نے تم کو آگ سے بری فرمادیا" چنانچہ اسی دن سے آپ عتیق کے نام سے مشہور ہو گئے۔

بزار اور طبرانی نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ تھا لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تم کو دوزخ کی آگ سے بری فرمادیا ہے" تو آپ عتیق کے نام سے مشہور ہو گئے (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۳-۹۲ مطبوعہ کراچی)

۵ خلیل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الصواعق المحرقۃ" میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ "طبرانی نے ابوامامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللہ اتخذلی خلیلاً کما اتخذ ابراھیم خلیلاً و ان خلیلی ابوبکر"

(الصواعق المحرقۃ ص ۱۷ عربی مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

"اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے جیسے اس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا تھا اور میرا خلیل ابوبکر ہے۔"

ایک اور حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظیر ابراہیم علیہ السلام قرار دیا ملاحظہ ہو علامہ محب طبری رحمہ اللہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامن نبی الا ولہ نظیر فی امتی فابوبکر نظیر ابراھیم۔" (الریاض النضرہ ص ۵۰ عربی)

"ایسا کوئی نبی نہیں جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو پس ابوبکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں۔"

یہ حدیث بھی اس مندرجہ بالا حدیث (ابوبکر میرا خلیل ہے) کی موید ہے کیونکہ نظیر ابراہیم ہیں تو جب ابراہیم خلیل ہیں تو نظیر ابراہیم بھی خلیل ہے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا لہٰذا یہ نبی تو نہیں ہیں مگر جس طرح وہ خلیل اللہ ہیں یہ خلیل النبی ہیں (علیہ السلام ورضی اللہ عنہ)

ایک اور حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیل قرار دیا جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرکار علیہ السلام سے عرض کیا کہ آج دوران اذان بلال (رضی اللہ عنہ) حضرت ابوبکر نے آپ کے نام نامی پر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی۔" (مقاصد حسنہ ص ۳۸۴)

"جس نے ایسا کیا جیسے میرے خلیل (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے کیا ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والحمد ثین سیدنا و مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاظہر دونوں حضرات عالم ذریت سے روز ولادت، روز ولادت سے سن تمیز، سن تمیز سے ہنگام ظہور پرنور، آفتاب بعثت، ظہور بعثت سے وقت وفات، وقت وفات سے ابد الآباد تک بحمد اللہ تعالیٰ موحد و موقن مسلم و مومن طیب وزکی طاہر و نقی تھے اور ہیں اور رہیں گے، کبھی کسی وقت، کسی حال میں ایک لحہ، ایک لحظہ، ایک آن کو لوث کفر و شرک و انکار ان کے پاک مبارک ستھرے دامنوں تک اصلانہ پہنچا، نہ پہنچے "والحمد للہ رب العلمین۔"

عالم ذریت سے روز ولادت تک اسلام میثاقی تھا "الست بربکم قالو ابلی" روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ "کل مولود یولد علی الفترة" سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والاصفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی

(بقیہ حاشیہ) اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔"

ثابت ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے خلیل النبی کے لقب سے ملقب ہیں۔

۲ محسن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لقب بھی حدیث نبوی سے ماخوذ ہے اور یہ حدیث صحاح میں سورج کی طرح چمک رہی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابوبکر (بخاری، مشکوٰۃ، مرآت جلد نمبر ۸، ص ۲۹۰)

"بے شک سارے انسانوں میں مجھ پر بڑا احسان کرنے والے اپنی صحبت اور اپنے مال میں ابوبکر ہیں۔"

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ فرمایا ہے

(ملاحظہ ہو مرآت شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸، ص ۲۹۰)

ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مالاحد عندنا من ید الا وقد کافیناه بها ماخلا ابابکر فان له عندنا یدًا یکافیه الله بها یوم القیمة۔"

"ہم نے ابوبکر کے سوا ہر آدمی کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے اس کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ان کا بدلہ دے گا۔" (الصواعق المحرقہ ص ۷۰ مطبوعہ ملتان)

ثابت ہوا یار غار مصطفےٰ ... بھی ...

بت کو سجدہ نہ کیا کبھی غیر خدا کو خدا قرار نہ دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ الجاھلیہ ص ۲۲ نوری کتب خانہ لاہور)

معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات کا ایمان ابتداء آفرینش سے معرض وجود میں آچکا تھا اظہار نبوتِ مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام) کے بعد اسی ایمان کا ان سے اظہار ہوا اگر کوئی منکر اعتراض کرے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمان و اسلام پہلے ہی موجود ہو اور اس کا اظہار بعد میں ہو تو اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی و رسول ہیں ان کو ارشاد ربانی ہوتا ہے کہ:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(پ اسورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۱)

"جبکہ اس (ابراہیم علیہ السلام) کے رب نے اس سے فرمایا گردن رکھ (اسلام لا) عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا (میں اسلام لایا)"

تو اس مقام پر اسلام لانے سے مراد اظہار اسلام ہے تو یہ مقام خلیل اللہ علیہ السلام ہے اسی کا پرتو کامل خلیل النبی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ابوبکر نظیر ابراھیم" (الریاض النضرہ جلد اول ص ۵۰) ابوبکر نظیر ابراہیم ہیں تو انہوں نے بھی اظہار اسلام فرمایا ورنہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی مسلمان تھے۔

صدیق نام آسمانی ہے مولا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد

حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "صدیق" آسمان سے اتارا" اس روایت کی تخریج سمرقندی اور صاحب صفوت نے کی اصل عربی متن ملاحظہ ہو علامہ محب طبری نقل فرماتے ہیں کہ

وعن علی بن ابی طالب احسنه کان یحلف باللہ ان اللہ تعالٰی انزل اسم ابی بکر من السمآء الصدیق خرجه السمرقندی و صاحب الصفوة . (الریاض النضرہ جلد اول ص ۸۱ عربی مطبوعہ فیصل آباد)

صدیق: نام کیسے ہوا؟

بعض نے کہا آپ کا نام صدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی خبر میں تصدیق کی بناء پر ہوا۔ ام المؤمنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصٰی کی طرف سیر فرمائی تو صبح کو یہ بات لوگوں میں بیان کی تو بہت سے لوگ پھر گئے اور مشرکین کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آ کر کہا کیا آپ کو اپنے ساتھی کی خبر ملی؟ ان کا گمان ہے کہ انہوں نے رات کو بیت المقدس کی سیر کی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "لئن قال لصدق" اگر انہوں نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا: آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس کی طرف گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں تو اس سے بھی دور کی بات آسمانی خبر کی شب و روز تصدیق کرتا ہوں پس اس لیے آپ کا نام صدیق ہوا۔

اس روایت کی تخریج حاکم نے مستدرک میں کی اور ابن اسحاق نے اسے نقل کیا ہے۔

ان کا دور کی بات کا کہنا مشرکین کو حیران کرنے کے لیے تھا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس رات بیت المقدس کی طرف گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے بیت المقدس کا حال سنائیں میں

ادھر گیا تھا (یعنی میں نے بیت المقدس کو دیکھا ہے)

حضرت حسن نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المقدس کا نقشہ بتا دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جو کچھ آپ نے بیان فرمایا یہ سب اس میں موجود ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"و کنت یا ابابکر الصدیق فسماہ یومئذ الصدیق"

(الریاض النضرہ جلد اول عربی، ص ۷۹)

"اے ابوبکر! تم صدیق ہو پس اس دن سے آپ کا نام صدیق ہوا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام سے کہا میری قوم اس (واقعہ معراج) کی تصدیق نہیں کرے گی تو جبرئیل نے مجھے کہا:

یصدقك ابوبکر و هو الصدیق۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۸۰ عربی)

آپ کے (واقعہ معراج کی) تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔

پورا نسب شریف

حضرت عبداللہ ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی تھا آپ کا نسب شریف مرہ بن کعب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۰ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا اسم گرامی عثمان ہے اور ان کی کنیت ابوقحافہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اوزاپنے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں زندہ تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں فوت ہوئے [1]

(الریاض النضرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی ص ۱۲۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ سیدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی سلمیٰ بنت صخر اور کنیت ام الخیر ہے دار ارقم بن ابی ارقم میں پہلے اسلام لانے والی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والی (خاتون) ہیں اور وہ اسلام کے ساتھ فوت ہوئیں [2]

(الریاض النضرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی ص ۱۲۹)

---

[1] اصل متن ملاحظہ ہو: عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة ابو ابی بکر الصدیق اسلم یوم الفتح و بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عاش مدة حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مدة خلافة ولده و توفی فی خلافة عمر رضی اللہ عنهم اجمعین۔
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۵۷ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[2] اصل متن ملاحظہ ہو: سلمی بنت صخر اسلمت قدیما فی دار الارقم بن ابی الارقم وبایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وماتت مسلمة۔
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۵۷ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

آپ رضی اللہ عنہ کا سب گھرانہ صدیقین کا گھرانہ ہے

علامہ محب طبری علیہ الرحمت رقمطراز ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو چیز بھی عام طور پر آئی اس کی تصدیق وشہادت کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر تھا''![1]

(الریاض النضرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی ص ۱۲۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بس

شب ہجرت اور قیام غار کے واقعات پڑھ کر اس قول کی تصدیق ہو جاتی ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرکار کے لیے توشہ دان تیار کر کے اپنے دوپٹے کو پھاڑ کر اس توشہ دان کا منہ بند کرنا اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالیہ میں بھیجنا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ذات النطاقین کے لقب سے ملقب فرمانا آپ کے بھائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لخت جگر کا تمام دن مکہ کی خبروں کو جمع کرنا رات کو یہ خبریں اور کھانا وغیرہ سرکار تک پہنچانا اپنے اپنے طور پر سب افراد خاندان کی تصدیق رسالت نہیں تو اور کیا ہے؟ کسی نے کیا خوب فرمایا کہ

پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

---

[1] اصل متن ملاحظہ ہو: وقیل سمی صدیقا لبدارہ الی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ما جاء بہ عموما۔ (الریاض النضرہ ص ۸۰ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

اظہار قبول اسلام کا واقعہ

علامہ مؤمن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آخری ۲۶ سال عمر اسلام میں گزاری، مردوں میں آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں[1] ''عمدۃ التحقیق'' میں ذکر کیا کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلیت کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے ان کے مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک دن خواب دیکھا جبکہ وہ شام میں تھے کہ سورج اور چاند ان کی گود میں اترتے ہیں انہوں نے پکڑ کر دونوں کو سینے سے ملایا اور اپنی چادر میں لپیٹ لیا بیدار ہوئے تو ایک نصرانی راہب سے اس کی تعبیر پوچھنے گئے راہب کے پاس پہنچ کر اس کی تعبیر پوچھی تو راہب نے کہا تم کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے جواب میں کہا کہ میں مکہ سے آیا ہوں راہب نے کہا تم کس قبیلے سے ہو؟ جواب دیا میں بنی تیم سے ہوں، راہب نے کہا تمہارا پیشہ کیا ہے؟ جواب میں کہا تجارت کرتا ہوں۔

راہب نے کہا تمہارے زمانہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا جسے ''محمد'' امین کہا جائے گا تم اس کی پیروی کرو گے اور وہ شخص بنی ہاشم کے قبیلہ سے ہوگا وہی نبی آخر الزماں ہیں اگر وہ

---

[1] اظہار اسلام: اس سے مراد اظہار اسلام ہی ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت نے فرمایا کہ آپ کا اسلام ابتداء آفرینش سے ہے۔ الخ۔ جیسا کہ عوالی الفرش الی معالی العرش میں ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام بھی ابتداء آفرینش سے ہے یہاں اظہار اسلام مراد ہے۔

نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے کو پیدا نہ کرتا نہ آدم (علیہ السلام) کو پیدا کرتا اور نہ ہی نبیوں رسولوں (علیہم السلام) کو پیدا کرتا تم اس کے دین میں داخل ہو گے اور اس کے وزیر اور بعد میں خلیفہ ہو گے میں نے اس کی وصف توریت، زبور اور انجیل میں پڑھی ہے[1] میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور میں نصاریٰ کے خوف سے ایمان کو چھپاتا ہوں۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف سنی تو ان کا دل بہت نرم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور مکہ مکرمہ میں آ کر آپ سے ملاقات کی اور آپ سے بہت محبت کرنے لگے آپ کو ایک گھڑی نہ دیکھنے کا (بھی) صبر نہ رہا جب اسی طرح کچھ وقت گزرا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم ہر روز میرے پاس آتے ہو میرے پاس بیٹھتے ہو اور مسلمان نہیں ہوتے ہو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اگر آپ نبی ہیں تو آپ کے لیے کوئی معجزہ ہونا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ کے لیے وہ معجزہ کافی نہیں جو تم نے شام میں دیکھا تھا؟ اور راہب نے اس کی تعبیر تم کو بتائی تھی۔[2] ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے جب یہ سنا تو اسی وقت کہنے لگے۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدًا رسول الله (صلی الله علیه وسلم)

---

[1] اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ "ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ" (بیان کردہ) یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔ (پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹ آخری آیت)

[2] علوم غیبیہ مصطفویہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اظہار اسلام کا یہ واقعہ دیگر سینکڑوں کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے جیسا کہ علامہ شبلنجی نے نقل فرمایا جن میں دیگر مکاتب فکر کی کتب بھی ہیں جس سے سرکار دو عالم علیہ السلام کا غیب دان ہونا ثابت ہوتا ہے کہاں ملک شام اور کہاں مکہ مکرمہ اور پھر کتنے سال پہلے کا یہ واقعہ اور نبی غیب دان بوقت اظہار نبوت اس کا اظہار فرما رہے ہیں معلوم ہوا نبی کریم باعلام اللہ تعالیٰ ما کان و ما یکون کے حالات سے باخبر ہیں۔

آپ کے ہاتھ پر عشرہ مبشرہ سے سیدنا عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما ایمان لائے۔

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار از علامہ مومن شبلنجی و مترجم علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہما جلد اول، ص ۱۸۰-۱۸۱ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارکہ

(حضرت سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بدن نحیف، گوشت خفیف، رنگ سفید، رخسار ہلکے، چہرے پر ہلکا گوشت، پیشانی بلند اور آنکھیں گہری تھیں، مہندی اور وسمہ استعمال فرماتے تھے۔

(تنویر الازھار ترجمہ نور الابصار جلد اول، ص ۱۸۲-۱۸۳) مطبوعہ فیصل آباد از علامہ غلام رسول رضوی)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق عالیہ و عادات مبارکہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسند خلافت پر رونق افروز ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ فرمانا کہ

"اے لوگو! میں تمہارے امر کا والی (خلیفہ) بنا ہوں میں تم سے بہتر نہیں ہوں تم سے قوی تر میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس کے لیے اس کا حق نہ لوں اور تم سے کمزور تر میرے نزدیک طاقت ور ہے جب تک میں اس سے حق نہ لوں۔

اے لوگو! میں متبع ہوں مُبتدِع (کوئی الگ نیا انسان) نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔"

(تنویر الازھار ترجمہ نور الابصار جلد اول، ص ۱۸۲)

آپ کے اخلاق عالیہ اور عادات مبارکہ کا بہترین آئینہ دار ہے مزید علامہ شبلنجی کہتے ہیں کہ

"آپ نے کفر و اسلام میں کبھی شراب کو نہیں پیا اور نہ ہی کسی بت کو سجدہ کیا

تھا تمام لڑائیوں میں بدستور جاتے تھے ان کی فضیلت میں قرآنی آیات اور کثیر احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔"

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار مترجم علامہ شیخ الحدیث غلام رسول رضوی شارح بخاری مصنف علامہ مؤمن شبلنجی جلد اول، ص ۱۸۲ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں

حافظ ابن کثیر عماد الدین دمشقی تحریر کرتے ہیں کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں میں بحیثیت نبی مبعوث فرمایا ہے تم بتاؤ کیا میں غلط کہتا ہوں؟"

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم میرے ساتھیوں میں سے میری رسالت کی تصدیق کرنے والے پہلے شخص ہو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائی اور یہ حدیث شریف نصوص قطعی کی طرح مستند ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر (صدیق رضی اللہ عنہ) ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے شخص تھے۔[1]

خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

مزید لکھتے ہیں کہ

"اس سلسلے میں ترمذی اور ابن حبان نے شعبہ کی یہ روایت سعید بن جریری،

---

[1] اصل متن یوں ہے: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق و واسانی بنفسہ و مالہ فھل انتم تارکوالی صاحبی مرتین" فما اوذی بعدھا وھذا کالنص علی انہ اول من اسلم۔

ابی نضرہ اور ابی سعید کے حوالے سے بیان کی ہے کہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر الذکر (ابوسعید) سے ایک دفعہ یہ سوال کیا کہ ''کیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والوں اور آپ کے صحابہ (علیہم الرضوان) میں پہلا شخص نہیں ہوں؟''[1]

مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی گواہی

مزید تحریر کرتے ہیں کہ

''بہلول بن عبید کی طرح ابن عساکر کا بیان یہ ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول مسلمان مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے وہ خود (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) تھے۔''[2]

دیگر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی گواہی

مزید کہتے ہیں کہ

''شعبہ، عمرو بن مرہ، ابی حمزہ زید بن ارقم (رضی اللہ عنہم) کے حوالے سے کہتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (پہلے) نماز پڑھی وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تھے شعبہ کی یہ روایت احمد، ترمذی اور نسائی سے منقول ہے تاہم شعبہ ہی کے ذریعے عمرو بن مرہ، ابی حمزہ اور زید بن ارقم کے حوالے سے جو روایت آئی ہے اس کے

---

[1] متن ملاحظہ ہو: وقد روی الترمذی و ابن حبان من حدیث شعبة، عن سعید الجریری عن ابی نضرہ عن ابی سعید قال قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ الست احق الناس بھا، الست اول من اسلم۔

[2] متن ملاحظہ ہو: وروی ابن عساکر من طریق بھلول بن عبید، حدثنا ابو اسحق السبیعی عن الحارث سمعت علیاً یقول اول من اسلم من الرجال ابوبکر الصدیق و اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الرجال علی بن ابی طالب

(تینوں حوالہ جات ملاحظہ ہوں البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

مطابق سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے شعبہ کی بیان کردہ روایت ابراہیم نخعی کو بتائی تو انہوں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ بہرکیف جماعت اسلاف میں ابواروی دوسی اور ابو مسلم بن عبدالرحمٰن کی اسناد سے واقدی کا بیان یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے یعنی اسے قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ یعقوب بن سفیان بھی یہی کہتے ہیں کہ ان سے ابوبکر حمیدی اور سفیان بن عیینہ نے مالک بن مغول کے حوالے سے بیان کیا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔"[۱]

حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گواہی

"جب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایمان لانے والوں میں پہلے شخص تھے۔"[۲]

"ابو القاسم بغوی کا بیان ہے کہ ان سے سریج بن یونس اور یوسف بن

۲۔ اصل متن ملاحظہ ہو: و قال شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی حمزة عن زيد بن ارقم قال اول من صلى مع النبی صلى الله عليه وسلم ابوبكر الصديق رواه احمد والترمذی والنسائی من حديث شعبة وقال الترمذی "حسن صحيح" وقد تقدم رواية ابن جرير لهذا الحديث من طريق شعبة عن عمرو ابن مرة، عن ابی حمزه عن زيد بن ارقم قال اول من اسلم علی ابن ابی طالب قال عمرو ابن مرة فذكرته لابراهيم النخعی فانكره وقال اول من اسلم ابوبكر الصديق رضی الله عنه وروى الواقدی باسانيده عن ابی اروى الدوسی و ابی مسلم بن عبدالرحمن فی جماعة من السلف اول من اسلم ابوبكر الصديق و قال يعقوب بن سفيان حدثنا ابوبكر الحميدی، حدثنا سفيان بن عيينه عن مالك بن مغول عن رجل قال سئل ابن عباس من اول من امن فقال ابوبكر الصديق۔

مشاجون نے اپنے بزرگوں کے حوالے سے جن میں محمد بن منکندر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد شامل ہیں بیان کیا کہ ان بزرگوں کے بیانات کے مطابق اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ان کی قوم یعنی عربوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔"[1]

مزید لکھتے ہیں کہ

"اس کے علاوہ سعد ابن ابی وقاص اور محمد ابن حنفیہ کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف قدیم الاسلام بلکہ افضل الاسلام ہیں یعنی ایمان لانے والوں میں عظمت و بزرگی کی حیثیت سے افضل ہیں۔"[2]

مزید فرماتے ہیں کہ: "سعد کہتے ہیں کہ خود ان سے قبل پانچ اشخاص مسلمان ہو چکے تھے صحیح بخاری میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہمام بن حارث کی بیان کردہ یہ روایت درج ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ اشخاص کو نماز پڑھتے دیکھا جن میں دو عورتیں اور ایک حضرت ابوبکر شامل تھے۔"[3]

---

[1] متن ملاحظہ ہو: وقال ابو القاسم البغوی حدثنی سریج ابن یونس حدثنا یوسف بن الماجشون قال ادرکت مشیخنا منهم محمدبن المنکندر و ربیعة بن ابی عبدالرحمن و صالح بن کیسان و عثمان بن محمدلایشکون ان اول القوم اسلاما ابوبکر الصدیق رضی الله عنه
(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳، ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

[2] متن ملاحظہ ہو: و روی ابن عساکر عن سعد بن ابی وقاص و محمدابن الحنفیة انهما قالا: لم یکن اولهم اسلاما ولکن کان افضلهم اسلاماً (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳، ص ۳۳ مطبوعہ پشاور)

[3] متن یہ ہے: قال سعدا وقد امن قبله خمس و ثبت فی صحیح البخاری من حدیث همام بن الحارث عن عمار ابن یاسر قال: رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم وما معه الاخمسة اعبدو امرأتان و ابوبکر (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳، ص ۳۳ مطبوعہ پشاور)

"امام احمد اور ابن ماجہ نے عاصم بن ابی بخود کی روایت ذر اور ابن مسعود کے حوالے سے یوں بیان کی ہے کہ پہلے پہل اسلام کا اظہار کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیت میں سات افراد تھے اور وہ آپ کے علاوہ ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اول اول اپنے چچا سے اور حضرت ابوبکر کو اپنی قوم کے سامنے اظہار اسلام سے خود اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تھا باقی لوگوں کو کافروں نے زنجیریں پہنا کر دھوپ میں تپتی زمین پر (بارہا) کھڑا رکھا لیکن خدا کے فضل سے ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔"[1]

علامہ محب طبری نے الریاض النضرہ میں اور ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں انہی مفاہم پر مشتمل بیانات تحریر کیے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سب امت سے پہلے ایمان لانے والے اور ان سب سے اولیٰ و افضل ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

"ان (حضرت عائشہ) کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے ایک دن آپ سے ملاقات کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو جب آپ سے ملے تو بولے "اے ابوالقاسم! اب آپ اپنی قوم

[1] وروی الامام الاحمد وابن ماجہ من حدیث عاصم بن ابی البخود عن زر عن ابن مسعود قال: اول من اظہر الاسلام سبعة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمار و امہ سمية وصهيب و بلال والمقداد و اما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعه اللہ بعمه و اما ابوبکر منعه اللہ بقومه واما سائرهم فاخذهم المشركون فالبسوهم ادرع الحديد و صهروهم في الشمس فما منهم من احد الا وقد اتاهم على ما ارادوا

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳، ص ۲۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

کی مجالس میں شریک نہیں ہوتے بلکہ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ ان کے والدین کو برا بھلا کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟''

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انی رسول اللہ ادعوك الی اللہ''

''بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں یعنی توحید کی دعوت دیتا ہوں۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات کہی تو وہ اسے سنتے ہی آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدا ہو کر آگے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام قبول کرنے سے حد درجہ مسرور تھے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ خوشخبری عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور سعد ابن ابی وقاص کو سنائی تو وہ بھی مسلمان ہو گئے پھر حضرت ابو بکر اگلے دن عثمان بن مظعون، ابی عبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن ابن عوف، ابی سلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابی ارقم کے پاس گئے اور انہیں اپنے اور مذکورہ اصحاب کے مسلمان ہونے کا حال سنایا تو وہ بھی سب کے سب مسلمان ہو گئے (رضی اللہ عنہم)

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۳، ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور عربی و اردو ترجمہ، جلد سوم، ص ۶۴ مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(قرآن کی روشنی میں)

قارئین کرام: قرآن کریم کی سینکڑوں آیات مبارکہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب کو بیان فرمایا گیا ہے جن میں سے چند آیات مقدسہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ "وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ" ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

آیت نمبرا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(پ۶ سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۵۴)

"اے ایمان والو تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتدین، مانعین زکوٰۃ سے جہاد

اس آیت کریمہ میں ایک غیبی خبر دی گئی ہے کہ بعض کلمہ پڑھنے والے مرتد ہو

جائیں گے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کچھ لوگ زکوۃ کا انکار کر کے اور کچھ لوگ مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر مرتد ہو گئے تھے یہاں قوم سے مراد ابوبکر صدیق اور ان کا لشکر ہے اور انہیں لانے سے مراد ان حضرات کا برسر اقتدار فرمانا ہے ورنہ وہ حضرات اس وقت بھی موجود تھے۔ آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی خلافت کی حقانیت صاف طور پر مذکور ہے چونکہ مرتدین سے جہاد آپ ہی نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جہاد کافروں سے اور حضرت المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگیں صرف باغیوں سے ہوئیں مرتدین سے جہاد صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص ۱۸۵-۱۸۶ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی بیسمنٹ میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور)

امام ابن حجر مکی صاحب الصواعق المحرقہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"بیہقی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب ان کو جنگ کر کے اسلام میں واپس لائے ہے[1] (الصواعق المحرقہ)

اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گواہی

یونس ابن بکیر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ کا ذکر فرمایا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اصحاب (رضی اللہ عنہم)

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: اخرج البیهقی عن الحسن البصری انه قال هو والله ابوبکر لما ارتدت العرب جاهدهم ابوبکر و اصحابه حتی ردهم الی الاسلام (الصواعق المحرقہ ص ۱۶ عربی مطبوعہ ملتان)

کے بارے نازل ہوئی ہے۔ "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ ۔"

(الصواعق المحرقہ[1])

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا

اسی آیت کریمہ کی تصریح میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

"جب اطراف مدینہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے پھر گئے (مرتد ہو گئے) اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے جنگ کے لیے تیار ہوئے تو حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ جنگ میں جلدی نہ کیجئے تو آپ نے فرمایا:

"خدا کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کا بچہ یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدًا رسول اللّٰہ فمن قالھا عصم منی مالہ و دمہ الا بحقھا وحسابہ علی اللّٰہ۔"

مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: واخرج یونس بن بکیر عن قتادۃ قال: لما توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارتدت العرب فذکر قتال ابی بکر لھم الی ان قال فقلنا نتحدث ان ھذہ الآیۃ نزلت فی ابی بکر و اصحابہ: "فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ۔"

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶ مطبوعہ ملتان)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں جو اس (کلمہ شہادت)
کا قائل ہو گا اس کا جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائے گا سوائے اس کے کہ
ان سے کسی حق کی ادائیگی کرنی ہو (یعنی کسی کا قرضہ یا کسی جان کے بدلے
جان دینی ہو) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی میں اس سے ضرور جنگ
کروں گا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "الا
بحقها" کے الفاظ فرمائے ہیں۔"

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ
کے بارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انشراح صدر ہو چکا
ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی بات حق ہے۔"[1]

آیت نمبر ۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: وشرح هذه القصة ما اخرجه الذهبى ان وفاة النبى صلى الله عليه وسلم لما اشتهرت بالنواحى ارتد طوائف كثيرة من العرب عن الاسلام و منعوا الزكوة فنهض ابوبكر لقتالهم فاشار عليه عمر و غيره ان تفترعن قتالهم فقال والله لو منعونى عقالا اوعناقا كانوا يؤدونها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعها فقال عمر و كيف تقاتل الناس وقدقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "امرت ان اقاتل الناس حتىٰ يقولوا لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله فمن قالها عصم منى ماله ودمه الا بحقها و حسابه على الله" فقال ابوبكر والله لا قاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة فان الزكوة حق المال و قد قال "الا بحقها" قال عمر فوالله ماهو الا ان رايت الله شرح صدر ابى بكر للقتال فعرفت انه الحق۔
(الصواعق المحرقۃ، ص ۱۶-۱۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(پ ۲۶، سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۶)

"فرمادیجئے ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔"

سب سے پہلے مجاہد ختم نبوت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یہ یمامہ والے قبیلہ بنی حنیفہ کے لوگ ہیں جو مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر مرتد ہو گئے خلافت صدیقی میں ان سے سخت ترین جنگ ہوئی جس میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ مسیلمہ جہنم رسید ہوا اتنے صحابہ شہید ہوئے کہ قرآن کریم کی حفاظت خطرے میں پڑ گئی تب قرآن کریم جمع کیا گیا۔ (تفسیر نور العرفان ص ۸۱۸ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

"ابن ابی حاتم نے جو یبر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم بنی حنیفہ تھی پھر ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت خلافت صدیقی پر حجت ہے کیونکہ آپ نے ہی ان کو جنگ کے لیے بلایا تھا۔"[1]

(الصواعق المحرقہ)

اس آیت میں خلافت صدیقی کا ذکر ہے

امام اہلسنت شیخ ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: اخرج ابن ابی حاتم عن جویبر ان ھؤلاء القوم ھم بنو حنیفة وعن ثم قال ابن ابی حاتم و ابن قتیبة وغیرھما ھذه الآیة حجة علی خلافة الصدیق لانه الذی دعا الی قتالھم۔ (الصواعق المحرقہ ص ۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

''میں نے ابوالعباس بن سریج کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس آیت قرآنیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی سوائے اس جنگ کے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے لیے لوگوں کو بلایا وہ فرماتے ہیں اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کے فرض ہونے پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو وہ دردناک عذاب دے گا۔''[1]

(الصواعق المحرقہ)

آیت نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ۚ (پ ۱۸، سورۃ النور، آیت نمبر ۵۵)

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: فقال الشیخ ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ امام اہل السنۃ سمعت الامام ابا العباس بن سریج یقول: الصدیق فی القرآن فی هذه الآیة قال لان اهل العلم اجمعوا علی انه لم یکن بعد نزولها قتال دعوا الیه الا دعاء ابی بکر لهم وللناس الی قتال اهل الردة ومن منع الزکوة قال فدل ذلک علی وجوب خلافة ابی بکر و افتراض طاعته اذا خبر اللہ ان المتولی عن ذلک یعذب عذابا الیما۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹ مطبوعہ ملتان)

ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔"

اثبات خلافت راشدہ

صاحب تفسیر نور العرفان فرماتے ہیں کہ

"چنانچہ رب نے یہ وعدہ پورا فرمایا کہ عہد صدیقی و فاروقی میں روم و فارس کے ملک فتح ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ عہد صدیقی دو برس تین ماہ، خلافت فاروقی دس سال چھ ماہ، خلافت عثمانی بارہ سال، خلافت حیدری چار سال نو ماہ، امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔

ان فتوحات و امن کے وعدے اس بناء پر ہیں کہ یہ لوگ عقائد و اعمال میں درست ہیں چنانچہ ان بزرگوں نے استقامت فی الدین کی مثال قائم فرما دی اور رب تعالیٰ نے اپنا وعدہ کما حقہ پورا فرمایا۔" (تفسیر نور العرفان ص ۵۷۰ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

صاحب تفسیر خازن علامہ امام علاء الدین البغدادی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

و فی الآیة دلیل علی صحة خلافة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و الخلفاء الراشدین بعدہ لان فی ایامھم کانت الفتوحات العظیمة و فتحت کنوز کسریٰ و غیرہ من الملوک وحصل الامن و التمکین و ظهور الدین۔

(خازن شریف ماتحت آیت مذکورہ)

آیت کریمہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی خلافت کے درست اور حق ہونے پر دلیل ہے اس لیے کہ ان کے دور میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزائن کی فتوحات حاصل ہوئیں حصول امن و تمکین اور ظہور اسلام ہوا۔

علامہ نسفی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

استخلاف (لیستخلفنهم) میں مراد "استخلف ابوبکر" ہے۔ (تفسیر نسفی)

یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ میں مومنین صالحین کو ضرور زمین میں خلیفہ بناؤں گا حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنادیا۔

حافظ ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ

"یہ آیت خلافت صدیقی پر منطبق ہوتی ہے اور ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر ولایت تو کتاب اللہ میں موجود ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (الآیت)

"یہ آیت خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے کیونکہ امن کا حصول اور خوف کا ازالہ اور دین کی تقویت انہی کی خلافت میں ہوئی استخلاف کے وعدہ سے مراد خلافت و امامت ہے پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنانے والے اور خود خلیفہ و امام ہیں۔" (الصواعق المحرقہ[1])

آیت نمبر ۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو قال ابن کثیر هذه الآية منطبقة على خلافة الصديق و اخرج ابن ابی حاتم فی تفسيره عن عبدالرحمن بن عبدالحميد المهری قال ان ولاية ابی بكر و عمر فی كتاب الله يقول الله تعالىٰ "وعد الله الذين أمنوا منكم و عملوا الصلحت يستخلفنهم فی الارض (الآية)" ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

اسی صفحہ پر اسی قول کے حاشیہ میں ہے کہ وان كانت تطبق على خلافة الخلفاء الثلاثة لحصول الأمن و ازالة الخوف و تقوية الدين فی خلافتهم والوعد بالاستخلاف هو الخلافة والامامة فابو بكر مستخلف و خليفة و امام ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا وَّیَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۚ (الحشر:۸)

''ان ہجرت کرنے والے فقیروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔''

صاحب تفسیر نور العرفان حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں کہ ''اس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کی خلافت برحق ہے کیونکہ ان خلافتوں کو سارے مہاجرین و انصار نے حق کہا اور وہ سب سچے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۸۷۲-۸۷۳ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

خلافت صدیقی پر نص قطعی

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور جس کے صدق کے بارے خود اللہ تعالیٰ گواہی دے اس کی تکذیب نہیں کی جا سکتی اس سے لازم آیا کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے جو حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول کہا وہ سچے تھے اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے اسے خطیب نے ابوبکر عیاش سے بیان کیا ہے مگر یہ حسن کا استنباط ہے جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔''

(الصواعق المحرقہ[1])

---

[1] اصل متن یہ ہے: قولہ تعالیٰ "للفقرآء المھٰجرین الخ" وجہ الدلالۃ ان اللہ تعالیٰ سماھم صادقین ومن شھد لہ سبحانہ و تعالیٰ بالصدق لایکذب فلزم ان ما اطبقوا علیہ من قولھم لابی بکر خلیفۃ رسول اللہ صادقون فیہ فحینئذ کانت الآیۃ ناصۃ علی خلافتہ: اخرجہ الخطیب عن ابی بکر بن عیاش وھو استنباط حسن کماقالہ ابن کثیر۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آیت نمبر ۵:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(الفاتحہ:۵-۶)

ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

سیدنا ابو بکر الصدیق امام الصدیقین ہیں (رضی اللہ عنہ)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جسے امام ابن حجر نے الصواعق المحرقہ میں نقل فرمایا:

''یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تقدیر دوسری آیت میں بیان ہوئی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ لوگوں کا بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء)

انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان پر نبیوں میں سے اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں سے۔

اور بلاشبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیقوں کے سردار ہیں اور اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے جس پر حضرت ابو بکر اور دوسرے صدیقین تھے اگر حضرت ابو بکر (معاذ اللہ تعالیٰ) ظالم ہوتے تو آپ کی اقتداء کرنا جائز نہ ہوتا پس ہماری بات ثابت ہوگی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت پر دال ہے۔[1]

---

[1] اصل متن ملاحظہ ہو: قال الفخر الرازی هذه الآية تدل علی امامة ابی بکر (رضی الله عنه) لانه ذکر تقدير الآية "اهدنا الصراط المستقيم ○ صراط الذين انعمت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت نمبر ۶:

ارشاد ربانی ہے کہ

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل: ۱۷تا۲۱)

اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بے مثال مناقب

ان آیات کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

(بقیہ حاشیہ) علیھم" واللہ تعالٰی قد بین فی الآیۃ الاخری ان الذین "انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین و الشھداء والصالحین" ولاشك ان راس الصدیقین و رئیسھم ابوبکر رضی اللہ عنہ فکان معنی الآیۃ ان اللہ تعالٰی امران نطلب الھدایۃ التی کانت علیھا ابوبکر و سائر الصدیقین ولو کان ابوبکر رضی اللہ عنہ ظالما لماجاز الاقتداء بہ فثبت مماذکرناہ دلالۃ ھذہ الآیۃ علی امامۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ (الصواعق المحرقہ ص۲۰)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کی تفسیر کبیر جلد اول، ص۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور پر من و عن یہ حوالہ موجود ہے جسے صاحب الصواعق المحرقہ نے نقل فرمایا ہے آخر میں یہی الفاظ موجود ہیں کہ

"فثبت مماذکرناہ دلالۃ ھذہ الآیۃ علی امامۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ۔"

"پس ہماری بات (اس سے جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے) ثابت ہوگئی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد اول، ص۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

''ان آیتوں میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے بہت مناقب ارشاد ہوئے ایک ان کا دوزخ سے بہت دور رکھا جانا، یا اس طرح کہ دنیا میں نہ کوئی گناہ سرزد ہوا نہ ہوگا قبرو حشر میں دوزخ سے اتنا فاصلہ کہ وہاں کی گرمی تو کیا آواز بھی نہ آئے۔ رب فرماتا ہے ''لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا''۔ یا اس طرح کہ ان کی اولاد بلکہ تاقیامت ان کے ماننے والوں کو دوزخ سے نجات ہوگی (الاتقٰی) یہ حضرت ابوبکر کی دوسری منقبت ہے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ساری امت محمدیہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے متقی و پرہیز گار ہیں کیونکہ اتقٰی مطلق ارشاد ہوا اور دوسرے یہ کہ بعد انبیاء ابوبکر صدیق کا بڑا پرہیز گار ہونا بھی قرآن سے ثابت اور بڑے پرہیز گار کا افضل ہونا بھی قرآن سے ثابت لہٰذا افضیلت صدیق قطعی ہے اس کا منکر گمراہ ہے اس لیے رب نے انہیں ''اُولُوا الْفَضْلِ'' فرمایا ہے ''وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ'' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مرض وفات میں تمام صحابہ کی امامت کے لیے منتخب فرمایا تیسرے یہ کہ جو شخص یا تاریخ حضرت صدیق کا عیب بیان کرے وہ جھوٹی ہے کہ قرآن کے خلاف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صدقات و خیرات قبول ہیں کیونکہ یہاں ''یؤتی'' مضارع فرمایا گیا ہے جو دوام تجددی چاہتا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال غزوۂ تبوک کے موقع پر خیرات کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال ایسا خرچ کرتے تھے جیسے باپ سعادت مند بیٹے کا مال بے تأمل خرچ کرتا ہے۔ مسجد نبوی کی زمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وقف کی جس پر آج گنبد خضریٰ، جنت کی کیاری، منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ واقع ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور بہت سارے غلاموں کو آزاد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر صدقہ میں اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے جس کی اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے۔

بعض کفار مکہ نے کہا تھا کہ شاید حضرت بلال یا امیہ بن خلف کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان ہوگا جس کے بدلہ میں انہوں نے اتنی گراں قیمت میں حضرت

بلال کو خرید کر آزاد کیا ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ حضرت صدیق پر تم میں سے کسی کا فر یا حضرت بلال کا احسان نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت بلال کو صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر خرید کر آزاد کیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کا مژدہ سنا دے گا "وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔" (رضی اللہ عنہم)

(خلاصہ تفسیر نور العرفان ص ۹۸۳-۹۸۴ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

ان آیات مبارکہ کی شان نزول میں شیعہ وسنی تمام مفسرین نے مندرجہ ذیل واقعہ پر اتفاق کیا ہے کہ

"جب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خطیر وکثیر رقم ادا کر کے خرید لیا اور پھر آزاد بھی فرما دیا تو کفار مکہ نے یہ مشہور کرنا چاہا کہ شاید حضرت بلال یا امیہ بن خلف کا حضرت ابو بکر پر کوئی احسان ہوگا جس کے بدلے آپ نے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے حضرت بلال کو آزاد کروایا ہے تو ان کافروں کی تردید میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں فضائل صدیقیہ کے سمندر موجزن ہونے کے ساتھ ساتھ ان کافروں کے اس ناپاک منصوبہ کو خاک میں ملاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ذات صدیق اکبر اس قدر عظیم ومبارک ہے کہ اس پر کسی انسان کا (سوائے ان کے آقا ومولا کے) کسی قسم کا کوئی احسان نہیں ہے (بلکہ ایک حدیث پاک میں سرور عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ امت مصطفویہ کو حضرت ابو بکر کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ اسے اپنے مقام پر "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں" بیان کیا جائے گا) بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو محض خوشنودئ خدا اور رضائے الٰہی کی خاطر خرید کر آزاد کیا ہے۔"

اللہ اکبر! کیا شان رفیع ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ جن

کے دشمنوں کا منہ بند کرنے کے لیے خود ذات الٰہی نطق فرما رہی ہے کہ " وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝" اور پھر اس کے بدلے اپنی رضا کا مژدہ بھی سنا رہی ہے کہ "وَلَسَوْفَ يَرْضٰى" بالکل ایسے ہی جیسے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ:۵)

یرضٰی اور ترضٰی کا لطف اہل عشق ہی اٹھا سکتے ہیں۔

شیعہ مفسر کا اعتراف

معروف شیعہ مفسر صاحب تفسیر مجمع البیان نے بھی ان آیات کریمہ کی شان نزول یہی رقم فرمائی ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

"ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) نے کہا یہ آیت حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے ہی حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ جیسے مسلمان ہونے والے غلاموں کو ان کے کافر مالکوں سے خرید کر آزاد کیا تھا۔" (تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۵، ص ۵۰۱)

گویا شیعہ حضرات نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑا متقی (الاتقٰی) تسلیم کر لیا اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ آپ کو جہنم سے دور رکھا جائے گا کیونکہ یہ دونوں امور ان آیات میں مذکور ہیں کہ "سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى"۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایقان کا ایمان کا

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

"بزار نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ابن جریر، ابن المنذر آجری اور ابن حاتم نے عروہ سے اور حاکم نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی

ہے اور اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا۔" (الصواعق المحرقہ[1])

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "الاتـقٰی" سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ[2] ہیں اور تفضیل[3] کا صیغہ خصوصیت کا متقاضی ہے اور جو اسے عام قرار دے گا اسے اتـقٰی کی تاویل تقی سے کرنی پڑے گی اور یہ قطعی طور پر مجاز ہے اور مجاز اصل کے خلاف ہوتا ہے اور بغیر دلیل کے اسے اختیار نہیں کیا جا سکتا اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ دلیل اس کے معارض ہے جو سبب نزول اور اجماع مفسرین ہے "الاتـقٰی" میں لام عہد کا ہے۔ اس بارے امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الحبل الوثیق فی نصرة الصدیق" ہے۔"

حضرت محدث ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ تمام امت میں سب سے بڑے متقی ہیں (الاتـقٰی) اور "اتـقٰی" اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] اصل متن ملاحظہ ہو: الآیة نزلت فی ابی بکر کما اخرجه البزار عن الزبیر بن العوام و ابن جریر و ابن المنذر والآجری و ابن ابی حاتم عن عروة والحاکم عن ابن اسحاق و قال صحیح علی شرط مسلم۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2]، [3] اصل عبارت یہ ہے: و قال الفخر الرازی اجمع المفسرون علی ان المراد بالاتقی ابو بکر (تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۱ ص ۱۸۷)

وصیغة التفضیل تقتضی الخصوص ومن عممها احتاج الی تاویل الاتقی بالتقی وهو مجاز قطعا والمجاز خلاف الاصل ولا یصار علیه الا بدلیل ولا دلیل بل الدلیل یعارضه وهو سبب النزول و اجماع المفسرین فاللام للعهد والسیوطی فی ذلک رسالة "الحبل الوثیق فی نصرة الصدیق۔" (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ ملتان)

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ۔(الحجرات)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔''

(یعنی جو اتقیٰ ہے وہی اکرم ہے) پس نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بقیہ ساری امت سے افضل ترین ہیں۔[1]

بعض لوگ اس آیت کو حضرت مولائے کائنات (کرم اللہ وجہہ) کے فضائل پر منتج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو صاحب صواعق محرقہ نے نقل فرمایا ہے۔

''اس آیت کو حضرت علی پر حمل کرنا ممکن نہیں جیسا کہ بعض جہلاء نے افتراء کے طور پر ان کی مخالفت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی) اس کو حضرت علی پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی پرورش کی اور یہ ان پر آپ کا احسان ہے یعنی (ایسا احسان جس کی جزا دی جائے گی) اور جب حضرت علی اس آیت کے مفہوم سے خارج ہو گئے تو حضرت ابو بکر کا تعین ہو گیا کیونکہ آپ کے ''اتقٰی'' ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ (اتقٰی) دونوں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ) میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی اور ان کے علاوہ۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات آدمیوں کو آزاد کروایا جنہیں صرف اسی بناء پر عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ توحید الٰہی کو مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] فقال ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر ففیها التصریح بانه اتقی من سائر الامة والاتقی هو الاکرم عند الله لقوله تعالیٰ ''ان اکرمکم عند الله اتقاکم'' والاکرم عند الله هو الافضل فنتج انه افضل من بقیه الامة ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ الخ[1]

تو ان آزاد کردہ غلاموں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف حصول رضائے الٰہی کے لیے خرید کر آزاد فرمایا تھا نہ کہ ان میں سے کسی ایک کا آپ پر کوئی احسان تھا لہٰذا آپ ہی ان آیات بینات کے صحیح ترین مصداق ہیں یہی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۝ تا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ کی درست تفسیر و تاویل ہے جس سے آپ کا تمام امت سے افضل و امجد اور اشرف و اکرم ہونا سورج کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

آیت نمبر ۷:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ (الیل: ۱تا۴)

رات کی قسم ہے جب چھائے اور دن کی جب چمکے اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"یہ آیات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت، امیہ بن خلف پر عتاب کے لیے اتریں۔" (تفسیر نور العرفان ص ۹۴۹)

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر

---

[1] اصل متن عربی ملاحظہ ہو: ولا یمکن حملها علی علی خلافا لما افتراء بعض الجهله لان قوله "وما لاحد عنده من نعمة تجزی" یصرفه عن حمله علی علی لان النبی صلی الله علیه وسلم رباه فله علیه نعمة ای نعمة تجزی و اذا خرج علی تعین ابوبکر للاجماع علی ان ذلك الاتقی هو احدهما لا غیر واخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابابکر اعتق سبعة کلهم یعذب فی الله فانزل الله قوله "وسیجنبها الاتقی الی آخر السورة"۔

(الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس ۱۰ اوقیوں میں خریدا اور پھر انہیں رضائے الٰہی کے لیے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ابو بکر اور امیہ وابی کی مساعی آپس میں بڑا فرق رکھتی ہیں۔[1]

آیت نمبر ۸:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ۔ (التوبہ:۴۰)

دونوں کا دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

یارِ غارِ مصطفیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت نے ارشاد فرمایا:

''ثانی اثنین اخرجه کی ہٗ ضمیر سے حال ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ مشرکین نے اس حال میں نکالا کہ وہ دو میں کے ایک تھے یعنی ابو بکر صدیق کو بھی نکالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں۔ لفظ یار غار اس آیت (اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ) سے نکلا آج بھی ولی و دوست اور باوفا یار کو یار غار کہا جاتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۳۰۸ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

---

[1] اصل متن ملاحظہ ہو: اخرج ابن ابی حاتم عن ابن مسعود ان ابابکر اشتری بلالا من امیة بن خلف ببردة و عشرة اواق فاعتقه لله فانزل الله هذه الآیة ای ان سعی ابی بکر و امیة و ابی لمفترق فرقانا عظیما فشتان ما بینهما۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ ملتان)

صحابیت صدیق اکبر قطعی، یقینی اور قرآنی ہے (رضی اللہ عنہ)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت قطعی ایمانی قرآنی ہے لہٰذا اس کا انکار کفر ہے دوسرے یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا ہے کہ انہیں رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی فرمایا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مصلیٰ پر امام بنایا آپ چار پشت کے صحابی ہیں والدین بھی خود بھی ساری اولاد بھی اولاد کی اولاد بھی صحابی جیسے یوسف علیہ السلام چار پشت کے نبی یہ آپ کی خصوصیت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے رب تعالیٰ انہیں دوسرا بنا چکا پھر انہیں تیسرا یا چوتھا کرنے والا کون ہے؟ وہ تو قبر میں بھی دوسرے ہیں حشر میں بھی دوسرے ہوں گے۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۳۰۸ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

منکر صحابیت صدیق اکبر کافر ہے (رضی اللہ عنہ)

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں (لصاحبہ میں) صاحب سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور جو شخص آپ کی صحبت (صحابیت) کا انکار کرتا ہے تو اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی[1] اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ''فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِ'' میں ضمیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے اور جب ضمیر کو ہر اس بات کے مناسب لوٹایا جائے جو

---

[1] اصل عبارت ملاحظہ ہو: اجمع المسلمون علی ان المراد بالصاحب هنا ابوبکر و من ثم من انکر صحبة کفر اجماعا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آپ کی شان کے مطابق ہے تو "وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا" آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان اس بات کے لیے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالف ہونے کے اسے آپ پر محمول نہ کرتے۔[1]

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی تفسیر

تفسیر حضرت امام حسن عسکری میں مروی ہے کہ جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل (شہید) کرنے کا منصوبہ بنایا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ رسالت ہوئے اور خداوند قدوس کا یہ پیغام دیا کہ "و امرك ان تستصحب ابابكرٍ" اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا مصاحب بنائیں۔

(تفسیر امام حسن عسکری ماتحت آیت مذکورہ)

مزید فرماتے ہیں کہ

"ہجرت کا سفر مشکلات' ایذاؤں اور صعوبتوں کا سفر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں رفاقت سفر کے لیے نبی علیہ السلام کو فرمایا کہ ابوبکر لائق ترین شخص ہیں انہیں ساتھ لے کر جائیے۔"

"و امرك فانه ان انسك و ما عدك وادرك كان فى الجنه من رفقائك۔" (تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۱۳)

چند سطور آگے چل کر یہ بھی مرقوم ہے کہ

"پھر نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تو اس سفر میں میرے ساتھ رہے اور کفار جس طرح مجھے قتل کرنے کے لیے تلاش کریں تجھے

[1] و اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس ان الضمير فى فانزل الله سكينة عليه لابى بكراى ولا تنافيه وايده بجنود لم تروها ارجاعا للضمير فى كل الى مايليق به وجلالة ابن عباس قاضية بانه لولا علم فى ذلك نصالما حمل الآية عليه مع مخالفة ظاهرة له۔ (الصواعق المحرقۃ ص ۲۶)

بھی تلاش کریں اور یہ بھی مشہور و معروف ہو کہ تو نے ہی شرک کے خلاف توحید والوہیت اور رسالت ونبوت کے دعویٰ پر مجھے آمادہ کیا اور میں جو کچھ کر رہا ہوں تیرے ہی کہنے پر کر رہا ہوں اور میری دوستی ورفاقت کے باعث تجھ پر طرح طرح کے عذاب پڑیں چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو وہ ہوں کہ اگر جناب کی محبت و انس میں شدید تر سے شدید تر اور اشد تر سے اشد بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا جاؤں اور قیامت کے روز تک ان میں پھنسا رہوں مجھے موت بھی نہ آئے جو ان مصائب سے نجات کا سبب بنے اور نہ کسی قسم کی کشائش ملے جو ان مصائب سے رہائی دلائے اور یہ سب مصائب آپ کی محبت میں ہوں تو مجھے زیادہ پسند ہے دنیا کی عیش وعشرت سے اور دنیا کی خوشحالی کی زندگی کی نسبت اور اس دنیا میں اگر تمام بادشاہوں کی حکومتوں اور سلطنتوں کا مالک بن جاؤں آپ کی مخالفت کی صورت میں زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں میرے اہل وعیال، اقرباء، رشتہ دار اولاد ووالدین سب آپ پر قربان ہوں۔"

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۱۳)

ملاں باقر مجلسی معروف مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ

"اللہ رب العزت نے اے نبی! آپ کو حکم دیا ہے کہ جناب ابوبکر کو ساتھ لے جائیے۔" (حیات القلوب جلد نمبر ۲، ص ۳۲۰ از ملاں باقر مجلسی مجتہد شیعہ)

معروف شیعہ عالم قاضی نوراللہ شوشتری نے لکھا:

"بہر حال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور ابوبکر کو اپنے ساتھ لے جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بغیر نہ تھا۔" (مجلس المومنین ص ۲۰۲)

ملاں باذل مرزا نے لکھا:

"ہرگاہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرا سے نکلے تو پہلے درخانہ ابوبکر ابن ابی قحافہ پر آئے کسی واسطے سے ابوبکر کو پہلے آپ نے مطلع کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ چلنا پس آپ نے آواز دی اور گھر سے بلا کر اپنے ہمراہ لیا۔

جب شہر سے باہر نکلے تو یثرب کا راستہ پیش نظر رکھا حضرت رسول خدا نے
نعلین مقدس کو پاؤں مبارک سے نکال لیا اور پابرہنہ راہی سفر ہوئے یہ حال
دیکھ کر ابوبکر نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شانے پر بٹھا لیا تھوڑی دور
اور چلے ناگاہ صبح کے آثار نمودار ہوئے مجبوراً لب راہ ایک جائے پناہ تلاش
کی اس دشت میں ایک غار نظر آئی جسے عرب کے لوگ غار ثور کہتے تھے آخر
کار بوجہ خوف اسی غار میں پناہ لی پہلے حضرت ابوبکر اس غار میں داخل
ہوئے وہاں بہت سوراخ تھے اپنی قبا پھاڑ پھاڑ کر سوراخ بند کیے ایک سوراخ
رہ گیا تو مردانہ وار اپنا قدم اس میں استوار کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
بھی غار میں تشریف فرما ہوئے اور آسودہ ہو کر بیٹھے۔" (غزوات حیدری ص ۶۵)

ایک اور مقام پر یہی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

چوں نزدیک آں قوم پر مکر رفت
بسوئے سرائے ابوبکر رفت

(حملہ حیدری ص ۵۱)

اور یہی شخص لکھتا ہے کہ
"حضرت ابوبکر کا بیٹا ہر روز شام کے وقت کھانا اور پانی لاتا تھا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تو نہایت وفادار اور صاف وشفاف ہے۔"

(غزوات حیدری ص ۶۶)

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ
"نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے (حسب حکم باری تعالیٰ) اپنا بستر اور
امانتیں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیں اور خود حضرت سیدنا ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت

لے کر پہلے غار میں داخل ہوئے اور غار کے تمام سوراخوں کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ سارے زائد کپڑے ختم ہو گئے اور ابھی تک ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑھی رکھ کر اسے بھی بند کر دیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے صبح ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! تمہارے وہ کپڑے کہاں ہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تمام کے تمام غار کے سوراخوں میں استعمال ہو گئے ہیں یہ بات سن کر آقائے دوعالم نے اپنے دست اقدس بارگاہ ایزدی میں اٹھائے اور عرض کیا "اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیمۃ" یااللہ! بروز قیامت ابوبکر کو میرے ساتھ میرے درجے میں فرمادے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے۔"

(الوفاباب الہجرت ص ۲۳۵-۲۳۶ از محدث ابن جوزی)

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ

"اس آیت کریمہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی رسول ہونے پر نص موجود ہے اور آپ کے علاوہ کسی بھی صحابی کی صحابیت اس طرح نص سے ثابت نہیں ہے "اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ" سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں اس پر اس طرح اجماع ہے جس طرح "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" بعبدہ پر اجماع ہے کہ اس سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر کافر ہے۔"

(تفسیر روح المعانی ماتحت آیت مذکورہ)

صاحب تفسیر خازن علامہ علی البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن

فضل نے فرمایا:

من قال ان ابابکر لم یکن صاحب رسول اللہ فھو کافر ۔

(تفسیر خازن ماتحت آیت مذکورہ)

جس شخص نے کہا کہ ابوبکر صحابی رسول نہیں ہیں وہ کافر ہے۔

صاحب تفسیر نسفی فرماتے ہیں کہ

من انکر صحبة ابی بکر فقد کفر لانکارہ کلام اللہ ۔

(تفسیر نسفی ماتحت آیت مذکورہ)

صحابیت صدیق کا منکر اس لیے کافر ہے کہ اس نے کلام اللہ "اذ یقول لصاحبہ" کا انکار کر دیا۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے منقبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پڑھی

طبرانی نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنایئے میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا:

و ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من البریة لم یعدل بہ رجلا

وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ السلام کا ثانی اثنین تھا جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیرا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ (سوائے انبیاء

کے) نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسان تو نے سچ کہا ہے ابوبکر ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے۔[1] (الصواعق المحرقہ)

ابن عساکر نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب مسلمانوں سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ناراضگی سے خارج ہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (الآیت)

اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کفار نے انہیں نکالا اور ثانی اثنین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو نکالا۔[2]

(الصواعق المحرقہ)

---

[1] اصل متن یوں ہے: والطبرانی عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان "هل قلت فی ابی بکر شیئاً؟" فقال نعم فقال "قل وانا استمع" فقال

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من البریة لم یعدل به رجلا

فضحك صلی اللہ علیه وسلم حتی بدت نواجذه ثم قال "صدقت یا حسان هو کما قلت" (الصواعق المحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] اصل عبارت یہ ہے: اخرج ابن عساکر عن ابی عیینة قال: عاتب اللہ المسلمین کلهم فی رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) الا ابابکر وحده فانه خرج من المعاتبة ثم قرء "الا تنصروه فقد نصره اللہ ثانی اثنین اذهما فی الغار" (الآیة) (الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اسبق ہیں

حضرت مولائے کائنات سرکار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد مبارک

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی تائید و تصدیق حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کرتی ہے کہ "حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا اے امیر المؤمنین! مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر سبقت کیسے کی؟ جبکہ آپ ان سے اسبق ہیں اور آپ کی سبقت ان سے زیادہ روشن ہے۔"

حضرت حسن بصری کہتے ہیں۔کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (اس شخص کو جواب میں) فرمایا:

"تیری بربادی ہو! ابو بکر مجھ سے چار باتوں میں سبقت رکھتے ہیں جن میں سے مجھے کوئی نہیں پہنچی وہ مجھ سے اسلام لانے میں سبقت رکھتے ہیں اور انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی"۔

وہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب تھے۔

وہ نماز قائم کرنے میں اسبق ہیں، اس روز میں شعب میں اسلام کے اظہار و اخفا میں تھا، قریش میری تحقیر کرتے تھے۔

خدا کی قسم! اگر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ چھوڑ دیتے تو دونوں طرف دین نہ پہنچتا اور لوگ کرعۂ طالوت کی طرح کرعہ ہوتے۔

اور فرمایا: تجھ پر افسوس! بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل نے لوگوں کی مذمت کی ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ

اِذْھُمَا فِی الْغَارِ (الآیت)"[1]

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ اردو ص۱۵۶-۱۵۷مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت "اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (الآیت)

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ ہم غار میں تھے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ کے نشانات قدم دیکھنا چاہے تو اسے میرے قدموں کے نیچے نظر آئیں آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! کیا تیرا گمان ہے کہ ہم دو ہیں "ہمارا تیسرا اللہ ہے" اس روایت کی تخریج حاکم نے کی ہے"[2]

(الریاض النضرہ جلد اول، ص۱۸۲-۱۸۳)

---

[1] اصل عربی متن ملاحظہ ہو: ویؤید ذلك ماروی عن الحسن (البصری) قال: جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال: یا امیر المؤمنین کیف سبق المهاجرون والانصار الی بیعة ابی بکر و انت اسبق منه سابقة و أوری منه منقبة؟ قال فقال علی: ویلك ان ابابکر سبقنی الی اربع لم اوتهن ولم اعتضن منهن بشیء: سبقنی الی افشاء الاسلام: وقدم الهجرة: مصاحبة فی الغار واقام الصلوٰة و انا یومئذ بالشعب یظهر الاسلام و اخفیه وتستحقرنی قریش و تستوفیه والله لوان ابابکر زال عن مزیة مابلغ الدین العبرین: یعنی الجانبین ولکان الناس کرعة ککرعة طالوت: ویلك: ان الله عزوجل ذم الناس ومدح ابابکر فقال "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ" الآیت کلها

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص۸۹ عربی از علامہ محب طبری مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[2] اصل عربی عبارت یہ ہے: وعن انس ان ابابکر رضی الله عنه حدثهم قال قلت للنبی صلی الله علیه وسلم و نحن فی الغار لواراد احدهم ان ینظر الی قدمیه لأبصرنا تحت قدمیه فقال صلی الله علیه وسلم: یا ابابکر ماظنك باثنین الله ثالثهما: خرجه ابوحاتم.

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص۱۰۴ عربی)

حضرت قاسم بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی روایت "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ" (الآیت) ابوبکر ساتھ ساتھ ہوتے

علامہ محب طبری کہتے ہیں کہ: "حضرت قاسم بن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مجلس میں کہا۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہی ان کے ساتھ ہوتے۔"

قاسم نے کہا "اے برادر! قسم نہ کھائیں بلکہ ٹھہر جائیں اور یہ کہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ (الآیت)

اس روایت کی تخریج ابوعمر نے کی"[1] (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۲۱۴-۲۱۵ اردو)

کون ہے جو ان کی مثل تیسرا ہے؟: ارشاد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

علامہ محب طبری نے لکھا کہ ایک روایت میں ہے:

"جب انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ سے ہوگا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: کون ہے جو اس کی مثل تیسرا ہے؟

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ج"[2] (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۲۰۶)

---

[1] وعن القاسم بن ابی بکر الصدیق وقد قال فی مجلسہ رجل ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موطن الا وعلی معہ فیہ: فقال القاسم یا اخی لاتحلف قال ھلم قال بلی مالا تردہ قال اللہ تعالیٰ "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ" خرجہ ابو عمر
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۲۵ عربی مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[2] وفی روایۃ لما قالت الانصار منا امیر و منکم امیر قال عمر ابن الخطاب من لہ مثل ھذہ الثلاث ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ج
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۲۲۴-۲۲۵)

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ سے مراد خدا کی قسم صدیق اکبر ہیں خود آپ کا ارشاد

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے علامہ محب طبری نے اس آیت کی تصریح میں تحریر فرمایا ہے کہ ''بلا اختلاف ''ثَانِيَ اثْنَيْنِ'' دونوں میں ایک سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مراد ہیں جیسا کہ صحیحین میں غار کے واقعہ میں بیان ہوا۔[۱]

حضرت عمرو بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا سورۂ توبہ کون پڑھے گا؟ ایک شخص نے کہا میں اور جب وہ ''اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ'' پر پہنچا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا ''خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی میں تھا۔''[۲]

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ یعنی آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر سکینہ نازل کیا گیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سے پہلے ہی سکینہ تھا۔''[۳]

(الریاض النضرہ اردو ص۳۰۲ مطبوعہ فیصل آباد)

---

[۱] اصل متن ملاحظہ ہو: منها قوله تعالى "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ" الآية لاخلاف بان المراد باحد الاثنين ابوبكر وانه المراد لصاحبه وقد تقدم فى قصة الغار من الصحيحين و غيرهما (الریاض النضرہ جلد اول، ص۱۷۷)

[۲] وعن عمرو ابن الحارث ان ابابكر قال ايكم يقرء سورة التوبة قال رجل انا فقرا فلما بلغ "اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ" فبكى ابوبكر و قال انا و الله صاحبه (ایضاً ص۱۷۸)

[۳] وقال ابن عباس فى قول تعالى "فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ" يعنى على ابى بكر فاما النبى صلى الله عليه وسلم فكانت السكينة عليه قبل ذلك (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص۱۷۸ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت حسن (بصری) رحمۃ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم اس آیت (اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام اھل ارض کو عتاب فرمایا ہے۔''[۱]

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۱۷۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

معلوم ہوا کہ ساری امت مصطفویہ میں سب سے افضل و بے مثال ذات مبارکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے اور اگر کسی عاشق نے ''لصاحبہ'' سے لطف اندوز ہونا ہو تو وہ سورۃ النجم میں ''مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ'' پر غور کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ''صَاحِبُكُمْ'' فرمایا اور محبوب کے محبوب کو ''لصاحبہ'' کے لقب سے نوازا ہے ایسا کیوں نہ ہو کہ شب معراج حریم قدس یعنی قرب خاص کے مقام پر صرف ذات خدا تھی اور اس کا تنہا مشاہدہ کرنے والی ذات مصطفیٰ تھی اور وہ کیفیت بھی ایسی تھی کہ ''مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی'' بس نظر جمائی اور دیکھتے ہی چلے گئے خدا کو ہی معلوم ہے کہ کتنے ہزار برس اسی کیفیت میں بیت گئے وہ اپنا آپ دکھاتا رہا اور ''صاحبکم'' اسے دیکھتا رہا۔

ایسے ہی غار کے اندر شب ہجرت قرب خاص حریم ناز مصطفویہ کے مقام پر صرف ایک ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی اور اس کا تنہا مشاہدہ فرمانے والا سید الصدیقین تھا اور وہ کیفیت بھی جذب و مستی کی کیفیت تھی کہ شب معراج کی کیفیات و شخصیات بھی یہاں جلوہ ریز تھیں جیسا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے ظاہر ہے سانپ ڈستا رہا مگر میرے صدیق اکبر نے نظر جمائی اور دیکھتے ہی چلے گئے یہ تو دیکھنے والا جانتا ہے یا دکھانے والا کہ درحقیقت یہ کتنا عرصہ تھا مگر کائنات کے لیے وہی ''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا'' والی ہی مثال ہے کہ ہزاروں برس گزر گئے مگر فرمایا ''رات کا قلیل ترین حصہ ہی گزر پایا۔''

---

[۱] وعن الحسن قال واللہ لقد عاتب اللہ عزوجل اھل الارض جمیعا بھذہ الآیت الا ابابکر خرجہ فضائلہ وعن الشعبی مثلہ خرجہ الواحدی۔

صدیق کی چاہت دیرینہ تھی کہ "النظر الی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم" نگاہ میری ہو چہرہ مصطفیٰ کا ہو اور میں بلا توقف تکوں اور تکتا ہی جاؤں تو اسی کیفیت جذب و مستی کو مصاحبت سے تعبیر کرتے ہوئے ذات باری نے فرمایا:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ جب وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صاحب سے فرما رہے تھے تو یہ ہے صحابیت صدیق اکبر جو نص قرآنی سے ثابت ہے دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحابیت میں ذرہ برابر شک نہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی دلیل کی بنا پر ثابت ہے مگر اس طرح بالصراحت نص قطعی سے ثابت نہیں ہے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہے "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" میں معیت کا اثبات ہے تو معیت و صحابیت میں فرق ہے اور اگر معیت سے صحابیت ثابت ہے تو اکثر مفسرین نے اس سے مراد بھی سیدنا صدیق اکبر کی ذات بابرکات کو ہی لیا ہے ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔"

علامہ محب طبری نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے اپنے آباء کرام سے روایت کیا ہے کہ "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں[۱] (تفصیل آئندہ آرہی ہے)

آیت نمبر ۹:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الزمر:۳۳)

---

[۱] وعن جعفر بن محمد عن ابائه فی قوله تعالیٰ "محمد رسول الله والذین معه" ابو بکر (رضی الله عنه) (الریاض النضرة فی مناقب العشرة جلد اول ص ۲۵ مطبوعہ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

''اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔''

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''صواعق محرقہ میں بروایت ابن عساکر فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت یوں ہے ''وَالَّذِیْ صَدَّقَ بِہٖ'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ ''سچائی لانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصدیق کرنے والے ابوبکر صدیق ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۷۳۲ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

''بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حق کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ابن عساکر کہتے ہیں کہ ایک روایت بالحق کے ساتھ بھی آئی ہے شائد یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔''[1]

وَصَدَّقَ بِہٖ سے مراد سیدنا صدیق اکبر ہیں (رضی اللہ عنہ)

مشہور شیعہ تفسیر ''قمی'' میں موجود ہے کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(تفسیر قمی جلد نمبر ۲، ص ۱۹)

---

[1] اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو: اخرج البزار وابن عساکر ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی تفسیرھا الذی جاء بالحق ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذی صدق بہ ابوبکر: قال ابن عساکر ھکذا الروایۃ بالحق ولعلھا قراۃ لعلی (رضی اللہ عنہ)

(الصواعق المحرقہ ص ٦٦ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

ایسے ہی دوسری شیعہ تفسیر ''مجمع البیان جلد دوم، ص ۳۲۱'' پر مرقوم ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں خود مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

انه قال وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ "محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم" والذی صدق به "ابوبکر رضی الله عنه"

(تفسیر نسفی، تفسیر خازن وغیرہ ماتحت آیت مذکورہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ'' (تو وہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی (وہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

تقریباً تمام مفسرین کرام نے ''وَصَدَّقَ بِهٖ'' سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کو ہی لیا ہے اور سب نے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے تفسیر فرمائی ہے ملاحظہ ہو علامہ محب طبری لکھتے ہیں کہ

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''جَآءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَکْرٍ'' جاء بالصدق ''محمد'' اور وصدق به ابوبکر ہیں۔''[1]

ایسے ہی امام رازی نے تفسیر کبیر میں امام سیوطی نے درمنثور میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں تحریر کیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ تفاسیر، تواریخ وسیر کی کتب میں یہ حدیث سورج کی طرح چمک رہی ہے جس کا مفہوم

---

[1] عن علی قال: جاء بالصدق محمد صلی الله علیه وسلم و صدق به ابوبکر

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۷۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

یہی روایت تمام مفسرین نے نقل کی ہے اور ایک روایت میں صدق بہ سے مراد حضرت علی بھی ثابت ہیں فقیر سرور

یہ ہے کہ میرے آقا علیہ السلام نے جس کسی پر بھی اسلام پیش فرمایا اس نے کچھ نہ کچھ حیل وحجت اور لیت ولعل سے کام لیا اور فوری ایمان لانے میں تاخیر کی سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حتیٰ کہ حضرت مولائے کائنات نے بھی عرض کیا کہ میں اپنے والد سے مشورہ کرلوں جبکہ والد گرامی نے فرمایا "بیٹا حضور کی اطاعت کرو" تو آپ نے ایمان ظاہر فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو کوئی پس وپیش کی نہ ہی کسی سے مشورہ لیا ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر میں اللہ کا رسول ہوں ادھر صدیق نے تصدیق کرتے ہوئے فوری اظہار ایمان کر دیا اور محبوب علیہ السلام کے قلب اقدس کو تسکین پہنچائی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلاتوقف ایمان قبول فرما کر تصدیق کی

امام اجل حافظ الحدیث حضرت امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمت رقمطراز ہیں کہ

"محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبدالرحمٰن نے بروایت عبداللہ بن الحصین التمیمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب میں نے کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو تذبذب میں پایا اور اس کو تردد ہوا سوائے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کہ جب میں نے اسلام پیش کیا تو بغیر تذبذب وتردد کے انہوں نے اسلام قبول کیا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۸ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

"میں نے جس کو بھی دعوت اسلام دی اس نے اس کو لوٹا دیا یعنی انکار کیا سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ میں نے جیسے ہی ان کو دعوت اسلام دی انہوں

نے فوراً قبول کیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۸ مطبوعہ کراچی)

امام بخاری حضرت ابو درداء (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! کیا تم میرے دوست (ابو بکر) کو چھوڑنا چاہتے ہو اور واقعہ یہ ہے کہ جب میں نے تم سے کہا کہ میں خدائے واحد کا رسول ہوں مجھے خداوند تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے تو تم نے مجھے جھٹلایا اس وقت ابو بکر نے میری تصدیق کی۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۸ مطبوعہ کراچی)

خود مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔"

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا اور فرمایا:

"وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ الخ ۔"[1]

پھر معراج مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تصدیق کی بنا پر بھی آپ کا نام صدیق رکھا گیا جبکہ بہت سے لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور آپ نے اس کی کھل کر تصدیق فرمائی۔

علامہ محب طبری نے تحریر کیا ہے کہ

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] صدقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین کذبہ الناس فسماك اللہ عزوجل فی تنزیلہ صدیقا فقال "والذی جاء بالصدق و صدق بہ ۔" (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ص ۲۶۲ مطبوعہ فیصل آباد)

علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام سے کہا میری قوم اس (واقعہ معراج) کی تصدیق نہیں کرے گی تو جبرئیل نے مجھے کہا ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے پس وہ صدیق ہیں۔"[1]

بعض مفسرین کے نزدیک آیت کریمہ "وَصَدَّقَ بِهٖ" اسی تصدیق معراج کرنے پر نازل ہوئی اور اسی لیے آپ کا نام صدیق اکبر رکھا گیا اور آپ اس فتنہ سے بالکل محفوظ رہے جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہوئے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (الاسراء:٦٠)

"اور ہم نے وہ دکھاوا نہ کیا جو آپ کو دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لیے۔"

آیت نمبر ۱۰:

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن:٤٦)

"اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔"

ابن ابی حاتم نے ابن شوزب سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔[2]

آیت نمبر ۱۱:

ارشاد ربانی ہے کہ

---

[1] عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليلة اسرى بى (قلت لجبرئيل عليه السلام ان قومى لا يصدقونى قال لى جبريل يصدقك ابوبكر وهو الصديق.
(الریاض النضرہ مناقب العشرہ جلد اول ص۸۰ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[2] اخرج ابن ابی حاتم عن ابن شوذب انها نزلت فی ابی بكر رضی الله عنه (الصواعق المحرقہ ص ٦٦ مطبوعہ ملتان)

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

''اور (اے حبیب) کاموں میں ان سے مشورہ لو۔''

وزیر مصطفیٰ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے اتری کہ آپ ان سے مشورہ فرمالیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے رب نے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ کرنے کا حکم فرمایا (حاکم، صواعق محرقہ) اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات سرکار کے شاندار وزیر ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۱۱۱-۱۱۲ از حکیم الامت گجراتی مطبوعہ لاہور)

امام ابن حجر مکی نے لکھا۔

''حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر سے مشورہ کریں۔''[2]

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''شَاوِرْهُمْ فِي

---

[1] اخرج الحاکم عن ابن عباس انها نزلت فی ابی بکر و عمر (قال علیه السلام) ان الله امرنی ان استشیر ابابکر و عمر رضی الله عنهما (الصواعق المحرقہ ص ۶۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] عن عبدالله ابن عمرو بن العاص قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول "اتانی جبریل فقال ان الله یامرك ان تستشیر ابابکر" (الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

الْاَمْرِ" سے مراد حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا۔" (روح المعانی)

حضرت امام احمد نے روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

"اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں اس سے اختلاف نہ کروں گا۔"[1]

(روح المعانی)

آیت نمبر ۱۲:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (التحریم:۴)

"تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔"

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ یہ آیت ان دونوں (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے نازل ہوئی۔[2]

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ "صالح المومنین" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۱۲ مطبوعہ کراچی)

---

[1] عن احمد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابی بكر و عمر لو اجتمعتما فی مشورة ماخالفتكما (تفسیر روح المعانی از امام آلوسی ماتحت آیت مذکورہ)

[2] الصواعق المحرقہ امام ابن حجر مکی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: اخرج الطبرانی عن ابن عمر و ابن عباس رضی الله عنهم انها نزلت فيهما (الصواعق المحرقہ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آیت نمبر ۱۳:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (الاحزاب:۴۳)

"وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے۔"

عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں مجاہد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو بھلائی آپ پر نازل فرمائی ہے ہمیں اس میں شریک فرمایا لیکن اس آیت میں ایسا نہیں ہے (ہم اس میں شامل نہیں ہیں) اسی وقت یہ آیت هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ الخ نازل ہوئی۔[1]

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۱۲)

آیت نمبر ۱۴:

ارشاد ربانی ہے کہ

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا ط حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا ط وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا ط حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً لا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ

---

[1] قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط: اخرج عبد بن حمید عن مجاهد لما نزل ان الله و ملئکته یصلون علی النبی یایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما: قال ابوبکر: یارسول الله ما انزل الله علیك خیرا الا شرکنا فیه فنزل هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط.

(الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ط اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ط وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝ (الاحقاف:۱۵-۱۶)

''اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ۳۰ مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس ۴۰ برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے جنت والوں میں سچا وعدہ جو انہیں دیا جاتا تھا۔''

قبولیت صدیقیہ بارگاہ الٰہیہ میں اور فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ان آیات کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

یہ ساری آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی آپ دو برس کچھ ماہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے اٹھارہ برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تجارت کے لیے شام کی طرف گئے راہ میں ایک منزل پر قیام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیری کے درخت کے نیچے فروکش ہوئے وہاں قریب ہی ایک راہب رہتا تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اس نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن عبداللہ ہیں راہب بولا یہ سچے نبی ہیں کیونکہ اس بیری

کے سایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک کوئی نہ بیٹھا یہی نبی آخر الزماں ہیں راہب کی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں اتر گئی اور آپ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور سایہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت کے وقت صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر شریف کچھ ماہ کم اڑتیس ۳۸ سال تھی جب چالیس ۴۰ سال کو پہنچے تو آپ نے وہ دعا مانگی جو اس آیت میں مذکور ہے۔

چھ ۶ ماہ شکم مادر میں رہے اور دو سال دودھ پیا: اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ماں باپ دونوں مسلمان اور صحابی ہیں یہ آپ کی خصوصیت میں سے ہے آپ کی یہ دعا کامل طور پر قبول ہوئی آپ نے وہ نیک اعمال کیے جو امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو میسر نہ ہوئے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی اور جامع قرآن اور آپ اسلام کے پہلے تاجدار مسلمانوں کے غمگسار ہیں آپ کی غار والی نیکی تمام مسلمانوں کے اعمال صالحہ سے افضل ہے تا قیامت کوئی مسلمان ایسی نیکی نہ کر سکے گا اس غار والی خدمت پر حضرت عمر اپنے سب اعمال قربان کرنے کو تیار تھے (رضی اللہ عنہما) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد مسلمان اور صحابی تھے بلکہ بعض پوتے بھی صحابی ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام چار پشت سے نبی ہوئے ایسے ہی ابوبکر صدیق چار پشت سے صحابی ہوئے کہ ماں باپ صحابی خود صحابی ساری اولاد صحابی کچھ نواسے اور پوتے صحابی، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما صدیق اکبر کے نواسہ اور صحابی ہیں، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادہ ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر صدیق امام جعفر الصادق کے نکاح میں آئیں جن سے تمام سادات کرام کی نسل چلی لہٰذا تمام سید حضرات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے صدیق اکبر کے نواسے ہیں یہ ہے اولاد کی اصلاح اور یہ ہے آپ کی اس دعا کی قبولیت۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۰۴ از حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی علیہ الرحمت مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

مزید مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (انی تبت الیك وانی من

المسلمین)

(یعنی دل وزبان سے مومن ہوں۔الآیت) اور ہمیشہ وہ کام کروں گا جس میں تیری رضا ہو۔آپ نے یہ وعدہ پورا کر کے دکھا دیا۔خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام سے پہلے بھی بت، زنا، شراب وغیرہ گناہوں سے محفوظ رکھا (وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ) اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں کہ رب کا ان سے وعدہ ہو چکا جو ان کے ایمان وتقویٰ مقبول بارگاہ ہونے میں شک کرے وہ اس آیت کا منکر ہے دیکھو اصحاب کہف کے غار پر جو کتا سو رہا تھا اس پر اللہ کی رحمتیں ہیں اور وہ جنت میں جائے گا تو جو مومن غار میں یار کو لے کر بیٹھے جس کا زانو قرآن والے کی رحل ہو اس کے مراتب کا کیا پوچھنا دنیا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت میں اپنے ساتھ رکھنے کا وعدہ فرما لیا بلکہ انہیں ہمیشہ کے لیے قبر میں اپنے ساتھ سلا لیا۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۰۴ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منفرد و بے مثال خصائص ہیں

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

''ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یہ ساری آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے اس میں وہ خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے جن کی دوسرے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی ہے[1]

---

[1] اصل متن: اخرج ابن عساکر عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) ان ذلک جمعہ نزل فی ابی بکر و من قبائل ذلک وجد فیہ من عظیم المنقبۃ و المنۃ علیہ مالم یوجد نظیرہ لاحد من الصحابۃ (رضوان اللہ علیہم) (الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آیت نمبر ۱۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۝

(الحجر: ۴۷)

"اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔"

حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر، عمر، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔[۱]

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۱۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

اس آیت کریمہ پر رافضیوں کو غور کرنا چاہیے کہ جب ان نفوس قدسیہ کے سینوں کو کینوں سے پاک کر دیا گیا ہے تو ہمیں کس آیت یا روایت نے ان سے کینہ رکھ کر سینہ جلانے کا حکم دیا ہے؟ بالخصوص حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بے جا لغویات بکنے اور فضول گوئی کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟ اور پھر یہاں (حضرت امیر معاویہ) سے بنیاد بنا کر عشرہ مبشرہ اور پھر اصحاب ثلاثہ اور بالآخر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یاوہ گوئی و دریدہ دہنی کس شریعت و اسلام کا رکن ہے؟

اولاً تو ان اصحاب رسول علیہم الرضوان میں باہمی کینہ تھا ہی نہیں اور اگر کہیں ایسا امکان تھا بھی تو ختم کر دیا گیا اور اس ذات پاک نے اس کینہ کو کھینچ لیا جو کہ "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" اور "عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" ہے گویا کہ جو بدلگام اب بھی ان کے باہمی نزاع و مشاجرات کا ذکر کر کے ان سے بیزاری کا اظہار اور ان ذوات قدسیہ پر تبرا کرتا ہے اسے قدرت باری تعالیٰ پر اعتماد نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس مبارک فرمان سے راضی نہیں۔

---

[۱] متن: عن علی ابن الحسین (رضی اللہ عنہما) نزلت فی ابی بکر و عمر و علی (رضی اللہ عنہم) (الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باہمی الفت ومحبت

علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں ''بے شک بنی ہاشم، بنی عدی اور بنی تیم کے درمیان جاہلیت کے زمانہ میں کینہ تھا پس جب اسلام لائے تو ان کے درمیان محبت قائم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کینہ کو ان کے دلوں سے کھینچ لیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں سردی کی شکایت ہوگئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا ہاتھ آگ سے گرم کر کے ان کے پہلو کو سینک دیا اور ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ○

''اور ہم نے ان کے سینوں سے کینہ کھینچ لیا بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے''۔[1]

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ○

(الحجر:٤٦)

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ص ٦٧ مطبوعہ چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد)

اب امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کو ماننے والے ''ملت جعفریہ'' تو وہی ہوں گے جو آپ کے اس ارشاد بلکہ آپ کی اس تفسیر (آیت مندرجہ بالا) قرآن کو بدل وجان تسلیم کرتے ہوئے صدیق وعلی دونوں کو اپنا محبوب رکھیں بحمد اللہ تعالیٰ ایسے جعفری اہلسنت و جماعت حنفی ہی ہیں جنہیں عرف عام میں سنی بریلوی کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے ان کے ایک ہاتھ میں دامن صدیق اور دوسرے ہاتھ میں دامن علی ہے (رضی اللہ عنہما)

---

[1] متن: انه كان بين بني هاشم و بين بني عدي و بني تيم شحناء في الجاهلية فلما اسلموا تحابوا و نزع الله ذلك من قلوبهم حتى ان ابابكر اشتكى خاصرته فكان علي يسخن يده بالنار و يضمد بها خاصرة ابي بكر و نزلت فيهم هذه الآية.

آیت نمبر ۱۶:

ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صلے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

(النور:۲۲)

"اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اولوا الفضل میں سے ہیں

یہ پوری آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ آپ نے قسم کھالی تھی کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے کیونکہ یہ حضرت ام المؤمنین کے بہتان میں شریک ہو گئے تھے حضرت مسطح فقیر مہاجر اور حضرت ابوبکر کے عزیز تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفہ پر گزارہ کرتے تھے مگر ام المؤمنین کو تہمت لگانے میں شریک ہو گئے اور انہیں سزا یعنی اسی ۸۰ کوڑے لگائے گئے مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ اے ابوبکر! تم تم ہی ہو اور وہ وہ ہی ہیں تم مسطح کا وظیفہ بند نہ کرو تم تو انہیں اللہ کے لیے دیتے ہو۔

(تفسیر نور العرفان ص ۵۶۱-۵۶۲ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور)

جب یہ آیت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوبکر صدیق کو سنائی تو آپ نے عرض کیا کہ ہاں ضرور چاہتا ہوں کہ رب میری مغفرت فرما دے یہ کہہ کر حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا گیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (تفسیر نور العرفان ص ۵۶۲ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

اس سے پتا چلا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) رب تعالیٰ کی نظر میں بڑی عظمت والے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامت کے لیے اپنے آخر وقت میں منتخب فرمایا۔ امام افضل ہی کو بنایا جاتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء افضل الخلق ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں اولوا الفضل مطلقاً فرمایا بغیر کسی قید لہٰذا آپ مطلقاً بزرگی والے ہیں یہ بھی خیال رہے کہ "منکم" میں خطاب تمام اہل بیت اور صحابہ سے ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ تمام اہل بیت اور صحابہ سے افضل ہیں۔

(تفسیر نور العرفان ص ۵۶۱ از حکیم الامت گجراتی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر شیعہ کی شہادت

مشہور شیعہ تفسیر مجمع البیان میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے کہ

"یہ آیت حضرت ابوبکر اور مسطح کے بارے نازل ہوئی۔ مسطح حضرت ابوبکر کا قریبی رشتہ دار تھا آپ اسے ماہوار کچھ رقم دیا کرتے تھے۔ واقعہ افک کے بعد آپ نے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فضیلت والے اور کشائش والے مالدار لوگ اپنے رشتہ داروں کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچیں۔" (تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۴، ص نمبر ۱۳۳)

گویا کہ شیعہ حضرات نے اپنی تفسیر میں یہ تسلیم کرلیا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولوا الفضل لوگوں میں سے تھے۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

"بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تھیں جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے حلف اٹھایا کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے کیونکہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی اس تہمت سے ان آیات

میں براٗت کی جو آپ کی شان میں نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا مولا! تیری قسم ہم تو پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں بخش دے اور پھر آپ نے اسے دوبارہ وہی خرچ دینا شروع کر دیا۔''

علامہ محب طبری کہتے ہیں کہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث افک میں مسطح بن اثاثہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف اٹھایا کہ مسطح کو کبھی خرچ نہیں دوں گا پس اللہ تعالیٰ نے ''ولا یاتل الخ'' آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ کا میری مغفرت فرمانا محبوب ہے پس میں نے مسطح کے اخراجات اپنے ذمے لیے تو پھر کبھی بند نہیں کیے۔[1][2]

آیت نمبر ۱۷:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ:۲۳)

''فرما دیجیے (اے حبیب) میں اس (تبلیغ دین) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔''

---

[1] اصل متن یہ ہے: نزلت كما في البخاري وغيره عن عائشة في ابي بكر لما حلف ان لاينفق على مسطح لكونه كان من جملة من رمى عائشة بالافك الذى تولى الله سبحانه براتها منه بالآيات التي انزلها في شانها ولما نزلت قال ابوبكر: بلى و الله يا ربنا انا لنحب ان تغفرلنا وعادله بما كان يصنع ان ينفقه عليه۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] اصل متن: عن عائشة في حديث الافك قصة مسطح بن اثاثة قالت حلف ابوبكر ان لاينفق على مسطح ابدا فنزل قوله تعالىٰ "ولا ياتل اولوالفضل منكم" الىٰ "الا تحبون ان يغفر الله لكم" قال ابوبكر: والله انى لاحب ان يغفر الله لى فرجع الىٰ مسطح النفقة التي كان ينفق عليه فقال لا انزعها ابدا اخرجاه۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۱۷۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

قربیٰ کون ہیں؟ تفسیر القرآن بالقرآن

قرابت دار، قربیٰ یعنی مقربین کون ہیں؟ آیئے قرآن کریم سے ہی سوال کریں تو قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (الواقعہ:۱۰-۱۱)

''اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔''

حضرت امام نبہانی علیہ الرحمت حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمت کی تفسیر سے تحریر فرماتے ہیں کہ

تنبیہ: قال الفخر الرازی: قولہ تعالیٰ: "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى" فیہ منصب عظیم للصحابة رضوان اللہ علیہم اجمعین لانہ تعالیٰ قال: "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فکل من أطاع اللہ کان مقربا عند اللہ تعالیٰ فدخل تحت قولہ "الا المودة فی القربی"

(الشرف المؤبد لآل محمد ص ۱۴۲ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

انتباہ: امام فخر الدین رازی "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى" کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے بھی منصب عظیم ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ یعنی سبقت لے جانے والوں میں سب سے سبقت لے جانے والے یہی لوگ ہیں اور یہی مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سب لوگ مقرب ہیں لہٰذا وہ مودۃ فی القربیٰ میں داخل ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ پہلے پہلے ایمان لانے والے قربیٰ میں داخل ہیں بلکہ وہی تو قربیٰ ''مقربون'' ہیں تو یہ امر اجماعی ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اعزاز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوا لہٰذا

آیت کریمہ میں قربٰی اور مقربون کا سب سے پہلا مصداق ذات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہے: یہ بھی پتا چلا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مودت رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے کیونکہ قربٰی کی محبت کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جبھی تو ایک حدیث مبارکہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ''ابوبکر سے محبت کرنا تمام امت پر فرض ہے'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''امت پر ابوبکر کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے (کذافی الصواعق المحرقہ) (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۲۵۶ بروایت انس) تو ان آیات بینات سے بھی فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجاگر ہوتے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذلك ۔

آیت نمبر ۱۸:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (النساء:۱۴۸)

''اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تبرا کرنے والے کو فرشتہ جواب دیتا ہے

یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ ایک شخص آپ کی شان میں زبان درازی کر رہا تھا آپ نے بہت صبر کیا مگر وہ باز نہ آیا تب آپ نے بھی جواب دیا اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تک ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے خود جواب دیا تو وہ چلا گیا اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(تفسیر نور العرفان ص ۱۶۱ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

علامہ محب طبری نے بھی اس آیت کریمہ کی شان نزول میں یہی واقعہ تحریر فرمایا ہے[1]

(ملاحظہ ہو الریاض النضرہ)

---

[1] عن سعید بن المسیب قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس و معہ اصحابہ اذ وقع رجل بابی بکر فآذاہ فصمت عنہ ابوبکر ثم آذاہ الثانیۃ فصمت عنہ ثم آذاہ الثالثۃ فانتصر منہ ابوبکر فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انتصر ابوبکر الہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت نمبر ۱۹:

رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط (المجادلہ:۲۲)

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ (تعالیٰ) اور پچھلے (قیامت والے) دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے

(بقیہ حاشیہ) وجد علیہ فقال وجدت علی یارسول اللہ حین انتصرت منہ وقد اعرضت عنہ مرتین فظننت أنك ستردعه عني؟ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم : قد نزل ملك من السمآء يكذبه بما قال لك فلما انتصرت وقع الشيطان فلم اكن لأجلس اذ وقع الشيطان خرجه ابوداؤد و ابوالقاسم في الموافقات وقد قيل ان قوله تعالىٰ "لايحب الله الجهر بالسوء من القول الامن ظلم الآية نزلت في ذلك .

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۲۰۵ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

ترجمہ: حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر کو تکلیف پہنچائی آپ خاموش رہے اس نے دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی تو پھر آپ خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ اس نے ایذا دی تو حضرت ابو بکر نے اس سے بدلہ لیا جس وقت حضرت ابو بکر بدلہ لے رہے تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور انہیں بدلہ لیتے ہوئے پایا حضرت ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھے اس سے بدلہ لیتے ہوئے پایا اس سے پہلے دو مرتبہ میں اس سے اعراض کر چکا تھا میرا گمان تھا کہ آپ اسے مجھ سے روک دیں گے آپ نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا کہ جو بات اس نے تیرے حق میں کی تھی اس کی تکذیب کرے پس جب تو نے بدلہ لے لیا تو شیطان آ گیا پس جب شیطان آ گیا تو (شیطان کی وجہ سے) اس فرشتہ کا بیٹھنا ممکن نہ تھا (فرشتہ گیا تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا) اس کو ابوداؤد اور ابوالقاسم نے موافقات دمشقی میں تحریر کیا بعض نے کہا یہ آیت کریمہ "لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ" اسی واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کا جواب اللہ کے نوری فرشتے دیتے ہیں۔

رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔"

عقیدۂ صدیق:

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

علامہ محب طبری اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"ابن جریج سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ ابوقحافہ نے (اسلام لانے سے پہلے کبھی) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا الفاظ کہہ دیئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا پھر انہوں نے اس کا ذکر بارگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے مارا؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر زیادتی نہ کر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا خدا کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔"[1]

ایسے ہی بدر کے دن بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن (جو اس وقت کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے) کو پکارا کہ باپ بیٹے کے دو دو ہاتھ ہو جائیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بعد میں عبدالرحمٰن ایمان لے آئے یہ ہے اس آیت کی تفسیر۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۷۰ مطبوعہ لاہور)

---

[1] عن ابن جریج ان ابا قحافة سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصکه ابوبکر صکة شدیدة منها ثم ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال! افعلته؟ قال نعم قال فلا تعد الیه فقال ابوبکر واللہ لو کان السیف قریبا منی لقتلته فنزلت .

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۹۷ مطبوعہ فیصل آباد)

آیت نمبر ۲۰:

ارشاد ربانی ہے کہ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ○ (الیل:۵)

"تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔"

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بعض گھر والوں سے روایت کی کہ ابوقحافہ نے اپنے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تو کمزور لوگوں کو آزادی دلاتا ہے اگر تجھے آزاد کروانا ہی ہے تو انہیں آزاد کرواجو تیری مدافعت کریں اور تیرے برابر کھڑے ہوں۔"

حضرت ابوبکر نے کہا: اے باپ بے شک میں نے جو چاہا سو کیا۔ کہا جو اس آیت کریمہ میں نازل ہوا وہ اس کے سوا نہیں اور اس کے حکم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ روایت دلالت کرتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہیں جس کا ٹھکانہ جنت یا جہنم میں نہ لکھا ہو۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اسی پر بھروسہ نہ کرلیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تم عمل کرو جس کے لیے جو بنایا گیا ہے اس کے لیے وہی آسان ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○ (الیل)

اس روایت کی تخریج بخاری و مسلم نے کی اور دونوں امور کے درمیان تضاد نہیں کہ ابوبکر کے فعل کے باعث نازل ہوئی پھر عمومی حکم میں داخل ہوگئی۔[1]

---

[1] منها قوله تعالىٰ "فاما من اعطى و اتقى" عن عبدالله ابن الزبير بعض اهله قال: قال ابو قحافه لابنه ابى بكر اراك تعتق رقابا ضعافا فلو انك اذ فعلت مافعلت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○"

اخرجاه ولاتضاد بینهما لجواز ان یکون نزلت بسبب فعل ابی بکر ثم عمم الحکم ۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۱۸۰ مطبوعہ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

آیت نمبر ۲۱:

ارشاد ربانی ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ (الفتح:۲۹)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدے میں گرتے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں جیسے ایک کھیتی ہے اس نے اپنا پٹھا نکالا۔ الخ"

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ) اعتقت رجالا یمنعونك ویقومون دونك فقال ابوبکر یا أبت انما ارید ما ارید قال فیما نزلت هذه الآیات الافیه و فیما قاله ابوه "فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنی" الی آخر السورة خرجه ابن اسحاق الواحدی فی اسباب النزول وقد روی ما یدل علی حکمها عن علی رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "مامنکم من احد الاکتب مقعده من الجنة او مقعده من النار" قالوا یارسول الله افلا نتکل؟ قال "اعملوا فکل میسر لما خلق له" ثم قرء

(وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ) اوران کے ساتھی: یعنی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ خصوصاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو غار کے ساتھی اور قبر کے ساتھی بھی ہیں۔

(تفسیر نورالعرفان ص ۸۲۱ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

حضرت امام جعفر الصادق بن حضرت امام محمد باقر علیہما السلام اپنے آبائہ الکرام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ" ابوبکر ہیں (رضی اللہ عنہ)[1]

"كَزَرْعٍ" سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زَرْعٍ" یعنی کھیتی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں "شَطْـاَهٗ" یعنی اس کا تنا (پٹھا یا سوئی) حضرت ابوبکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ)[2]

آیت نمبر ۲۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر:۱-۲-۳)

"اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔"

---

[1] وعن جعفر ابن محمد عن آبائه في قوله تعالىٰ "محمد رسول الله والذين معهٗ" ابوبكر۔
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۴۵ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[2] عن ابن عباس في قوله تعالىٰ "وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ" الزرع محمد صلى الله عليه وسلم و شطاه ابوبكر۔
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۵۶ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ والعصر پڑھ کر عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس سورت کی تفسیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَالْعَصْرِ ۝ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن کے آخر کے ساتھ (وقت عصر) کی قسم ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ سے مراد ابوجہل ہے "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)[1]

آیت نمبر ۲۳:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ (الحدید: ۱۰)

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور خرچ کیا

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:
یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی آپ رضی

---

[1] وعن ابی ابن کعب قال: قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ "والعصر" فقلت یارسول اللہ بابی و امی أفدیک ماتفسیرھا؟ قال: والعصر قسم من اللہ تعالیٰ بآخر النھار ان الانسان لفی خسر: ابوجھل بن ھشام الا الذین اٰمنوا ابوبکر الصدیق۔
(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۵۷ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

اللہ عنہ نے ہی سب سے پہلے اسلام قبول کیا راہ خدا میں سب سے پہلے خیرات کی سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۶۰ مطبوعہ لاہور)

علامہ محب طبری فرماتے ہیں:

''واحدی نے بیان کیا ہے کہ کلبی نے کہا یہ آیت مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔[1]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر (ایمان لانے کے فوراً بعد) چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے جو انہوں نے سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور فی سبیل اللہ خرچ کیے۔[3]

احتیاط واختصار: ضروری وضاحت

یاد رہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قبل از فتح مکہ ایمان لا چکے تھے مگر انہوں نے اپنے والد کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہ کیا تھا اس لیے بعض علماء کے نزدیک وہ قبل فتح کی اس فضیلت میں اگرچہ داخل نہیں مگر ''كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' کی نوید میں بے شک داخل ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

1. قال الكلبی نزلت فی ابوبکر ذکرہ الواحدی
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ص ۷۹ مطبوعہ فیصل آباد)

2. عن عائشة رضی الله عنها قالت انفق ابوبکر علی النبی صلی الله علیه وسلم اربعین الفا خرجه ابو حاتم۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ص ۱۳۲ مطبوعہ فیصل آباد)

3. و عن عروة قال: اسلم ابوبکر وله اربعون الفا انفقها کلها علی رسول الله صلی الله علیه وسلم و فی سبیل الله۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۱۳۲ مطبوعہ فیصل آباد)

ملاحظہ فرمائیں نہ!

حافظ ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ وقد روی عن معاویة انه قال اسلمت یوم عمرة القضاء ولکنی کتمت اسلامی من ابی الیٰ یوم الفتح ۔ (البدایہ والنہایہ جلد رابع جز ثامن ص ۴۰۸ مطبوعہ پشاور)

اور تحقیق سے روایت کیا گیا ہے حضرت معاویہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں عمرۃ القضاء کے دن مسلمان ہو چکا تھا لیکن میں نے فتح مکہ تک اپنے باپ سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔

حضرت حبر الامت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان معاویة قال: قصرت عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عند المروة .

(تطہیر الجنان ص ۷ مطبوعہ ملتان: مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۴، ص ۱۲۰ مطبوعہ ملتان)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے عمرۃ القضاء کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور سے موئے متبرکات کا قصر کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے) مروہ کی پہاڑی کے قریب۔

معلوم ہوا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء سے پہلے ایمان لا چکے تھے جبھی تو عمرۃ القضاء ادا فرمانے کے بعد نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان سے تقصیر کروائی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے عمرۃ القضاء میں اور میں آپ کا مصدق (آپ پر ایمان لانے والا) تھا پھر تشریف لائے فتح مکہ کے سال تو میں نے اپنا اسلام ظاہر کیا پھر آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے مجھے (اپنی غلامی میں) قبول فرمایا اور میں نے آپ کے سامنے کتابت کی۔" (البدایہ والنہایہ جلد رابع جز ثامن ص ۵۱۲)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"صحیح یہ ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن ۷ ہجری میں ایمان لا چکے تھے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا ایمان چھپائے رکھا پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرما دیا جن لوگوں نے کہا کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے وہ ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا ہے جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول محترم رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم در پردہ جنگ بدر ہی کے دن ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دن میں اپنا ایمان ظاہر کیا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کیا حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے بلکہ بدر میں بھی کفار کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حدیبیہ کے دن ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جو امام احمد نے امام باقر بن زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ امام باقر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ان سے امیر معاویہ نے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے فارغ ہوتے ہی آپ کے سرانور کے بال کاٹے مروہ کے پاس (امیر معاویہ پر ایک نظر)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مومن ساتھی کو بشارت

آیت نمبر ۲۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِہٖ ۙ (النساء:۱۲۳)

''جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے ابو بکر! کیا تجھ پر وہ آیت پڑھوں جو اللہ کے رسول کے دل پر نازل ہوئی ہے؟

میں نے عرض کی: پڑھیں! آپ نے پڑھی تو میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا مگر میں نے اپنی کمر ٹوٹی ہوئی پائی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: اے ابو بکر! تیری کیا کیفیت ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان وائے ہم نے برے عمل نہیں کیے اور ہم اپنے عملوں کا بدلہ پائیں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مگر اے ابو بکر! تو اور تیرے مومن ساتھیوں کا بدلہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے اور تمہارے لیے گناہ نہ ہوں گے ولیکن دوسروں کے اعمال جمع ہوں گے اور قیامت کے دن ان کے ساتھ بدلہ پائیں گے۔''

اس روایت کی تخریج فضائل ابو بکر میں کی گئی ماوردی نے اس روایت کی تخریج کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ!

''مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِہٖ ۙ'' سخت نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے

شک دنیا میں جزا پہنچتی ہے یعنی بدلہ ملتا ہے۔[1] (یعنی کہ دنیا میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ اپنے ہی اعمال سوء کا بدلہ ہوتا ہے)

اتباع سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم

آیت نمبر ۲۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ج (لقمان:۱۵)

''اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔''

علامہ محب طبری علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے خطاب ہے۔''[1]

---

[1] عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال: کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت هذه الآیة "من یعمل سوء یجزبه" فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا ابابکر الا اقرئك آیة انزلت علی" قلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال فاقرءها قال فلا اعلم الا انی وجدت انقصاما فی ظهری حتی تمطات لما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ماشانك یا ابابکر؟" قلت یارسول اللہ بابی و امی و اینالم یعمل سوء وانا لمجزیون بما عملنا؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اما انت یا ابابکر و اصحابك المؤمنون فتجزون بذلك حتی تلقوا اللہ ولیست لکم ذنوب واما الآخرون فیجمع ذلك لهم حتی یجزوابه یوم القیامة" خرجه فی فضائله و خرج الماوردی عنه انه قال لما نزلت هذه الآیة قال ابوبکر یارسول اللہ ما اشد هذه الآیة "ومن یعمل سوء یجزبه" فقال "یا ابابکر ان المصیبة فی الدنیا جزاء"

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ص ۱۹۶-۱۹۷، جلد اول)

---

[1] "واتبع سبیل من اناب الی" عن ابن عباس انها نزلت فی ابی بکر (رضی اللہ عنہ) والخطاب لسعد ابن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ)

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، جلد اول، ص ۷۸، مطبوعہ فیصل آباد)

یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی پیروی کرنے کے لیے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ خطاب فرما کر ارشاد فرما رہا ہے کہ ان کی راہ پر چلئے۔

''ماوردی نے بیان کیا کہ واحدی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا اس سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''[1]

یعنی کہ باقی ساری امت کو اللہ تعالیٰ نبی کریم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرما رہا ہے لیکن ''وَاتَّبِعْ'' صیغہ واحد مذکر حاضر کا ہے اور ''اَنَابَ'' صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے جس سے پہلا مفہوم زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شخصیت کو ایک ہی شخصیت کی راہ پر چلنے کا خطاب ہے وہ جو اللہ کی طرف رجوع لانے والا واحد ہے وہ سیدنا ابوبکر الصدیق ہیں اور جس کو ان کی پیروی کا حکم ہے وہ واحد حضرت سعد ہیں باقی ساری امت کو تبعاً اس پیروی کا ارشاد ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میرے بعد ابوبکر کی اقتداء کرنا'' یہ حدیث انشاء اللہ احادیث کے باب میں نقل کی جائے گی۔

عبادت صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر

آیت نمبر ۲۶:

ارشاد ربانی ہے کہ

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا (الزمر:۹)

''کیا وہ جسے (اللہ تعالیٰ کی) فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں۔''

علامہ محب طبری نے فرمایا:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر

---

[1] ذکرہ الواحدی و قیل المراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ الماوردی (الریاض النضرہ جلد نمبر ۱ ص ۱۷۸)

صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی بعض نے اس کے علاوہ کہا۔''[1]

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''یہ آیت کریمہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی بعض نے فرمایا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جو نماز تہجد کے بہت پابند تھے اور اس وقت اپنے کسی خادم کو بیدار نہ کرتے تھے سب کام اپنے دست مبارک سے انجام دیتے تھے۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۳۳۷ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

استقامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آیت نمبر ۲۷:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○

(حٰم السجدہ:۳۰)

''بے شک وہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش رہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔''

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔''[2]

---

[1] عن ابن عباس قال: نزلت فی ابی بکر و قیل غیر ذلك

(الریاض النضرۃ جلد اول، ص ۷۹ مطبوعہ فیصل آباد)

[2] عن ابن عباس نزلت فی ابوبکر ذکرہ الواحدی

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۷۹ مطبوعہ فیصل آباد)

بروز محشر اظہار شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوگا

آیت نمبر ۲۸:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

(حٰم سجدہ:۴۰)

"تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر یا جو قیامت میں امان سے آئے گا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ میں ڈالا جانے والا ابو جہل اور امان سے آنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بعض نے ان کے علاوہ بیان کیا۔[1]

جو جہنم سے دور رکھے گئے ہیں

آیت نمبر ۲۹:

ارشاد ربانی ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝

(الانبیاء:۱۰۱)

"بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔"

علامہ محب طبری کہتے ہیں کہ

"اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں سے میں

---

[1] عن ابن عباس : قال ھو ابو جھل و ابوبکر و قیل غیر ذلک حکاہ الثعلبی
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۷۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد)

ہوں ابوبکر و عمر اور عثمان، طلحہ و زبیر ہیں، سعد و سعید، عبدالرحمٰن اور ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔"

یہ روایت ابوالفرج نے اسباب نزول میں نقل کی ہے[1]

آیت نمبر ۳۰،۳۱:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(الزمر: ۱۷،۱۸)

"اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے انہی کے لیے خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔"

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ

"یہ دونوں آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں جب آپ ایمان لائے تو آپ نے حضرت عثمان، عبدالرحمان ابن عوف، طلحہ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص، سعید بن زید کو اپنے ایمان کی خبر دی اور انہیں بھی دعوت ایمان دی یہ حضرات بھی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے۔ آیات کا

---

[1] عن علی فی تفسیرہ انه لما قرء "ان الذین سبقت لهم منا الحسنى" قال انا منهم و ابوبکر و عمر و عثمان الی تمام العشرۃ ذکرہ ابو الفرج فی اسباب النزول

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۰ مطبوعہ فیصل آباد)

مطلب یہ ہے کہ ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اور یہ حضرات ابو بکر صدیق سے سن کر اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔" (رضی اللہ عنہم)

(تفسیر نور العرفان ص ۷۳۴-۷۳۵ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

ایسے ہی علامہ محب طبری نے لکھا ہے ملاحظہ ہو الریاض النضرہ[1]

آیت نمبر ۳۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ (الحدید:۱۹)

"اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں۔"

امام الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ضحاک نے کہا کہ وہ (صدیقین) آٹھ ہیں حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت زید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت حمزہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اس نویں کو شامل کیا ہے جب اس کی نیت کی سچائی کو جان لیا مجاہد نے کہا ہر وہ شخص صدیق ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا اور یہ آیت تلاوت کی مقاتلان نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو رسولوں میں شکایت نہیں کرتے جب انہیں رسالت کی خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ساعت بھی ان کی تکذیب

[1] و عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ "فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه" قال لما اسلم ابوبكر جاءه عبدالرحمن بن عوف و عثمان و طلحة و الزبير و سعيد ابن زيد و سعد ابن ابی وقاص و سالوه فاخبرهم بايمانه فامنوا فنزلت "فبشر عباد الذين الخ" قول ابی بكر "فيتبعون احسنه" (الریاض النضرہ ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ فیصل آباد)

نہ کی۔[1]

ہم پہلے گزشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ بغیر کسی حیل حجت کے فی الفور تصدیق رسالت کرنے والے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے سرکار دوعالم علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا کہ "میں نے جس کے سامنے بھی اسلام پیش کیا اس نے اس کو لوٹا دیا یعنی انکار کیا سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ میں نے جیسے ہی ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے فوراً قبول کیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۹۸)

اسی لیے آپ امام الصدیقین ہیں اور آیت کریمہ کا مصداق اوّلین ہیں۔

صادق اور صدیق کا نفیس فرق

اسی آیت کریمہ کے ماتحت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا ہے:

"صادق وہ جس کی زبان سچی ہو، صدیق وہ جس کے خیال، لسان، ارکان سب سچے ہوں، صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے، صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے، صادق وہ جو مخلوق سے سچ بولے، صدیق وہ جو اللہ اور رسول سے سچ بولے، صادق وہ جو نفسانیت سے پاک ہو، صدیق وہ جو انانیت سے صاف ہو، صادق وہ جو واقعہ کے مطابق کہے، صدیق وہ کہ واقعہ اس کے کہے کے مطابق ہو یعنی جو وہ کہہ دے وہی رب کر دے۔"

(نور العرفان ص ۸۶۲)

---

[1] وعن الضحاك في قوله تعالیٰ "والذين امنوا بالله ورسله اولئك هم الصديقون" الآية قال هم ثمانية ابوبكر و علي و زيد و طلحة والزبير و سعد و حمزة و عمر و تاسعهم الحقه الله تعالیٰ بهم لما عرف من صدق نيته و قال مجاهد كل من امن بالله فهو صديق وتلا الآية و قال المقاتلان هم الذين شكروا في الرسل حين اخبر وهم ولم يكذبوهم ساعة

(الریاض النضرہ جلد اول ص ۴۵ مطبوعہ فیصل آباد)

یوم بدر اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آیت نمبر ۳۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ○ (الانفال:۹)

''جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے''

علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ: ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن صفوں کو درست فرما کر اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اس خیمہ میں آپ کے علاوہ بھی تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو وعدۂ نصرت یاد دلاتے ہوئے عرض کی: ''الٰہی! اگر اس جنگ میں یہ مسلمان لوگ شہید ہو گئے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی'' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے یارسول اللہ! آپ کا رب آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمے میں مصروف التجا تھے پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابا بکر! تجھے بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے نصرت عطا فرما دی اس اڑتے غبار میں یہ جبریل اپنے گھوڑے کی عنان پکڑے ہوئے ہیں۔[۱]

---

[۱] قال ابن اسحاق: عدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصفوف یوم البدر ثم رجع الی العریش فدخلہ ومعہ فیہ غیرہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یناشدربہ ما وعدہ بہ من النصر فیقول فیما یقول "اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ الیوم لاتعبد" وابوبکر یقول: یا نبی اللہ بعض مناشدتك ربك فان اللہ منجزلك ما وعدك و خفق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفقۃ وھو فی العریش ثم انتبہ فقال "ابشر یا ابابکر اتاك نصر اللہ ھذا جبرئیل اخذ بعنان فرسہ یقودہ علی ثنایاہ النقع" النقع الغبار.

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۱۴۰ مطبوعہ فیصل آباد)

آداب بارگاہ رسالت اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آیت نمبر ۳۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

(الحجرات:۳)

"بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے حق میں نازل ہوئی کہ یہ حضرات پچھلی آیت اترنے کے بعد نہایت ہی دھیمی آواز سے گفتگو کرتے تھے معلوم ہوا کہ تمام عبادات بدن کا تقویٰ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب دل کا تقویٰ۔"

(تفسیر نور العرفان ص ۸۲۳ مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور)

مزید لکھتے ہیں کہ

"اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بخشش ایسی ہی یقینی ہے جیسے اللہ کا ایک ہونا یقینی کہ رب نے ان کی بخشش کا اعلان فرما دیا یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کا ثواب و اجر ہمارے خیال و وہم سے بالا ہے کہ رب نے اسے عظیم فرمایا تمام دنیا قلیل ہے مگر ان کا ثواب عظیم ہے۔" (تفسیر نور العرفان ص ۸۲۳)

علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمت اسی آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''جب کوئی (وفد) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کے لیے آتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی طرف ایک خاص آدمی کو بھیجتے جو انہیں (دربار رسالت میں) حاضری کے آداب بتاتا اور ہر طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔''[1]

آیت نمبر ۳۵:

ارشاد ربانی ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الخ

(الحجرات:۲)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز (مبارک) سے بلند نہ کرو۔'' الخ

حافظ ابن کثیر دمشقی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

''یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ قریب تھا کہ دو بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق ان دونوں کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہو گئیں جبکہ بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا ایک تو اقرع بن حابس کو کہتے تھے جو بنی مجاشع میں تھے اور دوسرے دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے اس پر حضرت صدیق نے فرمایا کہ تم تو میرے خلاف ہی کیا کرتے ہو، فاروق اعظم نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمائیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن زبیر فرماتے ہیں کہ

---

[1] متن یہ ہے: و کان اذا قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسل الیھم ابوبکر من یعلمھم کیف یسلمون و یامرھم بالسکینۃ والوقار عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۳، ص ۱۳۵)

اس کے بعد تو حضرت عمر اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم کلامی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قعقاع بن معبد کو اس وفد کا امیر بنائیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نہیں بلکہ اقرع بن حابس کو اس میں آوازیں کچھ بلند ہو گئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مسند بزار میں ہے کہ آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر عربی جلد نمبر ۵، ص ۶۴۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکلر روڈ کوئٹہ وارد و جلد نمبر ۵، ص ۱۴۳ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

آیت نمبر ۳۶:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (الفاطر:۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ فرماتا ہے اور جسے چاہے راہ دیتا ہے (ہدایت)''

اس آیت کی تفسیر میں حبر الامت حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور ہدایت عطا فرمائی وہ حضرت ابوبکر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) ہیں اور ان کے اصحاب ہیں۔'' (تنویر المقیاس تفسیر ابن عباس: درمنثور جلد نمبر ۳، ص ۲۹۸)

آیت نمبر ۳۷:

ارشاد ربانی ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ:۱۱۹)

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" کا مطلب ہے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ ہو جاؤ۔

(تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۶، ص ۴۵: در منثور جلد نمبر ۳، ص ۲۹)

آیت نمبر ۳۸:

ارشاد باری ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(البقرہ: ۲۷۴)

"اور جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا نیگ (انعام، حصہ) ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔"

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی آپ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار اشرفیاں چار طرح خرچ کیں، دس ہزار دن میں اتنی ہی رات میں اتنی ہی چھپا کر اور اتنی ہی اعلانیہ۔" (نور العرفان ص ۷۳)

آیت نمبر ۳۹:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ○ (آل عمران: ۱۸۱)

''بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔''

شہادت رب اکبر برائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، کبیر، خازن، بیضاوی اور صاوی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ

''ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے بروایت عکرمہ عن ابن عباس نقل فرمایا کہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود کے بیت المدارس یعنی کنیسہ یا مدرسہ میں گئے (خود یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی سے) تو آپ نے وہاں ملاحظہ فرمایا کہ قبیلہ بنی قینقاع کے یہود جمع ہیں اور ان کے بڑے بڑے علماء جیسے حی ابن اخطب، کعب ابن اشرف اشع بھی موجود ہیں اور ان کا لارڈ پادری فنحاص ابن عاذورہ بھی وہاں ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فنحاص اللہ سے ڈر اسلام لے آ قسم خدا کی تو جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی سچے رسول ہیں جن کی بشارتیں توریت میں دی گئیں لہٰذا ایمان اختیار کر، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور رب تعالیٰ کو قرض دے اجر و ثواب پائے گا۔ فنحاص بولا کہ اگر ہم خدا کو قرض دیں تو ہم غنی ہوئے اور خدا تعالیٰ فقیر کہ فقیر ہی غنی سے قرض لیتے ہیں نیز تمہارے رسول سود کے لین دین کو حرام کہتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو ایک سے دس بلکہ سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ دے گا یہ خالص سود ہوا اگر خدا تعالیٰ فقیر نہ ہوتا تو ہم غنی لوگوں کو ایک ایک کے دس دس کیوں دیتا؟ ایسے اسلام کو ہم کیسے قبول کر لیں جس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے عقیدہ ہمیں بتائیں۔ جناب

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کی گفتگو سن کر جوش آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور فرمایا کہ اگر تو ہمارا ذمی نہ ہوتا تو تجھے یہیں قتل کر دیتا فنحاص روتا فریاد کرتا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دعویٰ کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر اسے مارنے کی وجہ پوچھی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ عرض کیا کہ اس نے بارگاہ الٰہی میں ایسی بکواس کی تھی میں نے مار دیا، فنحاص انکاری ہو گیا اور قسم کھا کر بولا! میں نے کچھ نہیں کہا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں صدیق اکبر کی تائید اور فنحاص کی تردید کی گئی چنانچہ اس مقدمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ڈگری ہوئی فنحاص کا دعویٰ خارج ہوا۔

خیال رہے کہ اس مقدمہ میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدعی تھے اور فنحاص مدعا علیہ اور قانون شرعی یہ ہے کہ مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعا علیہ قسم کھائے اس موقع پر جناب صدیق اکبر کے پاس کوئی گواہ نہ تھا اندیشہ تھا کہ فنحاص کے حق میں فیصلہ ہو جاتا رب تعالیٰ جناب صدیق اکبر کا گواہ بن گیا اور صدیق اکبر کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ صدیق اکبر کی شان تو دیکھو کہ ان کا گواہ بھی رب تعالیٰ اور ان کی دختر نیک اختر عائشہ صدیقہ کا گواہ بھی رب تعالیٰ کہ تہمت کے موقع پر خود رب تعالیٰ نے آپ کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی دی، یوسف علیہ السلام اور بی بی مریم کی طرح بچوں سے گواہی نہ دلوائی۔"

(تفسیر نعیمی جلد نمبر ۴، ص ۳۸۲-۳۸۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا
نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو موت کے وقت خوشخبری

آیت نمبر ۴۰:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَٱدْخُلِى فِى عِبَـٰدِى ۝ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى ۝ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

"اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔"

ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا "کتنا اچھا قول ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں بھی یہی کہا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تجھے فرشتہ موت کے وقت یہی کہے گا۔[۱] (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ جلد نمبر ۵، ص ۵۲۵)

عن سعيد بن جبير قال: قرأت عند النبي صلى الله عليه وسلم "يايتها النفس المطمئنة الخ" فقال ابوبكر رضي الله عنه ان هذا الحسن فقال له النبي صلى الله عليه وسلم "اما ان الملك سيقول لك هذا عند الموت" (تفسیر ابن کثیر ایضاً)

---

[۱] و قال ابن ابی حاتم حدثنا علی ابن الحسین حدثنا احمد بن عبدالرحمن بن عبدالله الدشتكی حدثنی ابی عن ابیه عن اشعث عن جعفر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالی "یایتها النفس المطمئنة الخ" قال نزلت و ابوبكر جالس فقال یارسول الله! ما احسن هذا! فقال: اما انه سیقال لك هذا۔ (تفسیر ابن کثیر عربی جلد نمبر ۶، ص ۴۵۸ مطبوعہ کوئٹہ)

اثبات خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آیت نمبر ۱۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ (الحشر:۸)

''(یہ مال فیٔ) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔''

معروف مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''بعض اصحاب تفسیر نے اس آیت سے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استدلال کیا ہے جو کوئی مہاجرین مومنین کے ایمان میں شبہ رکھے یا ان کو معاذ اللہ سچا نہ جانے بلا شبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔''

(تفسیر الحسنات جلد ششم، ص ۵۴۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی قربانیوں اور ان کے اوصاف کا ذکر فرما کر آخر میں فرمایا کہ ''اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥'' یہی لوگ سچے ہیں تو ثابت ہوا جن کی صداقت کی گواہی رب دے رہا ہے وہ اپنے ہر قول و فعل میں لازماً سچے ہی ہوں گے اور جو ان کو سچا نہ مانے یا ان کی کسی بات کی تکذیب کرے تو وہ اس فرمان خداوندی (نص قطعی) کا منکر ہے لہٰذا وہ کافر ہے۔

اب ان سچوں نے (کہ جن کی صداقت کی شہادت خود رب العالمین نے ارشاد

فرمائی ہے) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع فرمایا اور ان کو "یا خلیفة رسول الله" کہہ کر مخاطب کیا تو یہ خلافت صدیقی کے برحق ہونے پر کافی و شافی دلیل ہے اس لیے بعض اصحاب تفسیر نے اس آیت سے خلافت صدیقی کا استدلال کیا ہے جیسا کہ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''پھر اللہ تعالیٰ نے ان (مہاجرین فقراء) کو موصوف فرمایا چند امور کے ساتھ پہلا یہ کہ وہ فقراء ہوں دوسرے یہ کہ مہاجر ہوں تیسرے یہ کہ انہیں اپنے گھروں اور اموال سے نکالا گیا ہو یعنی کہ کفار مکہ نے ان کو نکلنے پر مجبور کر دیا ہو اور وہ ان کے مجبور کرنے پر نکلے ہوں چوتھے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا تلاش کرتے ہوں اور فضل سے مراد جنت کا ثواب اور رضوان سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط" (التوبہ: ۷۲) اور پانچویں یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد (ان کے دین کی) کرتے ہوں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ یہ موصوف ہیں جن کو فرمایا "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ o" یہی لوگ سچے ہیں یعنی کہ جب انہوں نے دنیا کو چھوڑا لوجہ اللہ اور خالص دین کے لیے ہجرت کی سختیاں جھیلیں تو دین میں ان کا صدق و صداقت ظاہر ہو گیا بعض علماء نے اس آیت سے خلافت و امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلیل پکڑی ہے اور کہا ہے کہ یہی وہ فقراء مہاجرین و انصار ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "اے خلیفۂ رسول اللہ" کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے سچا ہونے پر گواہی دے رہا ہے پس واجب ہے کہ وہ اپنے اس قول "یا خلیفة رسول الله" میں بھی سچے ہوں اور جب یہ امر ایسے (نص قطعی و شہادت باری سے) ثابت ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا صحیح ہونا یقینی اور واجب ہو گیا''۔[1]

---

[1] اصل متن بلاحظہ ہو: ثم انه تعالیٰ وصفهم بامور: اولها انهم فقراء وثانيها: انهم مهاجرون و ثالثها: انهم اخرجوا من ديارهم واموالهم يعني ان الكفار المكة اخرجواهم الى الخروج فهم الذين اخرجوهم ورابعها: انهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا والمراد بالفضل ثواب الجنة وبا الرضوان قوله "ورضوان من الله اكبر" (التوبة ۷۲) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اعتذار:

ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس کتاب کی ضخامت میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ ہم مزید آیات کا ذکر کرتے۔ ہم نے بہت اختصار کے ساتھ مندرجہ بالا ۴۱ آیات کو ذکر کیا جن سے خلافت و امامت صدیقیہ اور فضائل و محامد صدیقیہ پر تفاسیر کی روشنی میں کچھ عرض کرنے کی سعیٔ سعید کی گئی ہے ورنہ قرآن کریم میں اور بہت سی آیات کریمہ موجود ہیں جن سے فضائل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سورج کی طرح عیاں ہوتے ہیں اور انشاء اللہ یہ آیات اپنا نور تا قیام قیامت بلکہ بعد از قیام قیامت بھی بکھیرتی رہیں گی۔

اب ہم ان احادیث مبارکہ کا بیان کریں گے جن سے عظمت و سیادت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فضائل و محامد صدیقیہ مترشح ہوتے ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**

گدائے کوچۂ تاجدار صداقت

محمد مقبول احمد سرور نقشبندی مجددی قادری رضوی

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت سمندری والے

(رحمۃ اللہ علیہ) فیصل آباد

موبائل 0300-6664824

(بقیہ حاشیہ) و خامسها: قوله "وينصرون الله و رسوله" اى بالفسهم و اموالهم و سادسها: قوله "اولئك هم الصدقون" يعنى انهم لماهجر و الذات الدنيا وتحملوا شدائدها لاجل الدين ظهر صدقهم فى دينهم و تمسك بعض العلماء بهذه الآية على امامة ابى بكر رضى الله عنه فقال هؤلآء الفقرآء من المهاجرين والانصار كانوا يقولون لابى بكر "يا خليفة رسول الله" والله يشهد على كونهم صادقين فوجب ان يكونوا صادقين فى قولهم "يا خليفة رسول الله" ومتى كان الامر كذلك وجب الجزم بصحة امامته۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۰، ص ۵۰۷-۵۰۸ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں وارد ہونے والی احادیث مبارکہ منصہ شہود پر بہت کم تعداد میں آسکیں اس لیے کہ آپ کی مخالفت میں کوئی گروہ پیدا نہ ہوا حضرت مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب میں وارد ہونے والی احادیث اس لیے بکثرت بیان کی گئی ہیں کہ آپ کے مخالفین (خارجی لوگ) آپ کے فضائل ومناقب کو مٹانے کی مذموم کوششوں میں مصروف عمل رہتے تھے تو محبان علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے آپ کے فضائل کی احادیث کو بکثرت بیان کرنے کا التزام کیا اور کمال کی بات یہ ہے جن مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے فضائل کی احادیث سب سے زیادہ کتب احادیث میں موجود ہیں وہی مولا علی کرم اللہ وجہہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بے مثال فضائل اپنی زبان مبارکہ سے بیان فرماتے ہیں اس کی ایک جھلک ہم اس مقام پر قارئین کے زیب نظر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ملاحظہ ہو علامہ مومن شبلنجی علیہ الرحمت اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''نور الابصار'' میں (جس کا ترجمہ استاذ المحدثین شارح بخاری محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ (استاذی المکرم) نے فرمایا ہے) فرماتے ہیں:

فضائل صدیقیہ بزبان مصطفویہ ومرتضویہ ومحامد مرتضویہ بلسان صدیقیہ

حدیث شریف نمبرا:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ کی طرف گئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ آگے تشریف لے جائیں اور حجرہ شریفہ کے دروازہ پر دستک دیں اور اس پر خوب اصرار فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ آگے تشریف لے جائیں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''آپ آگے تشریف لے جائیں کیونکہ میں اس شخص سے تقدم نہیں کرسکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ میرے بعد ابوبکر صدیق سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع وغروب نہ ہوگا میرے بعد ابوبکر سے افضل کوئی نہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس شخص پر تقدم نہیں کرسکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خیر النساء کو بہتر شخص کے نکاح میں دیا ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''جس کے حق میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سینہ کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر کے سینہ کو دیکھ لے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جس کے حق میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علم حضرت یوسف اور ان کے حسن و جمال حضرت موسیٰ اور ان کی نماز حضرت عیسیٰ اور ان کا زہد و تقویٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اور آپ کے خلق عظیم کو دیکھنا چاہے وہ علی المرتضیٰ کو دیکھ لے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا:

''میں اس شخص پر تقدم نہیں کرسکتا جس کے حق میں سید کائنات صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جب روز قیامت سب لوگ میدان میں حسرت وندامت کے ساتھ جمع ہوں گے تو خالق کائنات عزوجل کی طرف سے کوئی ندا کرے گا! اے ابوبکر! تم اور تمہارے محبوب جنت میں تشریف لے جاؤ۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں ایسے شخص پر تقدم کیسے کرسکتا ہوں جس کے حق میں سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین اور خیبر کے روز جبکہ آپ کو دودھ اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

هـذه هـدية مـن الـطالب الغالب لعلي بن ابي طالب (كرم الله وجهه)

''طالب وغالب (اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ) کا یہ ہدیہ علی ابن ابی طالب کے لیے ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں ایسے شخص سے آگے ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا جس کے حق میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تو میری آنکھ ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''علی جنت کی سواری پر تشریف لائیں گے تو کوئی ندا کرے گا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں آپ کا بہتر والد اور ایک بہتر بھائی تھا بہتر والد ابراہیم خلیل اللہ اور بہتر بھائی علی ابن ابی طالب ہیں۔'' (علیہ السلام ورضی اللہ عنہما)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت جنت کا خازن رضوان جنت کی چابیاں لائے گا اور دوزخ کی کنجیاں بھی اس کے پاس ہوں گی اور کہے گا اے ابوبکر! خالق ارض و

سماء جل جلالہٗ آپ کو سلام فرماتا اور حکم فرماتا ہے کہ یہ کنجیاں جنت کی اور یہ کنجیاں دوزخ کی ہیں تم جسے چاہو جنت میں بھیجو اور جسے چاہو دوزخ میں بھیجو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اس بزرگ شخصیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں محشر کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تم سے اور علی سے محبت کرتا ہوں میں سجدۂ شکر بجالایا پھر کہا: میں فاطمہ سے محبت کرتا ہوں میں سجدۂ شکر بجالایا پھر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں میں نے شکرانہ ادا کیا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ایسی مقدم شخصیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابوبکر کے ایمان کا ساری زمین والوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان سب سے وزنی ہوگا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن علی ابن ابی طالب، ان کی اولاد اور ان کی زوجہ محترمہ اونٹوں پر سوار آئیں گے تو لوگ کہیں گے کہ یہ کون سا نبی ہے منادی کہے گا یہ (نبی نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کا حبیب علی ابن ابی طالب ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل محشر جنت کے آٹھ ۸ دروازوں سے یہ آواز سنیں

گے اے ابو بکر! جسے چاہو جنت میں داخل کرو۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں میرے اور خلیل اللہ علیہ السلام کے محلات کے درمیان علی المرتضیٰ کا محل ہوگا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"میں اس شخص کے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے حق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آسمان کے فرشتے کروبی روحانی اور ملأ اعلیٰ ہر روز ابو بکر صدیق کو دیکھتے ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں اس شخص پر کیسے فائق ہو سکتا ہوں جس کے حق میں اور جس کی اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" وہ اللہ کی محبت میں مساکین یتامیٰ اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں اس شخص پر کس طرح فوقیت حاصل کر سکتا ہوں جس کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وہ شخص جس نے سچ کہا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔"[2]

اس گفتگو کے دوران میں سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رب العلمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ! آسمان کے فرشتے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں کے

---

[1] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝" (الدھر:۸)

[2] ارشاد ربانی ہے "وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝" (الزمر:۳۳)

فرشتے اس وقت ابوبکر الصدیق اور علی المرتضیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ادب واحترام کے بارے ان کی گفتگو سن رہے ہیں آپ ان کے پاس ثالث کی حیثیت سے تشریف لے جائیے اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت و رضوان سے ڈھانپ لیا ہے اور ایمان و اسلام اور حسن ادب کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں ایسا ہی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی پیشانی کو محبت سے چوما اور فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر سارے سمندر سیاہی ہو جائیں اور درخت قلمیں بن جائیں اور ارض و سماء والے لکھنے بیٹھ جائیں تو بھی تمہاری فضیلت اور وصف اجر کے لکھنے سے عاجز ہو جائیں گے۔''

(تنویر الازہار اردو ترجمہ نور الابصار جلد اول، ص ۱۹ تا ۲۲ مطبوعہ فیصل آباد)

رفض وخروج سے پاک صحیح العقیدہ اتحاد بین المسلمین کا فارمولا

جو دو فرقے اس بات پر باہم دست وگریباں ہیں (ایک حضرت علی کے حمایتی اور دوسرے حضرت صدیق اکبر کے محبین) ان کو یہ روایت بار بار پڑھ کر غور وفکر کرنا چاہئے کہ ہمارے مقتداء و پیشوا تو ایک دوسرے سے اپنے آپ کو فوقیت نہیں دیتے تو ہم اسی مسئلہ کی آڑ میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیوں ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جس طرح فضائل صدیق کو اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح فضائل مرتضوی رضی اللہ عنہ کو ڈنکے کی چوٹ کھل کر بیان کیا ہے ہم بھی اسی طرح مانیں اور اپنی اپنی مجالس ومحافل میں بیان کریں تا کہ پتا چل جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ماننے والے وہی ہیں جو ان کے ممدوح حضرت مولائے کائنات کی مدحت سرائی کرنے والے ہیں اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے غلام بھی وہی ہیں

جوان کے محبوب حضرت صدیق اکبر سے محبت رکھنے والے ہیں یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس سے انحراف ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے اسی ناقابل تردید حقیقت پر عمل پیرا ہو کر ملک وملت کو دہشت گردی سے اور سینوں کو بغض وحسد و بے ایمانی کے کینوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور اسی حقیقت کو تسلیم کر کے اتحاد بین المسلمین کا ثبوت دیا جاسکتا ہے ورنہ کچھ لوگ رفض اور کچھ لوگ خروج کے اندھیرے کنوؤں میں ایسے گریں گے کہ پھر نکل نہ سکیں گے جیسا کہ گزشتہ دو دہائیوں سے رفض وخروج بام عروج پر ہے اور غیر ملکی سرمایہ سے مزید پروان چڑھتا نظر آ رہا ہے اور صحیح العقیدہ رفض وخروج سے پاک مسلمان دہشت گردی کی نذر ہو کر ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھتے (قتل ہوتے) چلے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ان دشمنوں سے محفوظ فرمائے اور عالم اسلام کا بول بالا کرے۔ آمین ثم آمین

مقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں

حدیث شریف نمبر ۲:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر بھی اپنی چادر کا کنارہ پکڑے ہوئے حاضر ہوئے یہاں تک کہ ان کا گھٹنا ننگا ہو گیا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارے یہ صاحب لڑ جھگڑ کر آ رہے ہیں پس انہوں نے سلام کیا اور بتانے لگے کہ میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان کچھ تکرار ہوئی تو جلدی میں میرے منہ سے ایک بات نکل گئی جس پر مجھے بعد میں ندامت ہوئی اور میں نے ان سے معافی مانگی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا لہٰذا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے یہ تین مرتبہ فرمایا اس کے بعد حضرت عمر نادم ہو کر حضرت ابوبکر کے در دولت پر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ ابوبکر ہیں؟ انہوں (گھر والوں)

نے کہا وہ گھر پر نہیں ہیں پس وہ بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا اور یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! خدا کی قسم! مجھ سے بہت زیادتی سرزد ہوئی ہے یہ دو مرتبہ عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق و واسانی بنفسہ و مالہ فھل أنتم تارکو الی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا . (بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۶-۵۱۷)

''بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب لوگوں نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں لیکن اکیلے ابوبکر نے کہا کہ یہ سچ فرماتے ہیں اور پھر اپنی جان اور مال سے میری پوری پوری مواسات کی پھر دو مرتبہ فرمایا: کیا تم میرے لیے ایسے ساتھی کو چھوڑ و گے؟ اس کے بعد کبھی (کسی بھی موقع پر) حضرت ابوبکر کو (ایسی) تکلیف نہ دی گئی۔

افضلیت واولویت واولیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب لوگوں نے میری تکذیب کی اور اکیلے ابوبکر نے میری تصدیق کی'' اس بات پر دلیل ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وقت اظہار ایمان و اسلام فرمایا جبکہ ابھی کوئی دوسرا (شخص) مسلمان نہ ہوا تھا اس سے آپ کی اولیت ثابت ہوئی۔

خواجۂ اول کہ اول یار بود
ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ بود

اور جو سب سے پہلے ایمان و اسلام لائے ان کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبۃ:۱۰۰)

''سب میں اگلے پہلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔''

دوسرے مقام پر ارشاد باری ہوتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (الواقعۃ:۱۰-۱۱)

''اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی لوگ مقرب بارگاہ ہیں۔''

یعنی پہلے ایمان لانے والے وہ ہیں جن سے اللہ راضی ہو گیا اور وہ مقرب بارگاہ خداؤ مصطفیٰ ہو گئے یہی بات ان کی باقیوں سے افضلیت واولویت کا سبب بن گئی تو وہ شخصیت جو اس وقت ایمان لائی جب کوئی دوسرا ایمان نہ لایا تھا تو وہ سب سے سبقت لے گئی جس پر خود حضرت مولائے کائنات نے گواہی دی کہ ''کنت اول القوم اسلاما'' (الریاض النضرہ جلد اول، ص۲۶۲) آپ ساری قوم سے پہلے ایمان لائے تھے تو اس بناء پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل، اول اور اولیٰ قرار پائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت بھی فرمائی۔[1]

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے انہیں شرافتوں عظمتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کی خلافت پر اجماع فرمایا اور خود مولائے کائنات نے آپ کی خلافت کو تسلیم فرمایا بلکہ شیعہ کتاب[2] (الاحتجاج الطبرسی ص۶۰ س۲ ترجمہ) کے مطابق ''ثم صلّی خلف ابی بکر'' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور بار بار فرمایا جسے نبی کریم نے ہمارے دین کے

---

[1] مزید حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر قمی، مراۃ العقول ص ۳۸۸، ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۴۱۵، غزوات حیدری ص ۶۲۷

[2] خلافت صدیقی کے لیے ملاحظہ ہو احتجاج الطبرسی ص ۵۶ حضرت علی نے اسامہ سے کہا میں نے حضرت ابو بکر کی خلافت کی بیعت کی ہے روضۃ الکافی ص ۱۱۵، ص ۱۳۱ حضرت علی نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔

لیے امام قرار دیا ہم اسے اپنی دنیا میں بھی امام قرار دیتے ہیں لہٰذا یہ حدیث مبارکہ خلافت صدیقیہ پر بے مثال دلیل ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک کہ "فھل انتم تارکوا صاحبی" انہیں امور کی بناء پر تھا کہ کیا جس شخصیت نے سب سے پہلے میری تصدیق کی مال و جان مجھ پر قربان کیا تم اس کو میری ذات کے لیے (ان کی ان خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے) نہیں چھوڑو گے تو صحابہ کرام نے اس کے بعد ان کی اس بہترین فضیلت کو مد نظر رکھتے ہوئے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچائی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اس ارشاد کے پیش نظر بہترین اعتراف اس صورت میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاحب کو بلا فصل مسندِ رسول پر ان کی نیابت و خلافت کے لیے چن لیا۔

بلکہ بعض شیعہ کتب میں یوں بھی مرقوم ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے اصحاب ثلاثہ کا دور خلافت پر امن تھا اور آپ کی خلافت میں امن نہیں تو فرمایا کہ تینوں خلفاء راشدین کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولیت و افضلیت

حدیث مبارکہ نمبر ۳۰:

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات (ظاہری) مبارکہ میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تو سب پر حضرت ابوبکر کو ترجیح دیا کرتے پھر حضرت عمر بن خطاب کو پھر حضرت عثمان بن عفان کو (رضی اللہ عنہم)[1]۔

---

[1] اصل متن بخاری یوں ہے: حدثنا عبدالعزیز ابن عبداللہ حدثنا سلیمان عن یحیی بن سعید عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما كنا نخير بين الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنهم (بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۶)
ایک نسخہ کے مطابق (فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے۔

ذوات قدسیہ صحابہ معیار ایمان ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" (البقرہ:۱۳)

"ایسے ایمان لاؤ جیسے لوگ (اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم) ایمان لائے۔" اور فرمان خداوندی ہے کہ

"فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا" (البقرہ:۱۳۷)

"اگر وہ ایسے ایمان لائیں جیسے تم (اے صحابہ کرام) ایمان لائے ہو تو بلاشبہ وہ (ہدایت کی) راہ پالیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين" (مشکوٰۃ شریف ص۳۰)

"تم پر میری اور (میرے بعد) خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے"۔

نیز ارشاد فرمایا کہ نجات پانے والی جماعت وہ ہوگی کہ "ما انا عليه واصحابي" (مشکوٰۃ شریف ص۳۰) "جو میرے اور صحابہ کرام کے طریقہ پر ہوگی" تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بشمول حضرات عمر و عثمان و علی علیہم الرضوان کے (جو بعد میں خلفاء راشدین ہوئے) نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات ظاہرہ میں سب صحابہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیا کرتے تھے اب قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مندرجہ بالا ارشادات کے مطابق ہمیں ان صحابہ کے عقیدہ و ایمان کے اتباع میں ایمان لانا ہوگا جبھی ہم ہدایت کی راہ پائیں گے اور ان صحابہ کرام کی پیروی کریں گے ان کے طریقہ کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہوئے اپنے اوپر واجب و لازم کریں گے تو نجات پانے والے ہوں گے لہٰذا قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی پیروی اسی میں ہے جو اصحاب رسول نے خود عملاً ہمارے سامنے پیش کر دیا کہ

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ظاہرہ کے زمانہ میں تمام صحابہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیا کرتے تھے۔"

اور اس ترجیح میں استمرار و دوام تھا کیونکہ کان جب مضارع پر داخل ہو تو دوام و استمرار کا معنی دیتا ہے اور اس روایت میں "کنا نخیر" مضارع پر کنا داخل ہے یعنی یہ ترجیح کوئی ایک دو مرتبہ یا اچانک نہ واقع ہوئی بلکہ ہمیشہ ہم نے حضرت صدیق کو باقی صحابہ پر ترجیح دی۔

سنت تقریری

ویسے تو افضیلت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا مسئلہ قرآن و حدیث سے صریحاً بھی ثابت ہے مگر اس حدیث پاک میں یہ عقیدہ سنت تقریری کی حیثیت سے واضح ہے۔

سنت کی تین اقسام ہیں: ۱سنت قولی ۲سنت فعلی ۳سنت تقریری

۱-سنت قولی: وہ احادیث مبارکہ ہیں جو خود زبان نبوت سے ارشاد ہوتی رہیں۔

۲-سنت فعلی: وہ افعال مبارکہ ہیں جو رسول اللہ علیہ السلام کے وجود مسعود سے معرض وجود میں آئے۔

۳-سنت تقریری: ایسے اقوال و افعال صحابہ کرام جو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وجود میں آئے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سکوت و خاموشی اختیار کرنا پسند فرمایا ہو۔

اب حدیث پاک کے الفاظ پر غور کیجئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر"

"ہم رسول اللہ علیہ السلام کے حیات ظاہری کے زمانہ میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیا کرتے تھے۔"

تو اس ترجیح سے نبی کریم علیہ السلام نے کبھی منع نہ فرمایا (بلکہ خود سرکار صلی اللہ علیہ

وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دینا بھی ثابت ہے جو بجائے خود سنت قولی وفعلی کا درجہ رکھتا ہے جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا) اور اس ترجیح پر خاموشی کا اظہار فرمایا تو یہ سنت تقریری ٹھہری لہٰذا افضیلت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا مسئلہ قطعی قرآنی، حدیثی و اجماعی مسئلہ ہے جس کا منکر قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کا منکر ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حدیث شریف نمبر۴:

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم (حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم) سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں: میں نے پھر پوچھا (ان کے بعد پھر) کون ہیں؟ فرمایا: پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا نام لینے سے ڈرا میں نے پوچھا: پھر آپ ہیں؟ فرمایا میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں سے ایک (اور) شخص ہے[1]

مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق

تمام اصحاب رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضیلت کی تصدیق خود مولائے کائنات علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں جو کہ باب مدینۃ العلم ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انا مدینة العلم و علی بابها" (الصواعق المحرقۃ) "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔" "انا دار الحکمة و علی بابها" (جامع الترمذی) "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ

[1] متن حدیث کا ملاحظہ ہو: حدثنا محمد بن کثیر انا سفیان ثنا جامع بن ابی راشد ثنا ابویعلی عن محمد بن الحنفیة قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ابوبکر قال قلت ثم من؟ قال عمر: وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت؟ قال ما انا الا رجل من المسلمین. (بخاری شریف جلد اول ص ۵۱۸)

ہے" اور وہ علی جو چوتھے خلیفہ راشد بھی ہیں وہ فرمار ہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں (صحابہ کرام) سے افضل و بہتر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ خلفاء راشدین کی پیروی کرو لہٰذا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والوں کو آپ کے اس ارشاد پر سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ دراصل مولا علی رضی اللہ عنہ کے ماننے والے اہلسنت و جماعت ہی ہیں کہ ان کے ارشاد کو اپنا عقیدہ و ایمان سمجھتے ہیں اور وہی انشاء اللہ بروز محشر اپنے اس مقتداء و پیشوا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوں گے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ "یا علی انت و شیعتك فی الجنة" (الصواعق المحرقۃ) "اے علی! تم اور تمہارے ماننے والے جنتی ہیں۔"

میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ: نبی اکرم علیہ السلام کا ارشاد پاک

حدیث شریف نمبر ۵:

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: پھر کسی روز آنا اس نے عرض کیا اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ اس کی مراد وفات سے تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔[1]

اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اول راشدہ بلا فصل پر صراحت موجود ہے گویا یہ حدیث خلافت صدیقیہ بلا فصل پر نص ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے بعد امت مصطفویہ میں سب سے بہتر و افضل سیدنا

---

[1] متن حدیث یوں ہے: حدثنا الحمیدی و محمد بن عبید اللہ قالا حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال اتت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فامرها ان ترجع الیه قالت ارایت ان جئت ولم اجدك كانها تقول الموت قال ان لم تجدینی فأتی ابابكر ۔ (بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۶)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اسی ترتیب سے باقی خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضیلت وخلافت ہے جس کی تصریح دوسری احادیث مبارکہ میں موجود ہے جو اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز بیان کی جائیں گی۔

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

''بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جمہان سے اور اس نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

''هؤلآء الخلفآء بعدی''

''یہ (تینوں) میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔'' (برق سوزں ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۱۱۰)

ایک اور حدیث پاک بایں الفاظ مختلف طرق سے کتب حدیث میں موجود ہے کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) کس کو امیر بنائیں؟ فرمایا: اگر ابوبکر کو بناؤ تو اسے امین پاؤ گے دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ تو اسے قوی اور امین پاؤ گے جو اللہ کے بارے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوگا اور اگر علی کو امیر بناؤ گے مگر میں تمہیں ایسا کرتے ہوئے نہیں پاتا تو اسے ھادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے جائے گا۔''

(فرائد السمطین جلد نمبر ۱، ص ۲۶۶ از علامہ حموینی، برق سوزاں ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۱۶۹)

اسے بزار نے اپنی سند سے بیان کیا جس کے راوی ثقہ ہیں۔

ایک اور روایت کو ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ

''كنا وفينا رسول الله صلى الله عليه وسلم نفضل ابابكر و عمر و عثمان و عليا''

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی

کو فضیلت دیا کرتے تھے۔" (برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۲۳۹)

ایسے ہی ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ

"کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن متوا فزون نقول افضل ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت"

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وافر تعداد میں تھے ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں پھر ہم سکوت اختیار کیا کرتے تھے۔" (برق سوزاں ص ۲۳۹)

ترمذی اور حاکم نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ

"ابوبکر خیرنا و سیدنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"ابوبکر ہم سب سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔"

(برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۲۴۱)

ابن عساکر میں ہے کہ

"ان عمر صعد المنبر ثم قال ان افضل ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر فمن قال غیر ھٰذا فھو مفتر علیہ ما علی المفتری"

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا اس امت کے نبی کے بعد ابوبکر سب سے افضل ہیں اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتری ہے اسے مفتری کی حد لگے گی۔" (برق سوزاں ص ۲۴۰)

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد پاک

حضرت مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ فرمان تواتر کے

ساتھ سینکڑوں کتب میں موجود ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

لا یفضلنی احد علیٰ ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری

اخرجه ابن عساکر۔ (الصواعق المحرقہ ص ۶۸ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

''کوئی شخص مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔'' (برق سوزاں ص ۲۴۰)

افضل الخلق بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۶:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔''[1]

''انبیاء و مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔''[2]

روح القدس حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام کی شہادت

حدیث نمبر ۷:

صاحب صواعق محرقہ نقل کرتے ہیں کہ طبرانی نے اسعد بن زرارہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ

---

[1] متن ملاحظہ ہو: عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا"

(الصواعق المحرقہ ص ۶۸ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] و فی لفظ ماطلعت الشمس علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر"

(الصواعق ص ۶۸)

آپ کے بعد آپ کی امت کا بہترین آدمی ابوبکر ہے۔"[1]

حدیث نمبر ۸:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صاحب یٰسٓ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحبت یافتہ اصحاب میں سے کوئی شخص ابوبکر سے افضل نہیں۔"[2]

حدیث نمبر ۹:

ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابوبکر کی موجودگی میں زیبا نہیں کہ کوئی اور شخص لوگوں کی امامت کرے۔"[3]

ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں: ارشاد نبوی

حدیث نمبر ۱۰:

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:[4]

---

[1] اخرج الطبرانی عن اسعد بن زرارۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "ان روح القدس جبریل اخبرنی: ان خیر امتك بعدك ابوبکر" (الصواعق المحرقہ ص ۶۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] قال الامام الرضا البریلوی رحمہ اللہ:

یعنی وہ افضل الخلق بعد الرسل　　　ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اخرج الحاکم عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما صحب النبیین و المرسلین اجمعین و لا صاحب یٰس افضل عن ابی بکر (الصواعق المحرقہ ص ۷۰ مطبوعہ ملتان)

[3] اخرج الترمذی عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ (الصواعق المحرقہ ص ۷۰ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[4] بخاری میں متن یوں ہے: عن ابی موسیٰ قال مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضہ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ انہ رجل رقیق اذا قام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے پس جب آپ کی علالت زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت سیدہ عائشہ نے عرض کیا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر (امامت کے لیے) کھڑے ہوں گے تو (رونے کی وجہ سے) لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے دوبارہ عرض کیا (کہ وہ نماز نہ پڑھا سکیں گے) حضور نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف والی (عورتیں) ہو پس نبی کریم علیہ السلام کا فرستادہ آیا (اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام صدیق اکبر کو دیا کہ نماز پڑھاؤ) پھر حضرت ابوبکر نے حضور علیہ السلام کی زندگی (ظاہرہ) میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔"

ان احادیث مبارکہ سے جہاں تمام امت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی وشرافت اظہر من الشمس ہے وہیں آپ کی امامت وخلافت کی نص بھی موجود ہے جس کو امام الانبیاء اپنے مصلے پر لوگوں کی امامت فرمانے کا حکم فرمائیں اور وہ آپ کے مصلے پر امام بلا فصل ہو وہ مسند خلافت پر بلا فصل کیوں نہیں؟

شیعہ مفسرین کا خلافت صدیقی کا اقرار اور اس پر حدیث پاک سے دلیل

خود معروف مفسر صاحب تفسیر قمی نے اس ضمن میں ایک حدیث پیش کر کے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت ہی پیش نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امہات المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے مقام رفیع کا اقرار بھی کر لیا ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ) مقامك لم يستطع ان يصلي بالناس قال مرى ابابكر فليصل بالناس فعادت فقال مرى ابابكر فليصل بالناس فانكن صواحب يوسف فاتاه الرسول فصلى بالناس في حيوة النبي صلى الله عليه وسلم (بخاری شریف جلد اول ص ۹۳)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ (بنت عمر الفاروق رضی اللہ عنہما) ایک مرتبہ کچھ غمگین سی بیٹھی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غمگین بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ میں تم کو ایک خوشخبری نہ سناؤں اور وہ یہ ہے کہ

''ان ابابکر یلی الخلافة من بعدی ثم ابوك''

''میری وفات کے بعد ابو بکر میرے جانشین ہوں گے پھر تیرے باپ عمر ان کے خلیفہ ہوں گے۔''

حضرت حفصہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ''من أنبأك هذا'' آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے تو فرمایا ''نبانی العلیم الخبیر'' مجھے علیم وخبیر (اللہ تعالیٰ) نے بتایا ہے۔''

(تفسیر قمی جلد نمبر۲،ص ۳۵۴-۳۷۶،تفسیر صافی ص ۵۲۳،تفسیر مجمع البحرین ص ۳۱۴)(حیات القلوب جلد نمبر۲،ص ۶۱۰)

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خداداد علم غیب وعلم ما یکون سے جان لیا تھا یا پھر اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہی یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ہی خلیفہ بنیں چنانچہ وہ خلیفہ بن گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ان کی خلافت پر اجماع ہو گیا تو خلیفہ اول آپ ہی ہیں لہٰذا آپ ہی امت کے امام اول اور سب صحابہ سے افضل ہیں (رضی اللہ عنہ ورضوان اللہ علیہم اجمعین)

احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں

حدیث شریف نمبر ۱۱:

حضرت سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) ایک دن احد پہاڑ پر چڑھے تو ان کے باعث اسے وجد آ گیا۔ آپ نے فرمایا: احد! ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔[1] (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

---

[1] بخاری میں متن یوں ہے: حدثنا محمدبن بشار ثنا یحیی عن سعید عن قتادة ان انس ابن مالك حدثهم ان النبی صلی الله علیه وسلم صعد احدا و ابوبکر و عمر و عثمان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) تینوں اصحاب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں بھی فرما سکتے تھے کہ "احد ٹھہر جا تجھ پر دو شہید، ایک صدیق ہے" یا یوں بھی ارشاد ہو سکتا تھا کہ "احد ٹھہر جا تجھ پر عثمان، عمر اور صدیق ہیں لیکن ایسا فرمانے سے افضلیت صدیق اکبر واضح نہ ہوتی اور اسی کو واضح کرنے اور یہ بتانے کے لیے کہ نبی کے بعد بلا فصل ہستی اگر کوئی ہے تو وہ صدیق اکبر ہیں' یوں فرمایا: "احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پہ اپنے ذکر کے بعد بلا فصل جب بھی آیا نام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی آیا۔ ملاحظہ ہو ایک اور حدیث پاک۔

حدیث شریف نمبر ۱۲:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے درمیان کھڑا تھا پس انہوں نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی جبکہ ان کا جنازہ تابوت پر رکھا جا چکا تھا تو ایک آدمی نے میرے پیچھے سے اپنے ہاتھوں کو میرے کندھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور آپ کے دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ میں، ابوبکر اور عمر نے کیا' میں، ابوبکر اور عمر گئے۔"

اس لیے مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ان دونوں حضرات کے ساتھ رکھے گا جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ (ایسا کہنے والے) حضرت علی ابن ابی طالب

(بقیہ حاشیہ) فرجف بهم فقال اثبت احد فانما عليك نبی و صديق و شهيدان

(بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے متصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کا ذکر فرمایا کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق، دو شہید ہیں۔

تھے۔''[۱]

؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

شیعہ حضرات ذرا غور فرمائیں کہ وہ جن پاک ہستی کے شیعہ ہونے کے دعویدار ہیں وہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم خود گواہی دیتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ میں نے بارہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے سنا ''میں ابوبکر اور عمر'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابوبکر ہی کا نام لیا اور مزید برآں مولا پاک فرماتے ہیں کہ ''میں امید کیا کرتا تھا کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہر مرحلہ پر صدیق اکبر کا وجود اپنے وجود مبارک کے ساتھ اور نام اپنے نام مبارک کے ساتھ رکھا اسی طرح آخرت میں (قبر وحشر) میں بھی ساتھ رکھیں گے تو وہ امید پوری ہوگئی۔

اے عمر فاروق! میرے آقا نے اپنے ساتھ متصل پہلے ابوبکر صدیق کو سلایا اور پھر آپ کو اور مزید ایک حدیث پاک میں ہے کہ میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''ہم قیامت کے دن ایسے ہی قبروں سے اٹھیں گے۔'' ملاحظہ ہو:

ہم قیامت کے دن بھی ایسے (متصل) ہی اٹھائے جائیں گے

حدیث شریف نمبر۱۴:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر و عمر بھی ان دونوں میں سے ایک صاحب

---

[۱] بخاری کا متن ملاحظہ ہو: حدثنا الولید بن صالح حدثنا عیسی بن یونس حدثنا عمر بن سعید بن ابی الحسین المکی عن ابن ابی ملیکۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال "انی لواقف فی قوم فدعو اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول رحمک اللہ ان کنت لارجوا ان یجعلک اللہ مع صاحبیک لانی کثیرا مما کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یقول "کنت و ابوبکر و عمر و فعلت و ابوبکر و عمر والطلقت و ابوبکر و عمر فان کنت لارجوا ان یجعلک اللہ معہما فالتفت فاذا ھو علی بن ابی طالب ." (مسلم شریف، ابن ماجہ شریف، بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۹)

آپ کے داہنی طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھٰکذا نبعث یوم القیٰمۃ" ہم قیامت کے دن ایسے ہی اٹھائے جائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(ترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۸، مشکوٰۃ، مرآت شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸، ص ۳۲۴)

اس حدیث پاک میں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر وعمر کا ذکر مبارک موجود ہے۔

ایک اور حدیث پاک ملاحظہ ہو جسے امام ابوعیسیٰ الترمذی نے اپنی جامع میں تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں پہلا وہ شخص ہوں جس سے زمین کھولی جائے گی پھر ابوبکر پھر عمر پھر میں بقیع والوں کے پاس تو وہ میرے ساتھ جمع کیے جائیں گے پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ ہم دونوں حرموں کے درمیان حشر کیے جائیں گے۔"

(ترمذی، مشکوٰۃ، مرآت شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸، ص ۲۹۸-۲۹۹)

بروز قیامت ندا آئے گی اے صدیق! مبارک ہو (الخ)

حدیث شریف نمبر ۱۴:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ

"قیامت کے دن تین کرسیاں خالص سونے کی بنا کر رکھی جائیں گی اور ان کی شعاؤں سے لوگوں کی آنکھیں چندھیا جائیں گی ایک کرسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام جلوہ فرما ہوں گے دوسری کرسی پر میں خود بیٹھوں گا ایک خالی رہے گی حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو لایا جائے گا اس پر

بٹھائیں گے اور ایک منادی اعلان کرے گا:

یا طوبیٰ لصدیق بین حبیب و خلیل ۔ (شرف النبی اردو،ص۲۷۹)

''مبارک ہو (آج) صدیق (اکبر) اللہ کے خلیل اور حبیب کے درمیان بیٹھے ہیں۔''

جنت و جہنم کی کنجیاں صدیق رضی اللہ عنہ کو دی جائیں گی

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں قیامت کے حالات کی خبر دیتا ہوں۔ بروز قیامت پلصراط کی دائیں جانب ایک منبر رکھا جائے گا تو میں اس پر بیٹھوں گا پھر دوسرا منبر رکھا جائے گا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھیں گے اس کے بعد دونوں منبروں کے درمیان ایک کرسی رکھی جائے گی اس پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بیٹھیں گے پھر ایک فرشتہ آئے گا اور میرے منبر کی ایک سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا اے مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک فرشتہ دوزخ کا داروغہ مالک ہوں بے شک مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں دوزخ کی چابیاں (حضرت) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا ہے کہ یہ کنجیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دوں۔

پھر ایک فرشتہ آئے گا وہ میرے منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا کہ اے مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں جنت کا داروغہ رضوان ہوں بے شک خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بہشت کی کنجیاں (حضرت) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ابوبکر کو دے دو اس کے بعد اللہ جلیل و جبار جل جلالہ ہم پر تجلی فرمائے گا اور ارشاد ہو گا:

مبارک ہو میرے خلیل (علیہ السلام) اور میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صدیق (رضی اللہ عنہ) کو۔

ذات باری تعالیٰ جل جلالہ کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے تجلی خاص

علامہ بدرالدین سرہندی خلیفۂ مجاز امام ربانی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہما قرۃ العینین کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

''ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ''اعطاك الله رضوان الاكبر'' یعنی اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں رضوان اکبر عطا فرمایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! رضوان اکبر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''يتجلى للمؤمنين عامة و يتجلى لك خاصة ۔''

''اللہ سبحانہ سب مسلمانوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور تمہارے لیے خاص (خصوصی تجلی)''

(قرۃ العینین ص ۱۳، بتغیر یسیر بحوالہ حاکم: حضرات القدس جلد اول، ص ۴۷ مطبوعہ لاہور)

متن حدیث عربی ملاحظہ ہو: اذا كان يوم القيٰمة ينصب منبر على يمين الصراط فاجلس عليه فينصب منبران فيجلس عليه ابراهيم عليه السلام ثم ينصب كرسى بينهما فيجلس عليه ابوبكر (رضى الله عنه) ثم ياتى ملك و يقف على مرقات من منبرى ثم ينادى يا معشر المسلمين من عرفنى فقد عرفنى ومن لم يعرفنى فانا مالك خازن جهنم ان الله امرنى ان ادفعها مفاتيح جهنم الى محمد (صلى الله عليه وسلم) وان محمدًا صلى الله عليه وسلم امرنى ان ادفعها الى ابى بكر ثم ياتى ملك اخر يقف على المرقات الثانى من منبرى ثم ينادى يا معشر المسلمين من عرفنى فقد عرفنى ومن لم يعرفنى فانا رضوان خازن الجنان ان الله امرنى ان ادفع مفاتيح الجنة الى محمد صلى الله عليه وسلم وان محمدًا صلى الله عليه وسلم امرنى ان ادفع الى ابى بكر ثم يتجلى لنا الجليل الجبار جل جلاله و يقول:

''مرحبا بخليل و حبيب و صديق'' (صلى الله عليه وسلم و عليه السلام و رضى الله عنه)

(حضرات القدس جلد اول، ص ۳۶ از علامہ بدرالدین سرہندی مطبوعہ لاہور)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حساب نہ لیا جائے گا

امام ابن حجر مکی نقل فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الناس کلهم یحاسبون الا أبابکر ۔(الصواعق المحرقہ برق سوزاں، ص ۲۶۵)

''ابوبکر کے سوا سب لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔''

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوب سے معیت بلافصل (قبر وحشر میں بھی) ثابت ہوئی اور عنداللہ مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی واضح ہوا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اولویت وافضلیت بھی ظاہر ہوئی (فالحمد للہ علیٰ ذٰلك) امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمت نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

یعنی وہ افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا

حدیث شریف نمبر ۱۵:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے تو اسے جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا'' اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے'' جو نماز پڑھنے والا ہے اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا جو مجاہد ہے اسے جہاد والے دروازے سے جو خیرات کرتا ہے اسے خیرات والے دروازے سے اور جو روزے رکھے گا اسے باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو ان سارے دروازوں سے بلایا جائے اسے تو خدشہ ہی کیا؟ پھر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم ایسے لوگوں میں سے ہو"۔[1]

جنت کے آٹھ دروازے ہیں جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "فی الجنة ثمانية ابواب منها باب يسمى الريان" (بخاری، مسلم، مشکوۃ باب فضائل رمضان) جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کا نام باب ریان ہے تو ان آٹھوں سے مختلف اعمال صالحہ کرنے والے گزریں گے یعنی ہر نیک عمل کرنے والے کے لیے دروازہ مخصوص ہے مگر ایسے بھی خوش نصیب ہوں گے جن کو ان آٹھوں دروازوں سے پکارا جائے گا کہ تم جس دروازہ سے چاہو گزرو فرمایا مجھے امید ہے ان خوش نصیبوں میں اے ابو بکر تم بھی ہو گے۔

یہ حدیث پاک بھی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر لاجواب دلیل ہے کیونکہ جو علیحدہ علیحدہ جنتیوں کی صفات فرداً فرداً اہل جنت ایک دوسرے میں پائیں گے وہ تمام کی تمام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ میں موجود ہوں گی اسی لیے ان کو علیحدہ علیحدہ جنت کے دروازوں پر پکارا جائے گا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں یہ مسئلہ کھل کر بیان کیا

---

[1] بخاری کا متن یہ ہے: ان اباهريرة قال "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من انفق زوجين من شيء من الاشياء في سبيل الله دعي من ابواب يعني الجنة يا عبدالله هذا خير فمن كان من اهل الصلوة دعي من باب الصلوة ومن كان من اهل الجهاد دعي من باب الجهاد ومن كان من اهل الصدقة دعي من باب الصدقة ومن كان من اهل الصيام دعي من باب الصيام وباب الريان" فقال ابوبكر ما على هذا الذي يدعى من تلك الابواب من ضرورة و قال هل يدعى منها كلها احد يارسول الله؟ قال نعم وارجوا ان تكون منهم يا ابابكر .
(بخاری شریف جلد اول ص ۵۱۷)

گیا ہے' نبی اکرم تاجدار آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان خصائل میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ان خصائل میں سے کوئی خصلت مجھ میں ہے؟ فرمایا ہاں وہ تمام کی تمام خصلتیں آپ میں موجود ہیں۔'' [1]

ایک اور روایت میں ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں ابو بکر نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی پائی جاتی ہے؟ فرمایا سب کی سب پائی جاتی ہیں پس اے ابو بکر! تجھے مبارک ہو۔'' [2]

ان دونوں احادیث مبارکہ میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولویت و افضیلت کو واضح فرمایا گیا ہے اور ان کو زبان نبوت سے مبارکباد دی گئی ہے۔

جس طرح تمام اچھے خصائل آپ کی ذات قدسیہ عالیہ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اسی طرح ایمان کی تمام تر شاخیں بھی آپ میں علیٰ وجہ الکمال موجود ہیں صحاح ستہ کی ہر کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ ''ایمان کی ستر سے شاخیں ہیں اور حیا نصف ایمان ہے'' اور میرے آقا کریم علیہ السلام کے تمام غلاموں میں ایمان

---

[1] عن سلیمان بن یسار قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال الخیر ثلثمائۃ وستون خصلۃ اذا اراد اللہ بعبد خیر اجعل فیہ خصلۃ منھا بھا یدخل الجنۃ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ! أفی شیء منھا قال نعم جمیعھا من کل (الصواعق المحرقہ ص ۷۲ مطبوعہ ملتان)

[2] و اخرج ابن عساکر من طریق آخر انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: خصال الخیر ثلثمائۃ وستون فقال ابوبکر یارسول اللہ لی منھا شیء قال کلھا فیک فھنیاً لک یا ابابکر (الصواعق المحرقہ ص ۷۲ مطبوعہ ملتان)

کی کوئی نہ کوئی شاخ موجود ہے اب سنیئے نبی کریم علیہ السلام کا ایک ارشاد پاک:

حدیث شریف نمبر ۱۶:

لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان الثقلین لرجح ایمان ابی بکر (رضی اللہ عنہ) رواہ البیہقی فی شعب الایمان و السیوطی فی تاریخ الخلفاء ۔

"اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام جن وانس کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابوبکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا (انبیاء کو چھوڑ کر)"

(حضرات القدس جلد اول ص ۴۳ مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

اس حدیث پاک کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمایا ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے کہ

"لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم"

(تاریخ الخلفاء عربی ص ۴۴ مطبوعہ مجتبائی)

"اگر تمام اہل زمین کے ایمانوں سے حضرت ابوبکر کے ایمان کا وزن کیا جائے تو ان کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔"

حضرت مولا علی کل ایمان ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق حضرت مولائے کائنات تاجدار ھل اتی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو "کل ایمان" کا مصداق قرار دیا گیا حدیث اور سیر ومغازی کی اکثر کتب میں موجود ہے کہ جب آپ دشمن کے (عمرو ابن ود کے) مقابلہ میں نکلے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا لوگو! یہ دیکھو کہ "**برز الایمان کلہ بالکفر کلہ**" کل کفر کے مقابل کل ایمان آ گیا ہے مگر افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا "تمام اہل زمین کے ایمان (جس میں یہ کل ایمان بھی شامل ہے) سے ابوبکر کا ایمان زیادہ وزنی ہے اور اس کی وجہ ان کی وہ

تصدیق قلبی ہے جو بلا کسی توقف وچون وچراں انہوں نے رسالت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہے اسی لیے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر اپنی سند رضا و خوشنودیٔ مصطفٰی کے پوری آب وتاب سے چمکتا دکھائی دے رہا ہے۔

حدیث شریف نمبر ۱۷:

تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''میں ابوبکر کو تم سب (صحابہ کرام علیہم الرضوان) سے جو بہتر جانتا ہوں تو وہ ان کے نمازوں، روزوں کے سبب نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے یعنی ''یقین'' (حضرات القدس ص ۳۸)

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحٰی کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری: تائید شہید ثالث شیعہ

مجالس المؤمنین شیعہ حضرات کی اہم ترین تصنیف ہے قاضی نور اللہ شوستری جسے شیعہ شہید ثالث کہتے ہیں ان کی کتاب ہے وہ اس میں لکھتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صحابۂ (کرام رضوان اللہ علیہم) کی جماعت میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی سبقت و فضیلت صوم وصلوٰۃ سے نہیں بلکہ ان کے دل کی عقیدت مندی اور اخلاص کا ثمرہ ہے۔'' (ترجمہ مجالس المؤمنین ص ۸۸)

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایقان کا ایمان کا

تو ان احادیث میں حضرت سیدنا صدیق اکبر کے اس بے لوث (سارے اہل ارض کے ایمانوں سے) بھاری ایمان کی اس سب سے بڑی گواہی (جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے اونچا کر دیا اور اس تصدیق کبریٰ کی بنا پر انہیں صدیق اکبر بنا دیا۔ (رضی اللہ عنہ)

غالباً اسی لیے آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کی شہادت دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

محبوب بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث شریف نمبر ۱۸:

حضرت سیدنا عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے میں نے پوچھا ان کے بعد! فرمایا (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) سے میں نے پوچھا پھر! فرمایا (حضرت) ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) سے حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد! تو (اس مرتبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے''۔[1]

---

[1] جامع الترمذی کا متن یہ ہے: عن عبداللہ بن شقیق قال قلت لعائشۃ "ای اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟" قالت "ابوبکر" قلت "ثم من؟" قالت "عمر" قلت "ثم من" قالت ثم ابوعبیدۃ بن الجراح" قال "قلت "ثم من" قال فسکتت" ھذا حدیث حسن (جامع الترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۷)

معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہر نوع تمام صحابہ کرام سے علو مرتبت میں نکتہ عروج پر تھے آپ کی صحابیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار رسالت میں ان کی مقبولیت و محبوبیت سب سے بے مثال و لاجواب تھی اس لیے آپ سب سے منفرد، ممتاز، افضل، اعلیٰ، بلند و بالا مقام کے حامل تھے اور اسی لیے خلیفۂ اول بلا فصل ٹھہرے خلیفہ راشد ثانی مراد مصطفیٰ امیر المؤمنین سیدنا عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ نے برملا اس امر کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ

(ہمارے سردار ابوبکر رضی اللہ عنہ قول فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

"ہمارے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب میں بہتر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔"

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے (غالباً ہم اسے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں)[1]

اور اس سے قبل ہم حضرت مولا علی تاجدار ھل اتیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات (جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت و اولویت کا ذکر ہے) نقل کر چکے ہیں۔

(اسے ہم نے سابقہ اوراق میں بھی تحریر کیا ہے)

مزید ملاحظہ ہو قول سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ: حضرت سیدنا جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

"ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہی ہمارے سردار بلال کو آزاد

---

[1] جامع الترمذی کا متن حدیث ملاحظہ ہو: حضرت مراد مصطفیٰ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدثنا ابو ابراهيم بن سعيد الجوهری عن اسماعيل بن ابی اويس عن سليمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة عن عمر بن الخطاب قال "ابوبكر سيدنا و خيرنا و احبنا الیٰ رسول الله صلی الله عليه وسلم هذا حديث حسن صحيح غريب (جامع الترمذی جلد نمبر ۲، ص ۲۰۶)

کروایا ہے۔" (رضی اللہ عنہما) ۱

مقام غور ہے کہ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ جس حبشی النسل کالے سے غلام (حضرت سیدنا بلال) کو انہوں نے خرید لیا وہ بھی ہمارے سردار ہیں۔

گویا انتہاء عقیدت ہے کہ عمر کالے رنگ: حبشی ڈھنگ: چپٹی ناک وموٹی زبان کو نہیں دیکھتے بلکہ نسبت صدیقی کو ملاحظہ فرما کر یہ درس عقیدت دے رہے ہیں کہ ابوبکر تو سردار ہیں ہی جس کو ان سے نسبت غلامی ہو گئی اب وہ بھی ہمارے سردار ہیں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

اسی لیے عشاقان رسالت یہ نعرے لگایا کرتے ہیں کہ

نبی کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں بازار سے گزر رہے تھے آگے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہہ کر خطاب فرمایا "یـا سیـدی بـلال" اے ہمارے سردار بلال (عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ ص ۱۵۳)

اب دوبارہ امام ابن حجر مکی کی روایت کردہ ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے جس سے معلوم ہوگا یہ افضلیت وسیادت صدیق جبریلی عقیدہ ہے۔ طبرانی نے ابن سعد زرارہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر (سب کا سردار) ابوبکر ہے۔" (رضی اللہ عنہ) ۲

---

۱ بخاری متن حدیث یہ ہے: حدثنا ابونعیم ثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة عن محمدبن المنکدر عن جابر بن عبداللہ قال: "کان عمر یقول ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا

(بخاری شریف جلد اول، ص ۵۳۱)

۲ اخرج الطبرانی عن اسعد بن زرارۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ان روح القدس جبرئیل اخبرنی ان خیر امتك بعدك ابوبکر" (الصواعق المحرقہ ص ۹۹ مطبوعہ ملتان)

طبرانی اور ابن عدی نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ابو بکر ساری مخلوق سے بہتر ہے مگر نبی نہیں''۔[1]

یعنی خود محبوب رب العلمین نبیوں کے علاوہ ساری کائنات کی سیادت وافضیلت کا سہرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر اقدس پر سجا رہے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم السلام)

ان احادیث مبارکہ میں ایک لفظ ہے ''آپ کے بعد'' اور بعد میں آنے والا خلیفہ ہوا کرتا ہے تو سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام ''ان خیر امتك بعدك ابو بکر'' فرما کر کیا اعلان خلافت بلا فصل برائے صدیق اکبر نہیں فرما رہے؟

خلیفہ کا معنیٰ ہی ''پیچھے آنے والا'' ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آنے والے اور باقی تمام سے خیر، بہتر، اعلیٰ، افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں جبھی تو سرور عالم علیہ السلام نے واضح ارشاد فرما دیا۔

ابو بکر میرے خلیفہ ہیں! فرمان نبوی:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے اگر میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں یعنی میرے مددگار معین ہیں اور میرے دین اور یقین کے مظہر ہیں وہ میرے یار غار ہیں کیونکہ میں نے غار میں اپنا ساتھی ان کو منتخب کیا اور وہ میری امت میں میرے خلیفہ ہیں''۔[1]

اس حدیث کو مختلف طریقوں سے محدثین نے نقل کیا ہے چنانچہ بخاری ومسلم نے ابو سعید خدری، زبیر ابن العوام اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد نے زبیر سے اور ابو یعلیٰ نے باختلاف یسیر نقل کیا ہے

---

[1] اخرج الطبرانی و ابن عدی عن سلمة بن الاکوع قال ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی'' (الصواعق المحرقہ ص ۶۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

مشکوٰۃ اور تاریخ الخلفاء میں بھی اس حدیث کی تائید میں احادیث ملتی ہیں۔[۲]

پہلے علم عطا فرمایا پھر خلیفہ بنایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری دی اور زمین پر اپنا خلیفہ نامزد فرمایا تو "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ) علم عطا فرما کر اسی علم کی بنیاد پر نامزد فرمایا۔ میرے آقا علیہ السلام نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم (اپنے سینہ مبارکہ سے ان کے سینہ بے کینہ میں) منتقل فرمایا پھر خلیفہ نامزد فرمایا ملاحظہ ہو حدیث پاک نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی جس کو میں نے ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دیا ہو"[۳]

اب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں کیا نہ ڈالا گیا اور ذات باری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا نہ سکھایا ارشاد باری ہے کہ

"وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا O"

(پ۵ النساء)

اور ہم نے آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ (آپ کے رب) کا فضل عظیم ہے۔"

مَا اپنے عموم پر جاری ہوتا ہے اور یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینۂ صدیق میں منتقل فرما دیا اور خلیفہ نامزد کر دیا کیونکہ وہ علم کے لحاظ سے بھی تمام اصحاب رسول سے فوقیت لے گئے۔

[۱-۲] اصل متن یہ ہے: اما بعد فان اللہ عزوجل اتخذ صاحبکم خلیلا و لو کنت متخذا خلیلا دون ربی لاتخذت ابابکر خلیلا لکن هو شریك فی دینی و صاحبی الذی اوجبت له صحبتی فی الغار و خلیفتی فی امتی (حضرات القدس ص ۳۷ از علامہ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی مطبوعہ لاہور)

[۳] ماصب اللہ فی صدری شیئا الا صببته فی صدر ابوبکر (حضرات القدس ص ۳۷)

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کبھی بھی سبقت حاصل نہیں کر سکتا

فاروق اعظم کا ارشاد (رضی اللہ عنہ)

حدیث شریف نمبر ۱۹:

خلیفۂ ثانی مراد مصطفیٰ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اتفاق سے ان دنوں میرے پاس مال بھی تھا میں سوچنے لگا کہ آج میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے سبقت لے گیا تو لے گیا چنانچہ میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کیا اتنا ہی جتنا ساتھ لایا ہوں پھر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے تو سب کچھ لے کر حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (بھی) پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کیا ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول (چھوڑا) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) اس پر میں نے کہا کہ میں کبھی ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) پر سبقت حاصل نہیں کر سکتا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

قارئین کرام! ذرا سوچیے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ وہ نابغۂ روزگار شخصیت کہ جنہیں زبان رسالت سے یہ اعزاز ملا ہو کہ "لو کان بعدی نبیا لکان عمر بن الخطاب" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے وہ حق تعالیٰ کا ترجمان کہ جس کی رائے کے مطابق قرآنی آیات کا نزول ہوتا رہا ہو اور وہ بے مثال صحابی کہ جن کو محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ

[1] ترمذی کا متن یہ ہے: عن زید بن اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن الخطاب یقول امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نتصدق ووافق ذلک عندی مالا فقلت الیوم اسبق ابابکر ان سبقتہ یوما فجئت بنصف مالی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ابقیت لاهلک قلت مثلہ واتی ابوبکر بکل ما عندہ فقال یا ابابکر ما ابقیت لاهلک فقال ابقیت لهم اللہ ورسولہ قلت لا اسبقہ الی شیء ابدا هذا حدیث حسن صحیح (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۰۸)

سے مانگ کر لیا ہو وہ عمر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق (ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے) حضرت روح القدس جبرئیل امین علیہ السلام یہ فرمائیں کہ "لو حدثتك بفضائل عمر منذما قام نوح فی قومه ما حدثت بفضائل عمر" (الریاض النضرہ، الصواعق المحرقہ) اگر میں نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کے درمیان کھڑے ہونے کا عرصہ (ساڑھے نو سو سال) بھی فضائل عمر بیان کرتا رہوں تو بھی (مکمل) بیان نہ کر سکوں وہ عمر فرماتے ہیں کہ "لا اسبقه الٰی شیء ابدًا" میں کبھی بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔

میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا "فرمان نبوی"

حدیث شریف نمبر ۲۰:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ کب تک میں تم لوگوں میں موجود ہوں لہٰذا میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا۔" (اپنے دست مبارک سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا)[1]

اس حدیث پاک میں بھی "من بعدی" کے الفاظ ہیں جو بعد میں آنے والے یعنی خلیفہ کے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں کہ میرے خلفاء جن کی میں تمہیں پیروی و اقتداء کا حکم دے رہا ہوں وہ ابوبکر و عمر ہیں لہٰذا یہ بھی خلافت صدیقی پر بے مثال دلیل ہے۔

---

[1] ترمذی میں متن یوں ہے: عن حذیفة قال: کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال "انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی" واشار الی ابی بکر و عمر: ایک دوسری روایت یوں بھی ہے عن حذیفة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (جامع الترمذی جلد دوم، ص ۲۰۷)

خلافت صدیقی وتسلیم مرتضوی

حاکم نے نزال بن سبرۃ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے کچھ بتائیں: فرمایا:

''یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان (مبارک) سے صدیق قرار دیا ہے کیونکہ وہ خلیفۃ الرسول ہے آپ نے اسے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم نے اپنی دنیا کے لیے (بھی) اسے (ہی) پسند کیا۔'' اس روایت کی اسناد جید ہیں۔[1]

(الصواعق المحرقہ ص ۰ ۷ مطبوعہ ملتان)

ترمذی شریف میں ایک اور روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اشارے کا ذکر فرمانے کے بغیر یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم لوگ میرے بعد (ان دونوں) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنا۔''

تو ان احادیث پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بمعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ان کی خلافت کو تسلیم کیا پھر ان سب نے حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کی اتباع کی یہی اہلسنّت کا مسلک وعقیدہ ہے اور اسی طرح ترتیب فضیلت وخلافت ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔

آسمان جنت کے روشن ستارے

حدیث شریف نمبر ۲۱:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اصل متن یوں ہے: واخرج الحاکم عن النزال بن سبرۃ قلنا لعلی یا امیر المومنین اخبرنا عن ابی بکر: فقال ذاک امرؤ سماہ اللہ الصدیق علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا: اسنادہ جید

نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں اعلیٰ درجات والوں کو ادنیٰ درجات والے اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ ستارے کو آسمان کے افق پر چمکتا ہوا دیکھتے ہو حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہی بلند درجات والوں میں سے ہیں اور کیا خوب ہیں۔"[1]

حضرت سیدنا ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شانیں کتنی بلند ہیں؟ جتنے زمین کے رہنے والوں سے آسمان کے ستارے بلند ہیں۔ سب سے بلند درجہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے اور پھر ان سے بلند ترین درجہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی لیے آپ کو قرآن کریم میں "چمکتا ہوا آفتاب" فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "وداعیًا الی اللہ باذنہٖ وسراجا منیرا ○" (الاحزاب) اور ایک دوسری حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

"خدا کی قسم! پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کسی اور شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور نہ ہی غروب ہوا۔"[2]

جس سے معلوم ہوا کہ آفتاب نبوت کے بعد تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا درجہ و مرتبہ ہے اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا پھر فاروق اعظم اور جملہ صحابہ کرام نے سب سے بڑا رتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تسلیم کیا ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا اور پھر اسی پر تمام صحابہ، تابعین سے لے کر

---

[1] عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل الدرجات العلی لیراھم من تحتھم کماترون النجم الطالع فی افق السمآء وان ابابکر و عمر منھم و انعما
(جامع الترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۶)

[2] واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر۔ ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے (حضرات القدس جلد اول، ص ۳۸ مطبوعہ لاہور)
کیا حضور علیہ السلام کے ان فرامین کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت سے افضل نہ جاننا سرکار کی مخالفت نہیں اور مسلمانوں کی (اجماعی) راہ سے جدائی نہیں؟

آج تک کے مسلمانوں کا اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا فیصلہ ہے کہ

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

(النساء:۱۱۵)

''اور جو رسول اللہ کی مخالفت کرے حق کا راستہ کھلنے کے بعد اور مسلمانوں کی راہ (اجماع) سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لا تجتمع امتی علی الضلالة'' (الصواعق المحرقہ ومشکوٰۃ وغیرہ) میری امت کا گمراہی پر اجماع نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام امت مصطفویہ پر فضیلت و برتری کی مخالفت رسول اللہ علیہ السلام کے ان ارشادات کی اور صحابہ کرام کے اجماع کی صریحاً مخالفت ہے جو سیدھا جہنم کا راستہ ہے۔

اس حدیث پاک میں تو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد افضیلت صدیقی (جنت میں درجہ عالیہ) کا ذکر ہے اور ایک دوسری حدیث میں یوں بھی فرمایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی کہ

''اے اللہ! ابوبکر کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں رکھنا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔''[۱]

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[۱] اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیمة فاوحی اللہ الیہ ان قد استجاب اللہ دعاءك (حضرات القدس جلد اول، ص ۴۹ مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو محبوب خدا ہیں جن کے اشارۂ ابرو سے قبلے بدل جاتے ہیں جن کے ایک اشارہ انگشت مبارکہ سے سورج واپس آ جاتا ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو جایا کرتا ہے جن کو راضی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○" (الضحیٰ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار امتی کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا ملاحظہ ہو سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ

"بے شک تمہارا رب حیا والا کریم ہے جب کوئی اس کا بندہ اس کی طرف (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے تو اس کو خالی لوٹاتے ہوئے اسے حیا آتی ہے۔"[1]

* ایک عام آدمی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اسے خالی نہ لوٹائے تو جب اللہ کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائے تو وہ خالی کیسے لوٹا دے گا؟

معلوم ہوا کہ دعائے محبوب ضرور قبول ہے اور جنت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ضرور (ایک غلام کی حیثیت سے) جنت میں نبی اکرم علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان ستارے ہیں

تاجدار انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہدایت کے ستارے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ

"میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں کسی ایک کی پیروی کرو گے تو تم ہدایت پا لو گے۔"[2] (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

اسلام کی عظمت کے مینارے ہیں صحابہ
گر چاند محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ستارے ہیں صحابہ

---

[1] ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا۔ (ابوداؤد شریف جلد اول، ص ۲۱۶)

[2] اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

تو یہ تمام جنت میں افق آسمان پر چمک دمک رہے ہوں گے مگر ان سب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چمک دمک اسی طرح فوق ہوگی جس طرح قطب ستارہ تمام ستاروں میں نمایاں ہوتا ہے اور سب سے زیادہ چمک رہا ہوتا ہے اسی لیے فرمایا "انعما" یہ دونوں (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کیا خوب ستارے ہیں۔

شیوخ جنت کے سردار! ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

حدیث شریف نمبر ۲۲:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں۔"[۱]

حضرت سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ایک ایسی روایت منقول ہے وہ بھی ترمذی میں ہے یعنی کہ جو لوگ دنیا سے عمر رسیدہ ہو کر کوچ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گے ان ادھیڑ عمر کے لوگوں کے جنت میں سردار حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے (ورنہ جنت میں تو سب لوگ جواں سال ہی ہوں گے)

یہ حدیث حضرت مولائے کائنات نے روایت کی ہے جو شیعہ کتابوں میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو احتجاج الطبرسی میں ہے کہ

- قد روی ایضاً: انهما سید اکهول اهل الجنة

(احتجاج الطبرسی جلد دوم، ص ۲۴۷)

شیعانِ علی کو اسے تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ وہ بزعم خویش شیعانِ علی ہیں اور جو اپنے امام کا فرمان نہ مانے وہ متبع کیسا؟

۱: عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ابوبکر و عمر سید اکهول اهل الجنة من الاولین و الآخرین ماخلا النبیین و المرسلین لاتخبرهما یا علی (جامع الترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۷)

الحمد للہ رب العلمین مولائے کائنات کی روایت کردہ حدیث کو اہلسنّت و جماعت دل و جان سے حرز ایمان بناتے ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق کو ساری امت کا سردار جانتے ہیں (رضی اللہ عنہم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیخین کو ملاحظہ فرماتے تو مسکراتے

حدیث شریف نمبر ۲۲:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب انصار و مہاجرین صحابہ (کرام علیہم الرضوان) کی طرف تشریف لاتے اور وہ بشمول حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے بیٹھے ہوئے ہوتے تو کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے ہاں البتہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں آپ کی طرف دیکھتے اور مسکراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان دونوں کو ملاحظہ فرما کر تبسم فرماتے [۱]۔

اللہ اکبر! کیا مقام و مرتبہ ہے ان شمع نبوت کے پروانوں کا کہ جو میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرحت و سرور کا باعث ہیں اور مزاج شناس نبوت ہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور پر ایسی شفقت و عنایت نہ تھی کہ وہ سرکار کو دیکھ کر اور سرکار ان کو دیکھ کر مسکرائیں بلکہ کوئی شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا گویا آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ ہر آنکھ ان کا احاطہ نہ کر سکتی تھی مگر ان دونوں ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ آنکھیں عطا فرما دی تھیں جو جی بھر بھر کر حسن محبوب کا نظارہ کیا کرتیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے کسی نے محبوب

---

[۱] وعن انس: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المھاجرین والانصار وھم جلوس وفیھم ابوبکر و عمر فلا یرفع الیہ احد منھم بصرہ الا ابوبکر و عمر فانھما کانا ینظران الیہ و ینظر الیھما و یتبسمان الیہ و یتبسم الیھما: ھذا حدیث غریب
(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۰۷)

رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ کیسے بیان کروں کہ میں نے کبھی نظر جما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں (میری آنکھوں میں اتنی تاب نہ تھی کہ وہ جم کر سرکار کا چہرہ مبارکہ دیکھ سکیں)۔[1]

قربان جاؤں ان مبارک آنکھوں پر جو بار بار جلوہ محبوب کو تکتیں اور مسکراتیں تھیں اور آج تک روضہ رسول اس رویت محبوب کے مناظر پیش کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور غار ثور میں تو یہ محب اعظم اکیلا ہی اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے مستفیض ہوتا رہا کیونکہ یہ "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ" تھا اور یہ صرف اسی یار غار کا ہی حصہ تھا جس میں دوسرا کوئی سہیم و شریک نہ تھا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ

امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث شریف نمبر ۲۴:

حضرت عبداللہ ابن زمعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت نے شدت اختیار کی تو چند مسلمانوں کے ساتھ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا نماز کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلایا فرمایا کسی سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن زمعہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں موجود تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے پس میں نے کہا: اے عمر! کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز

---

[1] امام مسلم نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق طویل حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ سیدنا حضرت عمرو ابن عاص بن وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املا عینی منه (مسلم شریف جلد اول ص ۷۶) اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرو تو میں آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا)

پڑھایئے وہ آگے بڑھے اور تکبیر (اقامت) کہی گئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ کیونکہ اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا وہ اس کے بعد آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکے تھے تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔"[1]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عبداللہ ابن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارکہ سے) باہر تشریف لانے لگے یہاں تک کہ سرانور حجرۂ مبارکہ سے باہر نکال کر فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں لوگوں کو ابن قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نماز پڑھائیں یہ آپ غصے میں فرما رہے تھے۔"[2]

حدیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام سے افضل ہیں کیونکہ امام مقتدیوں سے افضل ہی ہوا کرتا ہے (مگر بدرجہ مجبوری مفضول کی امامت بھی جائز ہے) حتیٰ کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت سیدنا

---

[1] عن عبداللہ بن ابی زمعة قال: لما استعز برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا عندہ فی نفر من المسلمین دعاہ بلال الی الصلوٰة فقال مروا من یصلی للناس فخرج عبداللہ بن زمعة فاذا عمر فی الناس وکان ابوبکر غائبا فقلت یا عمر قم فصل بالناس فتقدم فکبر فلما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوتہ وکان عمر رجلاً مجهراً قال فاین ابوبکر؟ یأبی اللہ ذلک والمسلمون یأبی اللہ ذلک والمسلمون فبعث الی ابی بکر وجاء بعد ان صلی عمر تلک الصلوٰة فصلی بالناس (ابوداؤد شریف جلد ثانی ص ۲۹۳)

[2] قال ابن زمعة خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اطلع راسہ من حجرتہ ثم قال: لا، لا، لا لیصل للناس ابن ابی قحافة یقول ذلک مغضباً (ابوداؤد شریف جلد ثانی ص ۲۹۳)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھانے کے لیے سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہ فرمایا بلکہ ان کی پڑھائی ہوئی نماز کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (دوبارہ) وہی نماز پڑھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امامت کے لیے آپ ہی کو ارشاد فرمایا اور یہ جملے ارشاد فرمائے کہ "لا، لا، لا لیصل للناس ابن ابی قحافة" نہیں، نہیں، نہیں لوگوں کو (صرف) ابن ابی قحافہ ہی نماز پڑھائیں اور گزشتہ مرقوم حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ فرمایا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بلافصل خلافت پر لاجواب دلیل

"فاین ابوبکر؟ یابی اللہ ذلك والمسلمون: یابی اللہ ذلك والمسلمون"

"ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں، اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں۔"

تو اس حدیث پاک میں کیا یہ توضیح سورج کی چمک دمک کے ساتھ موجود نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی شخصیت امام نہیں ہوسکتی؟ تو جب اللہ اور مسلمان بفرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاوہ کسی بھی شخصیت کو امام بنانا پسند نہیں کرتے تو پھر کسی اور شخصیت کو خلافت کے لیے کب پسند کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت جس طرح اللہ، رسول اور مومنین کی پسندیدگی سے ہے اسی طرح ان کی خلافت بھی اللہ، رسول کے حکم اور مسلمانوں کے اجماع کے مطابق ہے آپ کی خلافت کو بلافصل تسلیم نہ کرنا یا امت محمدیہ کے کسی بھی فرد کو ان سے افضل جاننا بہت بڑی گمراہی اور سراسر بدعت ہے۔

علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"ف:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برحق خلیفۂ رسول بلافصل ہونے کے لیے بے شمار دلائل وشواہد ہیں جن میں سے ایک یہی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض کے اندر نماز میں مسلمانوں کی امامت کے لیے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا اور اس کام کے لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی منظور نہ فرمایا۔"

(اردو ترجمہ وشرح ابوداؤد شریف جلد سوم، ص ۴۲۴ مطبوعہ لاہور)

خود حضرت مولائے کائنات نے خلافت صدیقیہ کو اسی دلیل سے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخصیت کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا (ہمارا امام بنایا) ہم نے اپنی دنیا کے لیے بھی (خلافت کے لیے بھی) انہی کو پسند کیا۔" (تاریخ الخلفاء)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

"جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے مختلف کلمات سے آزمایا تو وہ پورے نکلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ" (البقرہ:۱۲۴) "بے شک ہم نے آپ کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا" آپ نے عرض کیا "اور میری ذریت سے (امام ہوں گے؟)"۔ "قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ" (البقرہ:۱۲۴) فرمایا "ہمارا یہ عہد (امامت) ظالمین کو نہ پہنچے گا۔"

میں ابو بکر کے لیے خلافت لکھ دوں (الحدیث)

حدیث شریف نمبر ۲۵:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ "مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی (رضی اللہ عنہما) کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان کے متعلق ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار

ہوں اور اللہ تعالیٰ اور (تمام) مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک کی خلافت کا انکار کر دیں گے۔''[1]

امام نووی اسی حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

''اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح دلیل ہے اور مستقبل کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے اور اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ خلافت کے معاملہ میں مسلمانوں کا نزاع ہوگا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسلمان کسی اور کی خلافت پر متفق نہیں ہوں گے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ مکتوب لکھ دیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (بوجہ علالت خود) جانا دشوار تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ان ایام میں) جماعت سے نماز پڑھنے بھی نہیں جا رہے تھے آپ نے نمازوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تھا۔''[2]

---

[1] عن عائشة قالت: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه ادعی لی ابابکر اباك و اخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی و یابی الله والمومنون الا ابابکر (مسلم شریف جلد ثانی ص۲۷۳)

[2] وفی هذا الحدیث دلالة ظاهرة لفضل ابی بکر الصدیق رضی الله عنه و اخباره منه صلی الله علیه وسلم ما سیقع فی المستقبل بعد وفاته وان المسلمین یابون عقد الخلافة لغیره وفیه اشارة الی انه سیقع نزاع و وقع کل ذلك واماطلبه لاخیها مع ابی بکر فالمراد انه یکتب الکتاب و وقع فی روایة البخاری الخ ولان اتیان النبی صلی الله علیه وسلم کان متعذرا ومتعسرا وقد عجز عن حضور الجماعة واستخلف الصدیق لیصلی بالناس (مسلم شریف جلد ثانی ص۲۷۳-۲۷۴)

لہٰذا نمازوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنانا ان کی خلافت بلافصل پر واضح دلیل ہے۔۱۲ (فقیر محمد مقبول احمد سرور)

اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ارشاد فرما دیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے انحراف کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کو معلوم ہے کہ نبی کا فرمان دراصل خدا کا فرمان ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا مومن نہیں رہتا اور کسی مسلمان کو اختیار نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد اپنی رائے اختیار کرے اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی فیصلہ نبوی کو سامنے رکھ کر خلافت صدیقی پر اجماع فرمالیا۔

علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ

"یہ حدیث، حدیث قرطاس (مجھے کاغذ قلم لا دو میں ایسی شی لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو شیعہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت لکھنی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاغذ نہ لا کر دیا گویا خلافت علی لکھنے سے روک دیا معاذ اللہ تعالیٰ) کا بھی جواب ہے، کیونکہ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم منگوایا تھا تو آپ حضرت علی کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔"

(شرح مسلم سعیدی جلد سادس ص ۷۹۸ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی ترتیب

حدیث شریف نمبر ۲۶:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نبوت کی خلافت تیس ۳۰ سال تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا سلطنت عطا فرمادے گا۔"

سعید نے بیان کیا کہ حضرت سفینہ نے مجھ سے بیان فرمایا ''اب تم لوگ حساب لگا لو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو ۲ سال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دس ۱۰ سال، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بارہ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس قدر۔''

سعید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ (مروانی) سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی خلیفہ نہیں تھے انہوں نے جواب دیا ''ان کے سرین جھوٹ بولتے ہیں (یعنی یہ مروانی جھوٹے ہیں) اور یہ اس قدر بے ہودہ ہے کہ زبان سے نہیں نکلی بلکہ ان کے سرین سے آواز نکلی ہے۔''[1]

اس حدیث پاک میں نبوت کی خلافت کو صحابی رسول حضرت سفینہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک قرار دیا ہے یعنی اسی ترتیب خلافت کو جو آج اہلسنّت و جماعت رکھتے ہیں زبان نبوت سے ارشاد فرمایا گیا اور اس اجمال کی تفصیل خود صحابی رسول نے بیان فرما دی پہلی خلافت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اگر تسلیم نہ کی جائے تو تیس ۳۰ برس پورے ہی نہیں ہوتے معلوم ہوا کہ خلافت علی منہاج النبوت کی تکمیل اسی طرح کی ترتیب سے ہو گی جس طرح حضرات صحابہ نے اور پھر اہلسنّت و جماعت نے تسلیم کیا ہے یہی حدیث کا مقتضیٰ ہے ورنہ تیس ۳۰ سال کی خلافت میں مختلف خلفاء کا وجود نہیں رہے گا اور صرف ایک ہی خلیفہ حضرت علی کو تیس ۳۰ سال تک تسلیم کرنا خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ ذخیرۂ حدیث میں لفظ خلفاء کثرت سے استعمال ہوا ہے جو کم از کم تین پر بولا جاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب بھی خلافت کا ذکر فرمایا تو پہلے حضرت ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضوان

---

[1] عن سفینة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یؤتی الله الملك او ملكه من یشآء: قال سعید قال لی سفینة: امسك علیك ابابكر سنتین و عمر عشراً و عثمان اثنی عشرة و علی كذا قال سعید قلت لسفینة ان هؤلاء یزعمون ان علیاً علیه السلام لم یكن بخلیفة قال كذبت استاه بنی الزرقاء یعنی بنی مروان

(ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۹۰)

اللہ علیہم اجمعین کا ذکر فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ان حضرات کا ذکر فرمایا اسی ترتیب سے ہمیشہ ذکر فرمایا ملاحظہ ہو!

حدیث شریف نمبر ۲۷:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"آج کی شب ایک نیک آدمی کو دکھلایا گیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیوست کیے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیوست کیے گئے۔"

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "پھر ہم لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ گئے تو ہم لوگوں نے (اپنے گمان سے) یہ بات کہی کہ آپ نے جو نیک شخص ارشاد فرمایا تو (ہمارے خیال میں) اس سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض حضرات کا بعض سے جو پیوست کیا جانا اور ملنا (جو آپ کو دکھایا گیا ہے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حضرات اسی خدمت کے لیے (بھیجے گئے) ہیں کہ جس خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔"[1]

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ارشاد فرمایا کہ "مجھے رات کو دکھایا گیا" تو یہ خواب کی بات ہے اور نبوت کا خواب بھی وحیِ الٰہی ہوا کرتا ہے اور اسی بناء پر اس میں ذرہ

---

[1] عن جابر عبد اللہ انہ کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اری الیلۃ رجل صالح ان ابابکر نیط برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر" قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا: اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اما تنوط بعضھم ببعض فھم ولاۃ ھذا الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۸۹)

برابر بھی کذب کا شائبہ نہیں ہوسکتا بلکہ سچ ہی سچ ہوتا ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ”اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ○“ (سورۂ یوسف) میں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے آگے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور جب مصر میں گیارہ بھائیوں اور والدین نے ان کو سجدہ کیا تو فرمایا ”ھٰذا تعبیر رئیای“ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر (سچائی) اسی طرح سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح فرما رہے ہیں تو فی الحقیقت حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے گلے پر چھری چلا دی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

”قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا“ (صافات) آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا۔

اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے متصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور پھر ان سے متصل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان سے متصل عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیوست دیکھا تو یہ خواب بھی حق و سچ تھا ایسے ہی دیکھا تھا تو ایسے ہی واقع ہونا تھا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان کی رحلت سے متصل خلیفہ بلافصل صدیق اکبر ہوئے ان سے متصل ان کی رحلت سے حضرت عمر اور حضرت سے پیوست حضرت عثمان غنی خلیفہ بنے (رضی اللہ عنہما)

یہ ترتیب خلافت علی منہاج النبوت ہے جو ارشادات نبوی اور پھر اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ یہ وہی خدمت ہے جو رسول اللہ علیہ السلام کے سپرد کی گئی اور پھر ان خلفاء راشدین کے حوالے کر دی گئی اس مضمون کی اور بھی احادیث کتب میں موجود ہیں مثلاً ملاحظہ ہو:

حدیث شریف نمبر ۲۸:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تم لوگوں میں سے کسی نے (رات کو) کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ (اپنا

خواب) بیان کرے۔"

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا آسمان سے ایک ترازو اتری پھر آپ کو اور حضرت ابوبکر کو (اس ترازو میں) وزن کیا گیا تو ابوبکر کے مقابلے میں آپ وزنی تھے اس کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کو اس میں تولا گیا تو حضرت ابوبکر وزنی ہوئے پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان کو لایا گیا تو حضرت عمر وزنی ہو گئے اس کے بعد وہ ترازو اٹھا لی گئی۔[1]

ایک اور روایت میں حضرت ابوبکرہ کہتے ہیں کہ (خواب سننے کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے جو یہ دیکھا ہے وہ نبوت کی خلافت ہے اس (خلافت علیٰ منہاج النبوت) کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہے حکومت عطا فرما دے۔"[2]

اسی طرح کی ایک اور حدیث مبارک ملاحظہ ہو۔

حدیث شریف نمبر ۲۹:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ آسمان سے (ایک) ڈول لٹکایا گیا تو پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے لکڑی کے دونوں کونے پکڑ کر کچھ پیا (یعنی خوب پیٹ بھر کر نہ پیا) پھر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے اسے پکڑ کر اچھے طریقہ سے خوب سیر ہو کر پانی نوش فرمایا اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے

---

[1] عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منھم رؤیا فقال رجل انا رایت کان میزانا انزل من السماء فوزنت انت و ابوبکر فرجحت انت بابی بکر و وزن ابوبکر و عمر فرجح ابوبکر و وزن عمر و عثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۸۹)

[2] فقال خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۸۹)

(بھی) اس لکڑی کو پکڑ کر پانی بہت اچھی طرح سے نوش فرمایا بعد ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے انہوں نے اس کو پکڑا تو وہ ڈول (اپنے مقام سے) ہل گیا اور اس سے کچھ پانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر گر گیا۔[1]

اس حدیث پاک میں بھی خلافت نبوت کی ترتیب اسی طرح ہے جیسے سابقہ بیان کردہ احادیث مبارکہ میں ہے بلکہ خلفاء راشدین کی علیحدہ علیحدہ کیفیت خلافت کو بھی اجمالی طور پر بیان کر دیا گیا مثلاً پہلے اس ڈول سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیا مگر تھوڑا سا۔ اس سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی خلافت مگر بہت کم مدت کی طرف اشارہ ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسی ڈول سے اچھی طرح سیراب ہو کر پینا دوسری خلافت (حضرت عمر کی خلافت) اور زیادہ عرصہ تک ان کے خلیفہ رہنے کا بیان ہے اسی طرح اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اچھی طرح اس ڈول سے سیراب ہونا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تیسرے نمبر پر خلافت اور طویل عرصہ ان کے خلیفہ رہنے کا ذکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پکڑنے پر ڈول کا اپنی جگہ سے ہل جانا اور اس سے کچھ پانی کا آپ پر گر جانا آپ کی چوتھی اور قلیل المدت خلافت اور پھر اس میں استحکام نہ ہونے کا اجمالی ذکر ہے اور اسی طرح سے یہ خلافتیں رونما ہوئیں تو اس حدیث پاک سے بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اور باقی تمام امت پر افضیلت واضح ہو رہی ہے اس کے بعد سیدنا عمر بن الخطاب پھر سیدنا عثمان غنی اور مولا علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافتیں علی الترتیب بیان ہو رہی ہیں۔ پورے ذخیرہ کتب اہل اسلام میں کہیں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس کی عبارۃ النص یا اشارۃ النص، دلالت النص یا اقتضاء النص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

---

[1] عن سمرة بن جندب أن رجلا قال: يارسول الله انى رأيت كان دلوا دلى من السماء فجاء ابوبكر فأخذ بعراقيها فشرب شربا ضعيفا ثم جاء عمر فأخذ بعراقيها فشرب حتى تضلع ثم جاء عثمان فأخذ بعراقيها فشرب حتى تضلع ثم جاء على فأخذ بعراقيها فانتشطت وانتضح عليه منها شيء (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۸۹)

علاوہ کسی اور صحابی رسول کے لیے تمام امت پر فضیلت اور خلافت بلا فصل کا ذکر فرمایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے اس ترتیب کے برعکس کہیں کچھ فرمایا ہو ایسا کہیں ثابت ہی نہیں یہ شرف صرف اور صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔

حدیث شریف نمبر ۳۰:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے رات (خواب میں) ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا تو میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں نے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں وہ لوگ گھی اور شہد حاصل کر رہے تھے کسی شخص نے بہت سا (گھی اور شہد) لے لیا کسی نے تھوڑا سا لیا اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی لٹکی ہوئی ہے میں نے پہلے آپ کو دیکھا یارسول اللہ! کہ آپ نے اس رسی کو پکڑ لیا اور آپ اوپر تشریف لے گئے اس کے بعد ایک دوسرے آدمی نے اس رسی کو پکڑ لیا وہ بھی اوپر کی طرف چلا گیا پھر ایک اور شخص نے (اس رسی کو) پکڑا وہ بھی اوپر چلا گیا پھر ایک اور (تیسرے) آدمی نے وہ رسی پکڑی تو وہ (رسی درمیان سے) ٹوٹ گئی لیکن پھر مل گئی اور وہ شخص اوپر چلا گیا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چلو تم تعبیر بیان کرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ بادل کا ٹکڑا تو دین اسلام ہے اور وہ گھی اور شہد جو اسلام میں سے ٹپک رہا ہے تو اس سے مراد قرآن کریم ہے جس میں نرمی اور مٹھاس ہے اور یہ جو کچھ لوگوں نے اس سے بہت سا

لے لیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس سے تھوڑا سا حاصل کیا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ کسی شخص نے بہت قرآن کریم حاصل کیا اور کسی نے کچھ کم پھر وہ رسی جو کہ آسمان سے زمین تک معلق ہے تو یہ وہ حق ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھا لے گا (یعنی آپ کی وفات ہو جائے گی) اور آپ کے (وصال کے) بعد اس (خلافت کے) حق کو ایک دوسرا شخص لے لے گا اور وہ بھی اٹھ جائے گا (یعنی اس کا بھی انتقال ہو جائے گا) پھر ایک اور شخص (خلافت) حاصل کرے گا وہ شخص کٹ جانے کے نزدیک ہوگا لیکن پھر وہ مل جائے گا اور وہ اوپر اٹھ جائے گا: یارسول اللہ! آپ ارشاد فرمائیں کہ میں نے (خواب کی) تعبیر درست بیان کی یا غلط: آپ نے فرمایا: تم نے کچھ تو درست بیان کی کچھ غلط، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو قسم دے کر عرض کرتا ہوں فرمایئے میں نے کیا غلط بیان کیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم قسم نہ ڈالو۔'' (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۸۸)

اس حدیث پاک میں تینوں خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کو کتنے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رخنہ اندازیوں، آپ کا خلافت چھوڑنے کا ارادہ اور پھر نہ چھوڑنا بھی واضح کر دیا گیا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم نے کچھ غلط اور کچھ صحیح بیان کیا ہے مگر تفصیل بیان نہیں فرمائی تا کہ یہ باتیں قبل از وقت ظاہر نہ ہو جائیں ورنہ مسلمان انتخاب خلیفہ اتفاق رائے سے نہ کر سکیں گے اور خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع بھی نہ ہو سکے گا اس لیے معاملہ پوشیدہ رہنے دیا تا کہ صحابہ کرام اپنے اجماع سے جسے چاہیں خلیفہ مقرر کر لیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ترتیب مندرجہ بالا سے انتخاب فرمالیا۔

ایک نفیس توضیح وتشریح

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے (اس معاملہ کو) مبہم رکھنے اور بیان نہ کرنے یا دیگر احادیث میں (ذکر ہے کہ) اظہار ناراضگی فرمانے میں بے شمار حکمتیں ہیں مثلاً آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ "ابوبکر و عمر جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں مگر اے علی تم ان کو مت بتلانا جب تک کہ وہ زندہ ہیں۔" (ابن ماجہ شریف) تو اس ارشاد میں حضرت مولائے کائنات کو منع کرنے کی بہت حکمتیں ہوں گی جہاں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ دونوں جنت میں اشیاخ کے سردار ہوں گے اسی طرح دنیا میں بھی سردار ہوں گے یعنی خلیفہ ہوں گے اسی لیے پہلے حضرت ابوبکر پھر عمر کو یکے بعد دیگرے خلافت اور مصلائے رسول پر امامت عطا کی گئی لیکن ان کی زندگی میں یہ راز اس لیے پوشیدہ رکھا گیا کہ وہ تعجب میں نہ پڑ جائیں اور اگر رسول اللہ علیہ السلام ان رازوں کو پہلے ہی سے صراحت کے ساتھ آشکار فرما دیتے تو پھر جو شخص خلافت شیخین کا انکار کرتا بوجہ مخالفت ارشاد رسول دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

"اور جو کچھ رسول اللہ عطا فرما دیں تم اسے لے لو اور جس سے روک دیں پس تم رک جاؤ۔"

اس لیے حدیث مندرجہ بالا میں جو ہے کہ باوجود قسم ڈالنے کے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس تعبیر پر صحیح و غلط ہونے کی تفصیل بیان کرنے میں توقف فرمایا کہ میرے یار نے تو تعبیر صحیح بیان کر دی ہے اور اگر میں اسی تفصیل پر مہر تصدیق لگا دوں تو جو شخص میری تصدیق کے بعد بھی ابوبکر و عمر کو خلیفہ تسلیم نہ کرے گا وہ مسلمان نہ رہے گا اس لیے میں اشارۃً بیان کر دوں کہ اے صدیق تو نے درست کہا ہے (مگر کچھ غلط اور اس کی تفصیل میں بیان نہیں کرتا) اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کچھ بیان ہوا اسی تعبیر کے مطابق یہ خلافت راشدہ وجود میں آئی۔

شیعہ حضرات نے بھی ایک مقام پر حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان ابابکر یلی الخلافۃ من

بعدی ثم ابوك قالت من أنبأك هذا قال نبأني العليم الخبير (تفسیر قمی جلد نمبر ۲، ص ۳۷۶) کہ بے شک ابوبکر میرے بعد خلیفہ ہوں گے پھر تمہارے باپ عمر! عرض کیا کہ آپ کو کس نے بتایا فرمایا اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نے: مگر اے حفصہ تم کسی کو یہ بات مت بتانا تو شیعہ حضرات کے نزدیک اس منع فرمانے میں کیا حکمت تھی؟ یہ تو وہی جانتے ہیں مگر اہلسنت کے نزدیک یہی حکمت تھی کہ اگر یہ خبر عام ہوکر قطعی ویقینی ہوگئی کہ حضور علیہ السلام نے بحکم خدا خلیفہ نامزد کر دیا ہے تو اس کی خلافت کا منکر مسلمان نہ رہتا اور اللہ رسول کے اس تقرر کے بعد مسلمانوں کو اجماع کا بھی حق حاصل نہ ہوتا انہیں حکمتوں کے پیش نظر کہا گیا کہ "لم يستخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم" (بخاری) رسول اللہ علیہ السلام نے کسی کو صراحت کے ساتھ خلیفہ مقرر نہ فرمایا اور اشارات فرمادیئے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم نے صحاح سے احادیث پیش کی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو اسی لیے، کہ وہ رسول نہ تھے اگر کوئی شخص ان کے استخلاف کی مخالفت کرتا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہوتا رہی یہ بات کہ انہوں نے خلیفہ کا انتخاب اجماع ظاہری پر کیوں نہ چھوڑا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعد ایک شورش برپا ہونے کا خطرہ یقینی تھا جو کہ اہل علم پر مخفی نہیں تو اس فتنہ وفساد سے بچنے اور مسلمانوں کی جمعیت کو محفوظ رکھنے کے لیے انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اشارات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا چنانچہ ان کی خلافت کے دوررس ثمرات مرتب ہوئے کہ بائیس لاکھ مربع میل کے مسلمان فاتح قرار پائے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات کے مطابق اسی حکمت عملی سے چھ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شوریٰ بنادی اور خلیفہ کا انتخاب ان پر چھوڑ دیا تاکہ "لم يستخلف رسول الله" پر بھی عمل ہو جائے اور اجماع صحابہ بھی منعقد ہو جائے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جب ابوبکر وعمر ایک امر پر متحد ہو جائیں تو

میں اس امر کے خلاف نہ کروں گا" اور اللہ کریم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "وشاورھم فی الامر" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا چونکہ انتقال ہو چکا تھا لہٰذا اب انہی کا مشورہ سب کے لیے حجت تھا اور صحابہ کہتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں اسی ترتیب کو پسند کیا کرتے تھے" جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں اسی لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر کو شوریٰ میں تو شامل رکھا لیکن انہیں خلیفہ بنانے سے منع فرما دیا اور مجلس شوریٰ ان حضرات کی تشکیل دی جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے جن کے مبشرہ ہونے پر شیعہ و سنی کتب متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ "ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعید، سعد، ابوعبیدہ اور عبدالرحمٰن ابن عوف جنتی ہیں" الریاض النضرہ، الصواعق المحرقہ، مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ اور حدیث کی سینکڑوں کتب میں یہ روایت موجود ہے اور پھر صحابہ کرام کا ان خلافتوں پر اجماع بھی ان کے راشد ہونے پر واضح دلیل ہے خود حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا ان کی بیعت فرمانا اور ان کے ہر معاملہ میں مشیر بننا ان کے پیچھے نمازیں ادا فرمانا ان کی خلافت راشدہ کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تقیہ کیا تھا اور ڈرتے ہوئے ان کی خلافتوں کو تسلیم کیا تھا وہ حضرت شیر خدا کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو اس معاملہ میں غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔

خلافت کا معاملہ مبہم رکھنا حکم الٰہی کے مطابق تھا

اسی حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے مولوی خورشید حسن قاسمی نے لکھا۔

"حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ

"وہ شخص رسی کٹ جانے کے قریب ہوگا: ثم یاخذبہ رجل آخر فینقطع ثم یوصل لہ فیعلوبہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ حالات ایسے بن جائیں گے کہ وہ شخص

خلافت چھوڑنے پر تیار ہو جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حال (واقع)[1] ہوا اور حدیث بالا کے آخری حصہ میں قسم کے متعلق جو مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں بتلاؤں گا پھر تمہاری قسم پوری نہیں ہو گی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعبیر کی غلطی اور اس کے درست ہونے کی تفصیل بیان نہیں فرمائی تا کہ پہلے سے ہی فتنہ وفساد کی خبریں شہرت حاصل نہ کر لیں حکم الٰہی کے مطابق اس کو مبہم رکھنا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ خلافت کا معاملہ مبہم رہے[2] اتفاق رائے سے مسلمان جس کو خلیفہ مقرر کر لیں وہی ٹھیک ہے۔"

(سنن ابوداؤد ترجمہ اردو از مولوی خورشید حسن قاسمی جلد سوم، ص ۴۹۵ مطبوعہ مکتبہ العلم لاہور)

ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعبیر صحیح بیان فرمائی تھی کیونکہ وہ صدیق ہیں اور صدیق سے کذب کا صدور ممکن ہی نہیں کیونکہ صدیق وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ فرما دے ویسا ہی ہو جائے صادق واقعہ کے مطابق خبر دیتا ہے اور صدیق کی خبر کے مطابق واقعہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس بیان فرمودہ تعبیر کے مطابق ہی مستقبل کے حالات وواقعات کا ظہور ہوا اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتنوں کا وقوع ہوا۔

تم پر میری اور میرے خلفاء کی سنت لازم ہے: الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فتنوں کے دور میں امت کو کیا حکم فرمایا؟ ملاحظہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فانہ من یعش منکم بعدی فسیری

---

[1] گویا کہ مولوی خورشید حسن قاسمی صاحب نے یہ تسلیم کر ہی لیا کہ مقربین بارگاہ ایزدی کو غیب اور ما کان و ما یکون کا علم عطا کیا جاتا ہے چنانچہ جیسا فرمایا گیا تھا ویسے ہی ہوا۔

[2] معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بالکل درست ہے کہ کچھ امور کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو عطا فرمایا ہوتا ہے مگر اس کو مبہم رکھنا بھی رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے جیسا کہ علوم خمسہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے بالخصوص علم قیامت مگر ان کو مبہم رکھنا ہی منشاء قدرت تھا تا کہ لوگ عمل سے پہلو تہی نہ کرنے لگیں ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ بھی بارگاہ الٰہی سے تفویض ہو چکے تھے۔

اختلافًا كثيرًا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجذ" (ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم، ص ۴۹۱) تم لوگوں میں میرے بعد جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا تو تم میرا اور خلفاء راشدین مہدیین کا طریقہ لازم پکڑو۔

سب سے پہلے جنتی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

حدیث شریف نمبر ۳۱:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> "حضرت جبریل امین (علیہ السلام) میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو جنت کا دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت (جنت میں) داخل ہوگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا دروازہ دیکھ لیتا! آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔" [1]

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہر موقع پر اولیت و اولویت اور افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مقدر فرمائی۔ ایمان لانے میں، ہجرت کرنے میں، خلافت تفویض فرمانے میں، مصلائے رسول پر امامت کروانے میں، غار میں اور مزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سب صحابہ کرام سے اول ہیں اور اسی طرح دخول جنت میں بھی

[1] عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اتانى جبريل فاخذ بيدى فارانى باب الجنة الذى تدخل منه امتى" فقال ابوبكر يارسول الله وددت انى كنت معك حتى انظر اليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اما انك يا ابابكر اول من يدخل الجنة من امتى" (ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص ۲۹۲)

آپ تمام امت سے اول ہی ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوبکر! تم غار میں میرے مونس اور حوض کوثر پر میرے صاحب (ساتھی) ہو۔''[1]

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا: ارشاد نبوی

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ہر دوست کی دوستی سے بیزار ہوں اگر میں کسی کو (اللہ تعالیٰ کے سوا) دوست بناتا تو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو دوست بناتا تمہارا ساتھی اللہ کا دوست ہے۔'' (ابن ماجہ ص ۱۰ اردو ترجمہ جلد اول ص ۶۴-۶۵ ایضاً)

خلیل کا معنی

خلیل: ایسا دوست جس کی دوستی سودائے قلب میں موجود ہو یعنی بہت گہرا دوست۔

ابوبکر میرا خلیل ہے

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ''ابوبکر میرا خلیل گہرا دوست ہے۔''

(الصواعق المحرقہ ص ۷۱ مطبوعہ ملتان)

ابوبکر مجھ سے اور وہ میرے بھائی ہیں (رضی اللہ عنہ)

ایک اور حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ابوبکر منی و أنا منه و ابوبکر اخی فی الدنیا والآخرة

(برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۲۴۲)

---

[1] یا ابابکر! انت مونسی فی الغار و صاحبی علی الحوض۔

(برق سوزاں ترجمہ اردو الصواعق المحرقہ ص ۲۶۱ (عربی ص ۷۳) الریاض النضرہ جلد اول بروایت جامع الترمذی)

"ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔"

میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے تو ہیں

حدیث شریف نمبر ۳۲:

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے دیا" حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے تو ہیں۔"[1]

کیا ابوبکر مجھ سے راضی ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ

حدیث شریف نمبر ۳۳:

امام بغوی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں موجود تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہیں حاضر تھے اور آپ ایک چوغہ زیب تن کیے ہوئے تھے جو سینے سے پھٹا ہوا تھا حضرت جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے جبریل! اس نے فتح مکہ سے پہلے مجھ پر اپنا (سارا) مال خرچ کر دیا تھا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوبکر سے کہیے کہ کیا تو مجھ سے اپنے اس فقر پہ

---

[1] عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بكر فبكى ابوبكر وقال يارسول الله هل انا و مالی الالك يارسول الله (ابن ماجہ شریف ص ۱۰)

راضی ہے یا ناراض؟ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں ہے۔[1]

محبوب مصطفیٰ صدیق اکبر (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ)

حدیث شریف نمبر ۳۴:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں سے سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون محبوب ہے؟ فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) عرض کیا گیا: مردوں میں کون؟ فرمایا ان کے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔[2]

حدیث شریف نمبر ۳۳ کے مطابق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ سلام فرمائے اور پوچھے کہ کیا تم مجھ سے راضی ہو؟ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا تو یہ پوچھا تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اب قرآن پڑھ لیں کہ ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝
فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ۝ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ۝ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

"اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے

---

[1] كنت عند النبى صلى الله عليه وسلم وعنده ابوبكر الصديق و عليه عباءة قد خللها فى صدره بخلال قال فنزل عليه جبريل فقال يا محمد مالى ارى ابابكر عليه عباءة قد خللها فى صدره بخلال فقال يا جبريل انفق ماله على قبل الفتح قال فان الله يقرء عليه السلام و يقول قل له اراض انت منى فى فقرك هذا ام ساخط فقال ابوبكر اسخط على ربى؟ انا عن ربى راض انا عن ربى راض انا عن ربى راض (الصواعق المحرقہ ص ۷۵-۷۴ و برق سوزاں ۲۶۷-۲۶۶)

[2] عن انس رضى الله عنه قال: قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم اى الناس احب اليك؟ قال عائشة: قيل من الرجال؟ قال: ابوها (ابن ماجہ شریف ص ۱۱)

راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور پھر جنت میں داخل ہو جا۔"

اور ایک حدیث پاک اور تفسیر کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے ابو بکر! تمہیں بھی قبض روح کے وقت فرشتہ یہی کہے گا کہ "اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں شامل ہو اور جنت میں داخل ہو جا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۶ ص ۴۵۸ مطبوعہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں اور محبوبان خدا کے سرخیل ہیں اور جب وہ محبوب خدا ہیں تو محبوب مصطفیٰ کیوں نہ ہوں حدیث شریف نمبر ۳۴ میں یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا
نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا (رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں: فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حدیث شریف نمبر ۳۵:

حضرت عبداللہ ابن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور ابو بکر کے بعد سب سے بہتر عمر ہیں۔"[۱]

ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف محبوب خدا و مصطفیٰ ہی نہیں محبوب مرتضیٰ بھی ہیں۔

---

[۱] عن عبداللہ بن سلمۃ قال: سمعت علیا یقول خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر (ابن ماجہ شریف ص ۱۱)

ابو بکر! تم پر جنت واجب ہوگئی: فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف نمبر ۳۶:

مسلم نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آج صبح تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا: جی ہاں میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی میں گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں نے کھلایا ہے۔ آپ نے فرمایا: آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: میں نے کی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے'' اور ایک روایت میں ہے کہ تم پر جنت واجب ہوگئی ہے'' [1]

حدیث شریف نمبر ۳۷:

بزار نے حضرت عبدالرحمان ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف رخ انور کر کے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے کا خیال نہیں

---

[1] من اصبح منكم اليوم صائما قال ابوبكر انا: قال فمن تبع منكم اليوم جنازة قال ابوبكر انا: قال فمن اطعم منكم اليوم مسكينا قال ابوبكر انا قال فمن عاد منكم اليوم مريضا قال ابوبكر انا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اجتمعن فى امرىء الادخل الجنة و فى رواية وجبت لك الجنة (مسلم شریف بحوالہ برق سوزاں ص ۲۵۶)

آیا اس لیے میں نے روزہ نہیں رکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم فارغ نہیں ہوئے مریض کی عیادت کیسے کر سکتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے پتا چلا کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف بیمار ہیں تو میں ان کو دیکھنے کے لیے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے آج کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے نماز پڑھی پھر فراغت نہیں ملی اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں مسجد میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا جسے میں نے اس سے لے کر اس سائل کو دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے جنت کی بشارت ہو پھر ایک بات کہی جس سے حضرت عمر بھی خوش ہو گئے وہ کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے ابوبکر مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔"[1]

تم نے سچ کہا

حدیث شریف نمبر ۳۸:

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "جب آیت "**لو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم**" (النساء:۶۶) کا نزول ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

---

[1] صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الصبح ثم اقبل علی اصحابه بوجهه فقال من اصبح منکم صائما؟ فقال عمر یارسول اللہ لم احدث نفسی بالصوم البارحة فاصبحت مفطرا فقال ابوبکر ولکن حدثت نفسی بالصوم البارحة فاصبحت صائما فقال هل منکم احد الیوم عاد مریضا فقال عمر یارسول اللہ لم نبرح فکیف نعود المریض فقال ابوبکر بلغنی ان اخی عبدالرحمن ابن عوف شاك فجعلت طریقی علیه لانظر کیف اصبح الخ فقال فابشر بالجنة الخ (برق سوزاں ص ۲۵۸-۲۵۷، الصواعق المحرقہ ص ۷۲)

(صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مجھے حکم فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو قتل کردوں تو میں اپنے آپ کو قتل کردوں گا آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔[1]

شب معراج ابوبکر صدیق میرے پیچھے "الحدیث"

حدیث شریف نمبر ٣٩:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے بھی میرا گزر ہوا وہاں پر میرا نام "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھے۔[2]
(رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم)

یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابوسعید اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس کی سب اسانید ضعیف ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

جنت کے پرندے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدیث شریف نمبر ٤٠:

بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا:

---

[1] عن عبداللہ بن الزبیر قال: لما نزلت "لو ان کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم" قال ابوبکر یارسول اللہ لو امرتنی ان اقتل نفسی لفعلت قال صدقت
(برق سوزاں ص ٢٦٣، الصواعق ص ٧٣)

[2] عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لما عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیھا اسمی محمد رسول اللہ و ابوبکر الصدیق خلفی
(برق سوزاں ص ٢٦٢، الصواعق ص ٧٣)

''جنت میں بختی اونٹنیوں کی طرح پرندے ہوں گے حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ موٹے اور تروتازہ ہوں گے فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے اور آپ بھی اسے کھانے والوں میں سے ہوں گے''۔ [1]

دعائے رحمت از تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تاجدار صداقت رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۴۱:

ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کیا کہ نبی کریم رؤف ورحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحمت فرمائے اس نے مجھے دار ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف اٹھایا (کندھوں پر اٹھا کر لے گئے) اور اپنی بیٹی سے مجھے بیاہا اور بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کروایا اپنے مال سے''۔ [2]

اس حدیث پاک میں تین امور کا ذکر فرما کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت باری کی خصوصی دعا فرمائی گئی گویا کہ وہ زبان نبوت سے بالخصوص ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے مصداق ٹھہرے۔

اپنی لخت جگر کا حضور علیہ السلام سے نکاح کر دینا (جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نور نظر سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اس کے باوجود) اس لیے انفرادیت کا حامل ہے کہ باقی تمام ازواج مطہرات درحالت بیوگی یا طلاق حرم نبوی میں شامل ہوئیں مگر بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کنواری اور کم عمری کی حالت میں، باقی ازواج کو نبی کی زوجیت میں باپ، بھائی، کسی اور رشتہ دار نے

---

[1] ان فی الجنۃ طیرا کامثال البخاتی قال ابوبکر انہا لناعمۃ یارسول اللہ قال انعم منہا من یاکلہا وانت من یاکلہا (برق سوزاں ص ۲۶۱-۲۶۲، الصواعق المحرقہ ص ۷۳)

[2] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الھجرۃ واعتق بلالا من مالہ. او کما قال علیہ السلام (برق سوزاں ص ۲۸۱ ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۷۸)

دیا یا وہ خود اپنی مرضی سے ازواج النبی کے زمرہ میں آئیں مگر عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں جبریل امین علیہ السلام نے دیا اور وہ اسپیشل حکم خداوندی سے زوجۂ رسول بنیں باقی ازواج مطہرات سے متعدد احادیث کی روایت ملتی ہے اور بنت صدیق سے تمام دین کا دوتہائی حصہ مروی ہے اور پھر آج تک جس حجرہ مقدسہ میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں وہ بنت صدیق ہی کا تو حجرہ مبارکہ ہے جس کے متعلق آج بھی روضۂ انور کی سنہری جالیوں پر یہ حدیث محبوب چمک رہی ہے کہ "مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة" (بخاری) میرے گھر سے میرے منبر تک درمیانی حصہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے **كما قال الامام الاحمد الرضا البريلوى رحمه الله فى ترجمة هذا الحديث:**

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

تو ان انفرادیات کے پیش نظر ہی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زوجنی ابنتہ" علاوہ ازیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دیگر بے مثال قربانیوں کی طرح یہ بھی ایک عدیم النظیر قربانی ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ میری بیٹی صغیر سن ہے اور نبی کریم علیہ السلام طبعاً عمر ظاہری کے آخری حصہ میں داخل ہیں (عموماً اس عمر میں لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ شخص بوڑھا ہو گیا ہے اور عنقریب کسی وقت بھی خالق حقیقی سے جا ملے گا) اپنی لخت جگر کو سرکار علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا حالانکہ ان کے عہد شباب میں سرکار رحلت فرما گئے اور وہ جوانی میں بیوہ ہو گئیں حالانکہ کنواری حرم نبوی میں داخل ہوئی تھیں تو اس لیے فرمایا "رحم الله ابابکر زوجنی ابنته"

مزید فرمایا: "حملنی الی دار الهجرة" اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے وہ مجھے دار الہجرۃ تک اٹھا کر لے گئے کیسا حسین انداز ہے یار غار کی اس پیاری ادا کو بیان کرنے

کا کہ جب یار غار محبوب علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر ہجرت کے راستے قطع کرتے ہوئے غار ثور پر چڑھ رہے تھے اور محبوب علیہ السلام کے مبارک تلووں سے بار بار یہ کندھے مس کر رہے تھے بس یا ختم نبوت کا تاجدار تھا یا پھر یار غار تھا کندھے تاجدار صداقت کے تھے اور تلوے شہنشاہ رسالت کے یہ منظر دیکھنے والے تو لاتعداد (ملائکہ و حوران بہشتی) تھے مگر منظر صرف صدیق و مصطفیٰ (دونوں ہی) کی ذوات قدسیہ تک منحصر و محدود تھا یہ بھی اسی ازلی وابدی عاشق رسول کا انفرادی حصہ تھا جو آج اسے جی بھر کر عطا کیا جا رہا تھا اور خلوتوں میں صداقت کی بے مثال خلعتوں سے نوازا جا رہا تھا اس لیے فرمایا "حملنی الٰی دار الھجرۃ" ذات قادر وقیوم و بے نیاز جل جلالہ بھی آج اسی منظر کا نظارہ فرما رہی تھی اور یہ انداز بے مثال ملاحظہ فرما کر یوں داد صداقت دے رہی تھی کہ اے صدیق تیری یہ رفاقت وصحابیت غار میں کوئی معمولی نہیں بلکہ اس کے ایسے انمٹ نقوش میں خود قرآن میں ثبت کروں گا کہ اس ادائے صدیقی کا منکر دائرہ اسلام میں نہ رہ سکے گا میں فرما دوں گا کہ "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (التوبہ)

صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال ادا کی انفرادیت ہی تو اس کی افضلیت و اولویت واولیت اور خلافت بلا فصل کی لاجواب دلیل ہے کہ رب نے بھی فرما دیا غار میں "ثَانِیَ اثْنَیْنِ" پہلا مصطفیٰ ہے اس سے متصل (بلا فصل) صدیق ہے اور یہ نقشہ صبح قیامت کے بعد بھی یونہی قرآن میں رہے گا ان کے ساتھ اگر ہے یا ہوگا تو وہ تیسرا خود خالق و مالک صدیق و مصطفیٰ ہوگا "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" ہے کوئی جو اس نقشہ کو مٹا سکے؟ فرمایا "حملنی الی دار الھجرۃ" اللہ صدیق پر رحم فرمائے وہ مجھے اٹھا کر دار الہجرت تک لے گئے۔

پھر فرمایا "واعتق بلالا" بلال کو آزاد کروایا: اس وقت جب کوئی بھی ایسے غلاموں کا حامی نہ تھا اور محبوب علیہ السلام کی رضا یہ تھی کہ میرے اس غلام کو آزاد کروایا جائے کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ شمع توحید کا وہ پروانہ تھا کہ اس کی مثال نہ اس وقت تھی نہ

بعد میں پیدا ہوسکی ہر قسم کے مصائب وآلام سینے سے لگاتا اور احد احد کے نعروں سے فضا کو گرماتا اور تماشائیوں سے فرماتا:

حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے
لب پہ تیرا کلمہ رہے دل میں تیری یاد رہے

تو ایسے بے مثال عاشق کو بے مثال عاشق نے بے مثال محبوب کے لیے خریدا اور رخ محبوب کی ایک جھلک پر نثار کر دیا۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو
کردمش آزاد ہم بر روئے تو

تو اس انفرادیت کے پیش نظر (کہ بے مثال صدیق نے بے مثال بلال کو بے مثال آقا کی خوشنودی کے لیے خرید کر آزاد کیا) ارشاد فرمایا "واعتق بلالا" اللہ ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے کہ اس نے بلال کو آزاد کروایا۔

پھر آقا ہوئے نبیوں کے سردار، ابوبکر ہوئے صدیقوں کے سردار اور بلال ہوئے موذنوں کے سردار۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا کہ جسے احمد اور بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

"لوگوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر جان و مال سے فدا ہو اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے اس مسجد (نبوی) کی سب کھڑکیوں کو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے بند کر دو۔"[1]

---

[1] اخرج احمد و البخاری عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان لیس فی الناس احدا امن علی فی نفسه وماله من ابن ابی قحافة ولو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا ولکن خلة الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر (برق سوزاں ص ۲۴۴ ترجمہ اردو الصواعق المحرقہ ص ۶۹)

بخاری مسلم اور مشکوٰۃ میں یوں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگوں میں سب سے زیادہ احسان اپنے مال اور صحبت سے مجھ پر ابوبکر کا ہے اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اخوت اسلام کافی ہے اور مسجد (نبوی) میں کوئی کھڑکی باقی نہ رکھو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے الخ۔"[1]

مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں کہ

"اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو البتہ ضرور ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا بھائی ہے اور میرا صحابی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب (حضور علیہ السلام) کو خلیل بنایا ہے۔"[2]

ان احادیث مبارکہ میں کتنی وضاحت سے انفرادیت و افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے آقا و مولیٰ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیان فرمایا ہے۔

اگر تمام لوگوں سے بڑھ کر کسی نے مجھ پر مال و جان قربان کیے ہیں تو وہ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں اگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی بناتا۔

میری مسجد میں مختلف (میرے) صحابہ کی کھڑکیاں ہیں (جو مسجد میں آنے کے لیے

---

[1] عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان من امن الناس علی فی صحبتہ و مالہ ابوبکر وعند البخاری اَبابکر ولو کنت متخذا خلیلا لا تخذت اَبابکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام و مودتہ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

[2] وعن عبداللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت اَبابکر خلیلا ولکنہ اخی و صاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴-۵۵۵)

اس حدیث کا کچھ حصہ سابقہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے (فقیر محمد مقبول احمد سرور)

ہیں ان میں سیدنا علی المرتضیٰ کی کھڑکی بھی ہے) سب بند کر دو صرف ابوبکر ہی کی کھڑکی کھلی رہنے دو (رضی اللہ عنہ)

تو کیا یہ سب انفرادیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت تمام اصحاب رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر ثابت نہیں کرتیں اور ثبوت افضلیت و اولویت ثبوت خلافت بلافصل نہیں ہے؟

''ابوبکر کی کھڑکی کھلی رکھنا'' کیا یہ الفاظ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ نہیں ہے؟

اور یہ فرمانا کہ ''سب لوگوں سے زیادہ ابوبکر کے مال اور جان نے مجھے فائدہ دیا ہے خلافت صدیقی پر دلالت نہیں کرتا جبکہ اس سے بھی واضح ایک اور ارشاد کتب احادیث میں موجود ہے کہ شب اسریٰ کے دولہا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''ہم نے ہر ایک کا احسان کا بدلہ دے دیا ہے سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ان کا ہم پر جو احسان ہے اس کا بدلہ بروز محشر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا' کسی اور کے مال نے مجھے ہرگز اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر صدیق کے مال نے دیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا خبردار تمہارے صاحب اللہ کے خلیل ہیں' اسے ترمذی نے روایت کیا ہے''۔[1]

کیا یہ جامع الفضائل حدیث نبوی خلافت صدیقی پر کافی اشارہ نہیں ہے اور پھر حضور علیہ السلام کے ارشاد پر سیدنا جبریل امین علیہ السلام کا عظمت فاروقی کا خطبہ پڑھ کر ان کی شان کو اجاگر کرنا اور پھر انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی قرار دینا سب سے صحابہ سے فوقیت صدیقی کو ثابت نہیں کرتا اور یہ فوقیت خلافت صدیقی کو

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ماخلا ابابکر فان لہ عندنا یداً یکافئہ اللہ بہا یوم القیمۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا الا وان صاحبکم خلیل اللہ رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۵۵۵)

واضح نہیں کرتی ؟ ملاحظہ ہو خطبۂ جبرئیل امین علیہ السلام:

ابو یعلیٰ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابھی میرے پاس جبرئیل امین (علیہ السلام) آئے تو میں نے ان سے کہا مجھے عمر ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بتائیے تو جبریل علیہ السلام نے (فضائل عمر کا خطبہ پڑھتے ہوئے) کہا

> ''اگر میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے شروع کروں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے تھے تو بھی عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل ختم نہ ہوں اور عمر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے'' [1]

یہ حضرت جبریل امین علیہ السلام وہی ہیں کہ جو: حامل وحی ہیں' حافظ توریت و انجیل و زبور و قرآن ہیں' تمام نبیوں کے زائر ہیں تمام رسولوں کے صحابی ہیں مکین سدرۃ المنتہٰی ہیں بیت المعمور کے خطیب ہیں امام الرسل الملائکہ ہیں جو شان فاروقی میں خطبہ ارشاد فرما کر آخر میں کہہ رہے ہیں ''ان عمر حسنة من حسنات ابی بکر'' عمر تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ کہ وہی کہ جو: مراد مصطفیٰ ہیں، جن کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے، جن کی رائے کے موافق متعدد مرتبہ نزول آیات قرآن ہوا، جن کی زبان پر حق بولتا ہے اور جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سچا جانشین ہے اس کے متعلق جبریل امین علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ ''عمر تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔''

---

[1] اتانی جبرائیل انفا فقلت یا جبریل حدثنی بفضائل عمر ابن الخطاب فقال لو حدثتك بفضائل عمر منذ مالبث نوح فی قومه ما نفدت فضائل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنه (الصواعق المحرقۃ ص ۸۰ برق سوزان ص ۲۸۷)

تو کیا ابھی بھی افضلیت و اولویت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اظہار نہ ہوا اور باقی تمام صحابہ پر فوقیت ثابت نہ ہوئی؟ اور خلافت بلافصل کا ثبوت نہ ملا؟

یہی الفاظ ایک اور انداز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

ایک (دن) چودھویں کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سرِ انور رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا (آپ کے کسی امتی کی) آسمان کے ستاروں کے برابر بھی نیکیاں ہیں فرمایا ہاں میرے عمر کی نیکیاں اتنی ہیں جتنے آسمان کے ستارے تو میں نے عرض کیا تو حضرت ابوبکر کی نیکیاں؟ فرمایا عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں اس کو رزین نے روایت کیا۔[1]

کیا اس ارشاد نبوی میں افضلیت صدیقی و خلافت بلافصل پر اشارہ موجود نہیں ہے؟ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت سے زیادہ نیک حتیٰ کہ حضرت عمر کی ساری نیکیوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ارشاد فرما رہے ہیں تو خلافت و امامت کا حقدار پھر کسی اور کو کیوں ٹھہرائیں گے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب یہ واضح ارشادات خود زبان نبوی سے سن لیے تھے تو وہ کسی اور شخصیت کی خلافت بلافصل پر اجماع کیونکر کرتے؟

مزید ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت کا محسن ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا جسے امام ابن حجر مکی اور علامہ محب طبری نے نقل کیا ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ

---

[1] وعن عائشة قالت بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجري في ليلة ضاحية اذ قلت يارسول الله هل يكون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء قال نعم عمر قلت فاين حسنات ابي بكر؟ قال انما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات ابي بكر رواه رزين (مشكوة شريف ص ٥٦٠)

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری تمام امت پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھنا اور ان کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔"[1]

تو کیا جس ذات والاصفات کی محبت رکھنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اسے خلیفہ بلافصل تسلیم کرنا جائز نہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے وزیر قرار دے کر خلافت صدیقی وفاروقی کو مصمم فرمادیا ملاحظہ ہو حدیث پاک حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کوئی نبی ایسے نہیں کہ جن کے دو وزیر آسمانوں میں اور دو زمینوں میں نہ ہوں تو میرے (بھی) دو آسمانی وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اور دو زمینی وزیر ابوبکر وعمر ہیں" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔[2]

وزارت کو کیا خلافت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا؟ ہارون علیہ السلام جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بنائے گئے تھے (جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے) تو قرآن کریم نے ان کی خلافت کو یوں بیان نہیں کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں جاتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ○ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ○ هٰرُوْنَ

---

[1] اخرج ابن عساکر عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "حب ابی بکر و شکرہ واجب علی کل امتی" (الریاض النضرہ جلد اول الصواعق المحرقہ ص ۴۲، ۷۷، برق سوزاں ص ۲۶۵)

[2] عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مامن نبی الا وله وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض فما وزیرای من اهل السماء فجبرائیل و میکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۵۶۰)

اَخِی ۝ اشْدُدْ بِہٖٓ اَزْرِیْ ۝ الخ (طٰہٰ:۲۵تا۳۱)

''اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور میرا امر آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے میری بات کو فقیہ کر دے اور میرے اہل سے میرا بھائی میرا وزیر بنا دے۔ الخ''

تو ان کا وزیر ان کا خلیفہ بن سکتا ہے تو وزیران مصطفیٰ کیوں مصطفیٰ علیہ السلام کے خلیفہ نہیں بن سکتے؟ ۴۱ کے عدد پر ہم نے احادیث کا باب ختم کر دیا ہے اور ان کی تشریح میں دیگر بیسیوں احادیث نقل کر دی ہیں ''الحمد للہ''

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ائمہ اہل بیت کی نظر اور شیعہ کتب کی روشنی میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ: ارشاد مولا علی کرم اللہ وجہہ

حضرت مولائے کائنات تاجدار ھل اتی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ

اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے سمجھا خلیفہ صدیق ہیں اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مجھے اپنی جان کی قسم ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور بہ تحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم لگا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا اجر عطا فرمائے۔''

(شرح نہج البلاغہ از علامہ ابن میثم مطبوعہ ایران جزء ۳ بحوالہ یاران مصطفیٰ وبحوالہ تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۴۸ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور)

حضرت اسامہ نے جناب علی سے پوچھا کیا آپ نے صدیق اکبر کی بیعت کر لی؟ فرمایا ہاں تو اسامہ حاضر ہوئے اور کہا

''السلام علیك یا خلیفۃ المسلمین'' (الاحتجاج الطبرسی جلد اول ص ۸۷)

امام باقر نے فرمایا میں ابوبکر و عمر کے فضائل کا منکر نہیں ہوں لیکن ابوبکر عمر سے

افضل ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (الاحتجاج الطبرسی جلد ثانی ص ۲۰۶-۴۴۸)

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے ان کے شاگرد علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی نے نقل کیا ہے:

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی کشتی کو سمندر میں کھڑا دیکھ رہا ہوں اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا: مجھے بھی دکھلایئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے چھوا تو انہوں نے بھی ان کو دیکھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"انت الصدیق" تم صدیق ہو"

(تفسیر قمی ص ۱۵۸ از یر آیت ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ مطبوعہ ایران)

مزید امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔"

(تفسیر حسن عسکری ص ۱۶۵-۱۶۴ مطبوعہ ایران سورۂ بقرہ)

حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما دونوں عادل اور برحق امام تھے

(قول امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ)

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"یہ دونوں (حضرت ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق رضی اللہ عنہما) امام عادل دونوں حق پر تھے اور دونوں کا انتقال حق پر ہوا۔"

(بحوالہ تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۴۷)

عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تلوار کے

دستے کو چاندی سے مرصع کرنا کیا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کے دستے کو چاندی سے مرصع فرمایا ہوا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟

یہ سن کر حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو گئے اور فرمایا:

نَعم الصدیق، نَعم الصدیق، نَعم الصدیق، فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله قولاً فی الدنیا و الآخرة [1]

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ثانی ص ۳۵۹)

ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اس کے قول کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں سچا نہ کرے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چار انفرادی خصائل شیعہ قلم سے

و عن احمد بن عبدالله البرقی عن ابیه عن شریك بن عبدالله عن الاعمش قال: "اجتمعت الشیعة و المحکمة عند ابی نعیم النخعی بالکوفة و ابو جعفر محمدبن النعمان مؤمن الطاق حاضر فقال ابن ابی حذرة

"انا اقرر معکم ایتها الشیعة ان ابابکر افضل من علی و من جمیع اصحاب النبی باربع خصال لا یقدر علی رفعها احد من الناس (۱) هو ثان مع رسول الله فی بیته مدفون (۲) و هو

[1] بعض علماء کرام نے اسے "نِعم الصدیق" بھی پڑھا یعنی کہ وہ بہت اچھے صدیق ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بھی ان کی صدیقیت کبریٰ کے قائل تھے اور انہیں صدیق اکبر تسلیم فرماتے تھے۔۱۲

(فقیر سردار)

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ (۳) وھو ثانی اثنین صلی بالناس آخر الصلوٰۃ قبض بعدہ رسول اللہ (۴) وھو ثانی اثنین الصدیق من ھذہ الامۃ" (الاحتجاج الطبرسی جلد ثانی، ص ۳۲۸)

احمد بن عبداللہ برقی نے اپنے والد سے انہوں نے شریک بن عبداللہ سے انہوں نے اعمش سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں ابن ابی حذرہ نے کہا:

اے شیعو! میں تمہارے درمیان اس بات کو پکا کرتا ہوں کہ بے شک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) علی (رضی اللہ عنہ) اور تمام اصحاب رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے چار خصائل کی وجہ سے افضل ہیں ایسی چار خصلتیں کہ جن پر لوگوں میں سے کوئی بھی قادر نہیں ہے۔

(۱) وہ دوسرے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اپنے گھر میں (یعنی مدفون ہونے میں)

(۲) وہ غار میں بھی دوسرے ہیں (ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَار)

(۳) وہ اس نماز میں بھی دوسرے ہیں جو آخری نماز تھی جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ قبض کی گئی۔

(۴) وہ دوسرے ہیں (صدیق) اس پوری امت میں سے (یعنی سب سے پہلے تصدیق توحید و رسالت فرمانے والے)

صاحب احتجاج طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوھزیل سے کسی نے کہا:

من تقدم بعد النبی؟ آپ نبی کے بعد کس کو مقدم سمجھتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا "من قدم رسول اللہ" قال ومن ھو؟ قلت: ابوبکر: جسے نبی نے مقدم کیا۔ کہا وہ کون ہے؟ تو فرمایا: "قلت ابوبکر" وہ ابوبکر ہے۔

قال لی یا ابا الھزیل ولم قدمتم ابابکر؟ کہا اے ابوہزیل تم نے ابوبکر کو کیوں مقدم کیا؟

قال قلت: لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قدموا خیرکم وولوا افضلکم: میں نے کہا: اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو بہتر وافضل ہے اسے مقدم کرو وتراضی الناس بہ جمعیًا اور تمام لوگ راضی ہوئے ابوبکر (خلیفہ بنانے) پر (احتجاج الطبرسی جلد دوم، ص ۳۸۳)

مزید لکھتے ہیں کہ

خیر الناس بعد رسول اللہ ابوبکر......فیکون قد فضل ابابکر علیٰ علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر افضل ہیں......پس تحقیق ابوبکر علی سے افضل ہوئے۔ (احتجاج الطبرسی جلد نمبر ۲، ص ۲۴۰)

مزید فرماتے ہیں کہ

قال یحییٰ: وقد روی ایضًا "انهما سید اکهول اهل الجنة"

(احتجاج الطبرسی جلد ثانی، ص ۲۴۷)

یحییٰ نے کہا کہ تحقیق یہ روایت بھی (موجود) ہے کہ وہ دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔

ملاں باقر مجلسی اور صاحب تفسیر قمی رقمطراز ہیں کہ

فقال: ان ابابکر یلی الخلافة من بعدی ثم بعده ابوك یعنی عمر

پس فرمایا: (اے حفصہ) یقیناً میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے پھر تیرے والد یعنی عمر اس کے بعد۔

(تفسیر القمی جلد نمبر ۲، ص ۳۷۶؛ حیات القلوب جلد نمبر ۲، ص ۶۱۰)

ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں

''وترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود بغار ببری کہ حجت براو تمام کنی کہ

اگر مساعدت و معاونت تو بکند و بر عہد پیمان تو باقی بماند در بہشت رفیق تو باشد۔" (حیات القلوب جلد دوم، ص ۳۲۱)

اور تجھے (اے نبی!) حکم فرمایا گیا ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کہ ابوبکر کو اپنے ساتھ غار میں لے جاؤ تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے کہ اگر وہ آپ کی مدد کریں اور آپ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیان پر باقی رہیں تو جنت میں آپ کے ساتھ ہوں۔

مزید لکھتے ہیں کہ

"چوں حضرت رسول متوجہ غار ثور شد در راہ ابوبکر را دید و اورا از خوف فتنہ یا مصلحت دیگر با خود برد۔"

جب حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) غار ثور کی طرف متوجہ ہوئے تو راہ میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور ان کو فتنہ کے خوف یا کسی دوسری مصلحت کی بنا پر اپنے ساتھ ہی لے گئے۔" (حیوۃ القلوب جلد دوم، ص ۳۲۱)

اور کہتے ہیں کہ

"حضرت فرمود کہ مترس خدا با ماست وایشاں بما ضرر زی نمیتو انند رسانید۔"

(حیات القلوب جلد نمبر ۲، ص ۳۲۴)

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ مت ڈرو خدا ہمارے ساتھ ہے اور یہ دشمن ہمارے تک نہ پہنچ سکیں گے۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وفات النبی کے موقع پر ثقیفہ بنی ساعدہ میں انعقاد خلافت کرنے لگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی مگر ملاں باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ

"وابوبکر پیش بایستید د برآنحضرت نماز کند۔" (حیات القلوب جلد دوم، ص ۶۹۷)

اور ابوبکر آگے (لوگوں کے) کھڑے ہوئے اور نبی علیہ السلام پر نماز

(جنازہ) پڑھی۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اہل بیت اور شیخین معاذ اللہ آپس میں محبت نہ رکھتے تھے اور صاحب احتجاج الطبرسی کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کے بلانے پر تزویج علی و فاطمہ میں شمولیت کی۔

''عن انس قال: کنت عند النبی فغشیه الوحی فلما افاق قال: یا انس أتدری بماجاء نی به جبرئیل من عند صاحب العرش عزوجل: قلت بابی و امی بماجاءك جبرئیل: قال: قال لی جبرئیل ان الله یأمرك ان تزوج فاطمة بعلی: فانطلق وادع لی أبابكر و عمر و عثمان و طلحة والزبیر و نفراً من الانصار: قال: فانطلقت فادعوتهم فلما ان اخذوا مقاعدهم قال رسول الله: الحمد لله المحمود بنعمته و ذکر الخطبة المشتملة علی التزویج (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر۱، ص۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ آپ پر وحی طاری ہوئی جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: اے انس! جانتے ہو جبریل امین صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ فرمائیں کہ جبریل کیوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے؟

فرمایا: جبریل نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ فاطمہ کی تزویج علی سے فرمادیجئے پس اے انس تم جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور دیگر افراد انصار کو بلا لاؤ۔

انس کہتے ہیں کہ میں چلا اور میں ان سب کو بلا لایا پس جب وہ آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ نکاح ارشاد فرمایا۔

صاحب تفسیر کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ

عن انس: قال أمرني ان ازوج فاطمة من علي: فانطلق فادع لي ابابكر و عمر و عثمان و طلحة والزبير

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۳۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(اللہ تعالیٰ نے) مجھے فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ فرمانے کا ارشاد فرمایا ہے پس تو جا اور ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر کو بلا لا۔" (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے بیان فرمایا

"چوں ابوبکر و عمر آنحضرت را برائے امتحان فرستادہ بودند و انتظار بیرون آمدن آن حضرت میکشیدند سرراہ براو گرفتند و پرسیدند چہ خبرداری فرمود رسول خدا دختر خود را بمن تزویج کرد چوں ایشاں ایں خبر راسیدند بظاہر اظہار خوشی کردند۔" (جلاء العیون جلد ص ۱۱۷)

"جب ابوبکر و عمر نے (حضرت علی کو حضرت فاطمہ کی خواستگاری کے لیے نبی اکرم کے پاس بھیجا) اور پھر آپ کی واپسی باہر آنے کا انتظار کرنے لگے اور جب حضرت علی باہر آئے تو پوچھا حضور نے کیا فرمایا؟ فرمایا کہ رسول خدا نے اپنی شہزادی کو میرے ساتھ بیاہ دیا ہے جب انہوں نے یہ خبر سنی تو اظہار مسرت فرمایا۔"

مزید ملاحظہ ہو کشف الغمہ:

قال علي: فخرجت من عدن رسول الله صلى الله عليه وسلم

مسرعاً وأنا لا اعقل فرحاً و سروراً فاستقبلني ابوبكر و عمر رضي الله عنهما فقال ماوراك فقلت زوجني رسول الله ابنته ففرحا بذلك فرحاً شديداً (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ،ص ۳۵۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جلدی جلدی باہر آیا اور میں بہت زیادہ خوش تھا تو میرا استقبال حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور پوچھا کیسے ہوا؟ آپ کے پیچھے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا) تو میں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی تزویج میرے ساتھ فرمادی ہے تو وہ دونوں بے حد مسرور ہوئے۔

شیعہ حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں ملاحظہ ہو صاحب احتجاج طبرسی لکھتے ہیں کہ

"وقد وردت الاحاديث في أن ابابكر اول من اسلم"

(الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ا،ص ۱۱۶)

اور تحقیق احادیث وارد ہوئی ہیں اس بارے کہ بے شک ابوبکر سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

مزید کہتے ہیں کہ

"انطلق ابوبكر الى النبي فقال يارسول الله مالي؟ قال خيرا أنت صاحبي في الغار" (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ا،ص ۱۱۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے میرے بارے کیا فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر فرمایا ہے کہ تم غار میں میرے ساتھی ہو۔ شیعہ حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مساعی دینیہ کو تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو علامہ نجفی لکھتے ہیں کہ

"انہی دنوں میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اصرار پر آنحضرت مسجد

کعبہ میں تشریف لائے اور ابوبکر خطبہ پڑھنے لگے کفار نے حضرت ابوبکر کو لاتوں اور جوتوں سے خوب مارا۔" (تاریخ ائمہ ص ۱۰۵)

شیعہ حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانفشانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثاری کو بھی تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو۔

"غرض دونوں بزرگ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر) غار ثور میں داخل ہوئے وہاں سانپ تھا جس نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاؤں میں کاٹ کھایا رسول خدا صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا لعاب دہن لگایا تو اچھا ہو گیا۔" (تاریخ ائمہ ص ۱۱۰)

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از قلم صاحب احتجاج الطبرسی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

"حضرت جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو بتائیں کہ کیا وہ مجھ سے راضی نہیں؟ میں ان سے راضی ہوں ابو جعفر نے کہا میں فضیلت ابوبکر کا منکر نہیں ہوں۔" (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ۲ ص ۴۴۶)

"بے شک مثال ابوبکر و عمر کی زمین میں ایسے ہے جیسے آسمان پر جبرائیل و میکائیل اور عمر اہل جنت کے چراغ ہیں۔" (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ۲، ص ۴۴۷)

"ایک آدمی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: کیا تم اس امت کے نبی کے خلیفہ ہو؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ ہم نے توریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ بے شک انبیاء کے خلفاء تمام امت سے زیادہ عالم ہوتے ہیں پس تم مجھے جواب دو کہ اللہ آسمان پر ہے یا زمین پر؟ آپ نے فرمایا: آسمانوں میں عرش پر ہے"۔ (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ا ص ۲۰۹)

مزید ملاحظہ ہو:

''جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج کی سیر کروائی گئی تو عرش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا دیکھا۔

لآ الٰه الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصدیق۔

(الاحتجاج الطبرسی جلد اول ص ۱۵۷)

مزید ملاحظہ ہو علامہ غلام حسین نجفی شیعہ لکھتے ہیں کہ

''(عائشہ) حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی تھیں ۱۰ بعثت میں حضرت خدیجہ وصال کر چکی تھیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا یہ دیکھ کر جناب ابوبکر جناب عائشہ کو حضور کی خدمت میں لائے اور کہا ''یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی'' غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی جب آنحضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر بھی وہاں پہنچ گئے تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا: اے رسول خدا! آپ اپنی بیوی سے صحبت کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا: ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ اوقیہ مہر ادا کرنے کو دیا تب حضرت نے اسے ہمارے ہاں بھیجا اور میں جس گھر میں اس وقت ہوں اسی میں حضرت نے میرے ساتھ جماع کیا۔'' (تاریخ ائمہ ص ۱۴۷)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے امام باقر رضی اللہ عنہ کا تعلق خاطر شیعہ کے قلم سے ملاحظہ ہو صاحب احتجاج طبرسی تحریر کرتے ہیں کہ

''روی ان ابابکر خرج فی حیات رسول الله (صلی الله علیه وسلم) فی غزات فرأت اسماء بنت عمیس وهی تحته کان ابوبکر متخضب بالحناء و رأسه ولحیته و علیه ثیاب بیض فجاء ت الی عائشة فاخبرتها فبکت عائشة وقالت ان

صدقت رؤياك فقد قتل ابوبكر ان خضابه الدم وان ثيابه اكفانه فدخل النبي (صلى الله عليه وسلم) وهي كذلك فقال مابكاها؟ فذكروا الرؤيا فقال ليس كما عبرت عائشة ولكن يرجع ابوبكر فتحمل منه اسماء بغلام تسميه محمداً يجعله الله تعالىٰ غيظًا عن الكفرين والمنافقين

قال ابو الحديد: ونشوه فی حجر امير المؤمنين و انه لم يكن يعرف اباً غير علی حتیٰ قال امير المؤمنين عليه السلام محمدابنی من صلب ابی بكر و كان يكنیٰ أبو القاسم و كان من نساك قريش و كان ممن إعان يوم الدار ومن ولده القاسم بن محمدفقيه اهل الحجاز وفاضلها ومن ولد القاسم عبدالرحمن من فضلاء قريش و يكن ابا محمدومن ولد القاسم ايضاً ام فروة تزوجها الامام الباقر ابوجعفر محمدبن علی بن حسين بن علی (الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ا ص ۱۸۳)

روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں گئے تو اسماء بنت عمیس جو کہ آپ کی بیوی تھیں (انہوں) نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر کی داڑھی اور سر پر مہندی کا خضاب لگا ہوا ہے اور ان پر سفید کپڑے ہیں پس وہ حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور یہ خواب سنایا تو حضرت عائشہ رو پڑیں اور کہا اگر تمہارا خواب سچا ہے تو پھر ابوبکر قتل کر دیئے گئے اور یہ خضاب خون اور سفید کپڑا کفن ہے پس نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور وہ اسی حال میں (رو رہی) تھیں آپ نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ تو انہوں نے خواب سنایا حضور نے فرمایا اس کی تعبیر وہ نہیں جو تم نے کی لیکن ابوبکر لوٹیں گے اور ان

سے اسماء ایک لڑکے کے ساتھ حاملہ ہوں گی اس لڑکے کا نام محمد رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو کفار و منافقین سے غیظ و غضب رکھنے والا بنائے گا۔

ابو الحدید نے کہا: اس لڑکے نے امیر المومنین حضرت علی کی گود میں پرورش پائی اور وہ حضرت علی کے سوا کسی کو اپنا باپ نہ جانتا تھا حتیٰ کہ حضرت علی نے فرمایا محمد صلب ابی بکر سے میرا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی گئی تھی اور وہ اشراف قریش سے تھا اور اس نے یوم دار (جنگ جمل میں) حضرت علی کی مدد کی اور اس کی اولاد سے قاسم بن محمد بن ابو بکر فقیہ اہل حجاز اور فاضل اہل حجاز ہوئے اور قاسم کی اولاد سے عبد الرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی بکر ہوئے جو فضلاء قریش سے تھے اور ابو محمد کنیت کرتے تھے اور قاسم کی اولاد سے ام فروہ (بیٹی) ہوئی اس سے امام باقر ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی نے نکاح کیا (جس سے امام جعفر الصادق پیدا ہوئے)

گویا کہ شیعہ حضرات نے اپنے چھٹے امام حضرت جعفر الصادق کی والدہ ام فروہ زوجہ امام باقر کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی تسلیم کیا خود امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے اپنا نسب نامہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کرتے "ولدنی ابوبکر مرتین" مجھے ابو بکر صدیق نے دو مرتبہ جنا اور شیعہ حضرات نے اپنی کتب میں بیسیوں مقام پر یہ نسب نامہ بیان کیا ملاحظہ ہو صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ

"امانسبه ابا واما: فابوه ابو جعفر محمد الباقر وقد تقدم بسط نسبه وامه ام فروة بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم، ص ۱۵۵، ص ۱۴۷)

امام جعفر کا نسب باپ اور ماں کی طرف سے: ان کے والد ابو جعفر محمد باقر جن کے نسب کا بیان ہو چکا اور والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ غلام حسین نجفی لکھتے ہیں کہ

''حضرت کے والد امام محمد باقر اور والدہ جناب محمد بن ابوبکر کی پوتی ام فروہ تھیں۔''

(تاریخ ائمہ ص ۳۲۱)

مزید ملاحظہ ہو!

جعفر ابن محمد بن علی بن حسین کی ماں ام فروہ تھیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی ہیں۔ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ گویا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر الصادق کے پرنانا اور امام باقر کے نانا خسر ہوئے۔ (کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد دوم، ص ۲۰۱)

والدہ آنحضرت فاطمہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر (منتہی الامال جلد دوم، ص ۸۱)

و امه ام فروة بنت القاسم بن محمدبن ابی بکر (الارشاد للشیخ المفید ص ۲۷۱)

و مادر آنحضرت ام فروہ دختر قاسم پسر محمد بن ابی بکر۔

(جلاء العیون ص ۵۱۷ از ملاں باقر مجلسی)

تو ثابت ہوا کہ آج جتنے بھی سادات جعفری ہیں تمام کے تمام ددھیال کی طرف سے علوی ہیں اور ننھیال کی طرف سے صدیقی ہیں کیونکہ ان کے جد امجد امام جعفر صادق کا ددھیال حضرت علی کا خاندان ہے اور ننھیال حضرت ابوبکر صدیق کا خاندان جس کی تفصیل کچھ یوں ہے (رضوان اللہ علیہم)

امام جعفر تا حضرت علی رضی اللہ عنہ:

امام جعفر الصادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی۔

امام جعفر تا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ:

امام جعفر الصادق بن ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہم) اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ایک ہیں اور حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف بھی چھٹے دادا تک پہنچ کر مل جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ:

حضرت علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ:

حضرت ابوبکر ابن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ:

حضرت محمد رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی گویا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت مولائے کائنات اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر جا کر ایک ہی دادا کی قریبی اولاد ہیں اور جعفری و باقری سادات کا مرکز مرہ بن کعب بن لوی کی ذات ستودہ صفات ہے تو جعفری اور باقری سادات ہی اگر اپنے ننھیال اور ددھیال میں افتراق کی راہ کھول دیں تو باقی امت کا پھر خدا ہی حافظ ہے اور اگر وہ اتصال کی شاہراہ پر گامزن ہوں تو امت مسلمہ میں پیدا شدہ بگاڑ اور انتشار و افتراق بھی بآسانی ختم ہو سکتا ہے اور ایسا ضرور ضرور اور جلد از جلد ہونا چاہیے کیونکہ

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

خلافت راشدہ شیعہ قلم سے: حدیث نبوی کی تشریح

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ

"ان النبی قال: ان الخلافة من بعدی ثلثون سنةً و صیرها موقوفة علٰی اعمار هٰؤلاء الاربعة ابی بکر و عمر و عثمان و علی (الاحتجاج الطبرسی جلد دوم، ص ۲۶۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس ۳۰ سال رہے گی اور (تیس سال خلافت کا ہونا) موقوف ہے ان چاروں پر یعنی ابوبکر، عمر، عثمان وعلی (رضوان اللہ علیہم) کی عمروں پر یعنی ان چاروں کی عمریں جمع کرو تو تیس سال پورے ہوتے ہیں (تو پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی عمر تسلیم کرو گے تو تیس سال پورے ہوں گے)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لاجواب خطبہ شیعہ قلم سے

علامہ طبری نقل کرتے ہیں کہ آپ نے خلیفہ کی حیثیت سے خطبہ ارشاد فرمایا کہ

یا ایها الناس انما أنا مثلکم و انی لا ادری لعلکم ستکلفونی ما کان رسول اللہ یطیق ان اللہ اصطفٰی محمدًا علی العٰلمین وعصمه من الآفات وانما انا متبع لست بمبتدع فان استقمت فبایعونی وان ذغت فقومونی وان رسول اللہ قبض و لیس احد من هٰذه الامة یطلبه بظلمة ضربته سوط فمادونها الا وان شیطاناً یعترینی فاذا اٰفانی فاجتنبونی لا اوثر فی اشعارکم و ابشارکم.

(الطبری جلد نمبر ۳، ص ۲۱۰؛ الاحتجاج الطبرسی جلد نمبر ۲، ص ۳۸۲)

"اے لوگو! میں بھی تمہارے جیسا ہوں اور میں امید نہ کرتا تھا کہ تم مجھے اس کی تکلیف دو گے جس کی حضور کو طاقت تھی بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین سے چن لیا تھا اور ان کو آفات سے معصوم بنایا تھا میں ان کا تابع ہوں مُبتَدِع نہیں ہوں اگر میں ثابت قدم رہوں تو میری

بیعت کرو اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو اور بے شک رسول اللہ اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ کی امت میں سے کوئی بھی ظلمت کو طلب نہیں کرتا مگر شیطان کبھی مجھے گمراہ کر سکتا ہے پس جب شیطان میرے پاس آئے تو تم مجھ سے بچو اور میں نہیں اثر دیا گیا تمہارے اشعار و ابشار سے۔''

یعنی ابابکر حمد اللہ و اثنیٰ علیہ ثم قال

یآ ایھا الناس انی قد ولیت علیکم ولست بخیر کم فان رئیتمونی علیٰ حق فاعینونی و ان رئیتمونی علیٰ باطل فسددونی ۔ (العقد الفرید جلد نمبر ۲، ص ۲۲۷: احتجاج الطبرسی جلد نمبر ۲، ص ۳۸۳)

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا

اے لوگو! میں تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں اور میں تم سے زیادہ بہتر نہیں ہوں پس اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری مدد کرو اور اگر باطل پر دیکھو تو مجھے روک دو۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کے خطبہ کے مندرجہ بالا مختصر الفاظ ہی ان کی خلافت حقہ اور صداقت کبریٰ کی عظیم الشان دلیل ہیں اور ان کی اس خلافت کی بنیاد پر آج تک اسلام اپنی تابانیوں سے کائنات کو منور رکھے ہوئے ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے بعد ہر طرف سے فتنوں کی یورش بدمذہبی کی شورش اور ارتداد کا طوفان امڈ آیا تھا مگر خلافت صدیقی نے اسلام کو ایک نئی روح بخشی اور آج تک وہ روح تر و تازہ ہے۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایقان کا ایمان کا

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

بیعت کرنے کا ثبوت کتب شیعہ سے

معروف شیعہ شیخ و مجتہد ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں کہ

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے (حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کر لی جو کیا سو کیا تو امیر المؤمنین علیہ السلام کو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ وہ لوگوں پر حد درجہ شفیق تھے اور ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے [1] بتوں کی عبادت کریں گے اور لا الٰہ الا

[1] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شیعہ کا یہ عقیدہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سوائے تین چار لوگوں کے سب لوگ مرتد ہو گئے تھے (معاذ اللہ تعالیٰ) صرف تین چار ہی مسلمان رہ گئے تھے (جیسا کہ ان کی کتب میں موجود ہے) باطل و مردود ہے اس عقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ارتداد کا خوف نہ فرماتے کہ اگر میں ان لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دوں گا تو یہ لوگ مرتد ہو جائیں گے ملاحظہ ہو شیعہ یہ عقیدۂ باطلہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد (حضرت علی اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوا) صرف تین صحابہ مؤمن رہے تھے باقی سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے (معاذ اللہ تعالیٰ) حوالہ ملاحظہ ہو۔

عن ابی جعفر "ع" قال کان الناس اهل الردة بعد النبی الا ثلثة فقلت و من الثلاثة؟ فقال: المقداد بن الاسود، ابوذر الغفاری، سلمان الفارسی (رجال کشی ص ۱۲ مطبوعہ کربلا ایران)

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین اشخاص کے علاوہ سب مرتد ہو گئے تھے میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ انہوں نے کہا مقداد بن الاسود، ابوذر الغفاری، سلمان الفارسی۔

اسی طرح روضۃ الکافی میں یہ ہے کہ عن عبد الرحیم القصیر: قلت لابی جعفر علیه السلام ان الناس یفزعون اذا قلنا ان الناس ارتدوا فقال یا عبد الرحیم ان الناس عادوا بعدما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم اهل جاهلیة

(روضۃ الکافی (فروع الکافی) جلد نمبر ۸، ص ۲۹۶ مطبوعہ تہران از ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی)

عبد الرحیم قصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ جب ہم لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا اے عبد الرحیم ارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے: اگر ایسا ہی تھا تو حضرت علی کو یہ خوف کیوں لاحق تھا کہ "لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے" دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی نہیں دیں گے اور حضرت امیر المؤمنین علی کے نزدیک لوگوں کو (حضرت) ابوبکر کی بیعت پر برقرار رکھنا اس سے زیادہ پسند تھا کہ وہ تمام لوگ۔ اسلام ہی سے مرتد ہو جائیں البتہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے حضرت امیر المؤمنین کے بغض کی وجہ سے (حضرت) ابوبکر سے بیعت کی[۲] اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور بغیر علم کے اور حضرت امیر المؤمنین کی عداوت کے (حضرت) ابوبکر کی بیعت میں داخل ہوئے تو ان کا یہ فعل ان کو کافر کرتا ہے اور نہ اسلام سے خارج کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھا اور چونکہ ان کو مددگار نہیں ملے[۳] اس لیے انہوں نے مجبوراً بیعت کر لی[۴]

(بقیہ حاشیہ) کی خلافت بلا فصل کا انعقاد ممکن ہی نہ تھا کیونکہ تمام ارباب حل وعقد مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق کو حضرت علی سے افضل جانتے تھے لہٰذا ان کا اجماع حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر ممکن ہی نہیں تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو ضرور اپنی خلافت کی طرف بلاتے (رضی اللہ عنہم) لہٰذا یہ بات پکی ہوگئی کہ لوگوں کا رجوع واجماع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہی تھا لہٰذا ان کی خلافت منعقد ہوگئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے بجان ودل تسلیم کیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی دیگر تمام اصحاب رسول کی طرح بیعت کی (رضوان اللہ علیہم)

۲: امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ذات ستودہ صفات سے کسی صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو بغض نہیں تھا ایسا عقیدہ رکھنا کہ صحابہ مبغضین علی تھے خلاف قرآن کریم ہے کیونکہ یہ ارشاد ربانی قرآن کریم میں موجود ہے کہ "ونزعنا مافی صدورھم من غل" (پ ۸ سورۃ الاعراف) ہم نے ان کے دلوں سے بغض وکینہ نکال دیا اب جو شخص کسی صحابی کو دوسرے صحابی (یا حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے مبغض ٹھہراتا ہے تو وہ اس آیت قرآنی کا منکر ہے۔

۳: یہ عقیدہ بھی باطل ومردود ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعوان وانصار نہ ملے تھے اس لیے انہوں نے مجبوراً بیعت کر لی" کیونکہ یہ وہی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے فرمایا تھا کہ "انا الذی سمتنی امی حیدرا" میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے: یعنی شیر کو اعوان وانصار کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اکیلا ہی کافی ہوتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اگر جنگ کی جا سکتی ہے تو ان سے بھی کی جا سکتی ہے مگر امیر معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے خلیفۂ برحق نہ تھے اس لیے ان سے جنگ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق تھے اس لیے ان سے جنگ نہ کی بلکہ ان کی بیعت کی انہی شیر خدا کے لخت جگر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور یہ کہنا کہ حضرت شیر خدا کو اعوان وانصار نہ مل سکے اس لیے آپ نے تقیہ فرمالیا بالکل سورج کی روشنی کو دن دیہاڑے جھٹلانے اور اس کا انکار کرنے کے مترادف ہے جبکہ خود حضور مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں اگر ان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی خلافت باطل ہوتی تو میں ان سے جنگ کرتا ملاحظہ ہو امام سیوطی فرماتے ہیں ''ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ ہمیں یہ بتلائیے کہ بعض لوگ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے یہ بات کہاں تک سچ ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے؟

آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت

(بقیہ حاشیہ) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو حق پر نہ سمجھا تو بغیر اعوان وانصار کے میدان میں کود پڑے اور ہزاروں یزیدیوں کے سامنے حق پر ڈٹ گئے۔

؎: جو اللہ تعالیٰ کا شیر ہو وہ کبھی مجبوراً حق کی راہ کو نہیں چھوڑا کرتا اور جو مجبور ہو کر حق کی راہ کو چھوڑ دے وہ اللہ تعالیٰ کا شیر نہیں ہوا کرتا آپ نے حق کی راہ کو بلا خوف واکراہ وجبر خوشنودی دل وجان سے اختیار فرمایا اب حوالہ کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے "عن ابی جعفر علیه السلام ان الناس لما صنعوا ما صنعوا اذ بایعوا ابا بکر لم یمنع امیر المؤمنین علیه السلام من ان یدعوالی نفسه الا نظر اللناس وتخوفا علیهم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدو الا وثان ولا یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم و کان الاحب الیه ان یقرهم علی ماصنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما هلك الذین رکبوا مارکبوا فاما من لم یصنع ذلك ودخل فیه الناس علی غیر علم ولا عداوة لامیر المؤمنین علیه السلام فان ذلك لایکفره ولا یخرجه من الاسلام ولذلك کتم علیه السلام امره وبایع مکرها حیث لم یجد عونا"

(روضۃ الکافی) کتاب الروضہ جلد نمبر ۸ مطبوعہ تہران بشکریہ شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۶ ص ۹۰۲-۹۰۳)

ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا؟ میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۶۴ مطبوعہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اگر حضرت مولائے کائنات خلافت صدیقی کو برحق نہ سمجھتے تو بجائے ان کی بیعت کرنے کے وہ ان کے خلاف علم جہاد بلند کرتے اور ان کو قتل کر دیتے اگرچہ کوئی ایک بھی ان کا ساتھ نہ دیتا مگر تقیہ کر کے بیعت نہ کرتے آپ کا بیعت کرنا اور ان کے خلاف قتال نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے بصدق دل اور بطیب خاطر بیعت فرمائی اور تقیہ نہیں فرمایا۔

شیعہ کے ہاں چونکہ تقیہ بہت بڑی عبادت ہے اس لیے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس عبادت سے محروم نہیں رکھنا چاہتے ملاحظہ ہو کہ شیعہ کے نزدیک تقیہ کتنی بڑی اہمیت کا حامل ہے: صاحب احتجاج الطبرسی لکھتے ہیں کہ "والتقیة رحمة للشیعة" (احتجاج الطبرسی جلد دوم، ص ۳۵۵) کہ تقیہ شیعوں کے لیے رحمت ہے۔

شیعہ حضرات اسی لیے آج تک کھل کر اپنا مذہب و مسلک (اٹل طور پر) نہیں بتا سکے کیونکہ ان کو بات بات پر مسلک تبدیل کرنا اور تقیہ کا سہارا لینا ہوتا ہے لیکن حضرت مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ تو ان خرافات سے یکسر پاک وصاف ہیں اس لیے نہ وہ اپنے اقوال بدلتے اور نہ ہی تقیہ کا سہارا لیتے تھے بلکہ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ شیعہ (آپ کو کہتے ہیں کہ تقیہ کر لیا تھا) تو کیا اس کے علاوہ تقیہ کا کوئی موقع نہ آیا تھا جس پر آپ تقیہ کا سہارا لیتے؟ آخرش کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طاقتور حکومت کے خلاف جہاد کرنے ہزاروں صحابہ شہید کروانے سے اس وقت تقیہ بہتر نہ تھا لیکن اگر آپ اس وقت خاموش ہو جاتے تو ساری خلافت راشدہ داغدار ہو جاتی آپ نے خلافت راشدہ کا صحیح معنوں میں تحفظ فرمایا اور اس کی حقانیت کا ثبوت دیتے ہوئے دور امیر معاویہ میں علم جہاد بلند فرمایا اور تقیہ نہ فرمایا۔

"ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو خبر پہنچی کہ مہاجرین و انصار کا ایک گروہ (حضرت) علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے اور پیغمبر خدا کی صاحبزادی کے گھر سب جمع ہو گئے ہیں پس ابوبکر و عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے اور ان کے گھر پر جمع ہو گئے علی باہر آئے اور زبیر نے تلوار حمائل میں رکھ لی عمر نے زبیر کے ساتھ کشتی کی اور زبیر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور ان کی تلوار کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا[1] بعد میں فاطمہ باہر آئیں اور کہنے لگیں بخدا تم لوگ چلے جاؤ ورنہ میں بال کھول لوں گی[2] اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کروں گی پھر وہ لوگ چلے گئے اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی چلے گئے اور چند روز بعد ان سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی لیکن علی نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی اور ایک قول یہ ہے کہ چالیس روز تک بیعت نہیں کی۔"[3-4]

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا

---

[1] یہ تمام عبارت جھوٹ کا پلندہ ہے اور شیعہ کتب میں ہے اہلسنت کی کتابیں اس بارے خاموش ہیں جبکہ شیعہ کے نزدیک بھی حضرت زبیر (جو آج حضرت علی کے حمایتی ہیں) کل جمل میں حضرت علی سے جنگ کرنے کی وجہ سے موردِ عتاب ٹھہرتے ہیں۔

[2] ایسے افعال کا صدور بنت رسول رضی اللہ عنہا سے ہرگز ممکن نہیں وہ مدینۃ العلم کی شہزادی اور باب مدینۃ العلم کی بیوی تھیں انہیں معلوم تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "من ضرب الخدود و مشق الجیوب ودعی بدعوی الجاھلیۃ فلیس منا (بخاری و مسلم) جو کوئی منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں تو وہ "بضعۃ منی" ہو کر ایسے افعال و الفاظ کیسے ادا کر سکتی ہیں؟

[3] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود وضاحت فرمائی کہ میں نے قسم اٹھائی تھی جب تک مصحف (فاطمہ) جمع نہ کر لوں تو میں چادر نہ اوڑھوں گا چنانچہ ایک قول کے مطابق آپ جمع مصحف میں مصروف رہے اور جب وہ مکمل ہو گیا تو آپ نے مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

[4] اصل حوالہ فارسی ملاحظہ ہو

"ابوبکر و عمر خبر یافتند کہ گروہ مہاجران و انصار با علی ابن ابی طالب در خانہ فاطمہ دختر پیغمبر خدا فراہم گشتہ اند پس با گروہے آمدند و بخانہ ہجوم آور شدند و علی بیرون آمد و زبیر شمشیرے حمائل داشت پس عمر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمائی تھی لیکن تاخیر سے اس کی کئی وجوہات ہوں گی جن میں سے ایک ہم نے اوپر بیان کی دوسری وجہ حضرت بنت رسول سلام اللہ علیہا کی علالت شدیدہ میں ان کی تیمارداری کی ذمہ داری تیسری وجہ یہ کہ ہمیں مشورہ خلافت میں شامل نہیں کیا گیا جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

حضور مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی وضاحت

حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی وضاحت خود شیعہ کتابوں میں موجود ہے ملاحظہ ہو آپ اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے سے پہلے واجب ہو چکا ہے[1] اور میری گردن میں دوسرے (کی بیعت کرنے) کا عہد ہے۔"[2]

(بقیہ حاشیہ) باو بر خورد و با او کشتی گرفت و او را بر زمین زد و شمشیرش را شکست و بخانہ ریختند پس فاطمہ بیرون آمد و گفت "واللہ لا خرجن اولا کشفن شعری ولا عجن الی اللہ" بخدا قسم باید بیرون روید اگر نہ مویم را برہنہ سازم و نزد خدا نالہ و زاری کنم پس بیرون رفتند و ہر کہ در خانہ بود برفت و چند روزے بماند پس یکے بعد دیگرے بیعت می کردند لیکن علی جز پس از شش ماہ و بقولے چہل روز بیعت نہ کرد۔"

(تاریخ یعقوبی جلد نمبر ۱ ص ۱۲۷-۱۲۵ مطبوعہ ایران بشکریہ شرح صحیح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶، ص ۹۰۴-۹۰۳)

[1] حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیعہ کتب کے مطابق نبی کریم علیہ السلام نے پہلے ہی مطلع فرمایا تھا کہ ان کی خلافت پر اجماع اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ملاحظہ ہو۔

ایک خاص حوالہ شیعہ کتاب سے:

ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

وایضا بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ کہ حضرت رسول خدا شبی در مسجد ماند تد چون نزدیک صبح شد حضرت امیر داخل مسجد شد پس حضرت رسول او را ندا فرمود کہ یا علی گفت لبیک فرمود بیا بسوے من حضرت امیر فرمود چون نزدیک شدم فرمود یا علی تمام ایں شب را کہ دیدی در اینجا بسجدہ بسر آوردم و ہزار حاجت از برائے خود از خدا سوال کردم و ہمہ را برآورد و مثل آنہارا از برائے تو نیز سوال کردم و باز ہمہ را عطا کرد و سوال کردم از برائے تو کہ ہمہ امت را مجتمع گرداند بر امامت تو کہ ہمہ اقرار کنند بخلافت تو و تو را متابعت کنند قبول نکرد

(حیات القلوب جلد سوم، ص ۱۹۷ از ملاں باقر مجلسی مطبوعہ تہران) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ مترجم سید نبی الدین اولیائی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

''پھر میں نے غور کیا کہ لوگوں کو اپنی بیعت اور اطاعت خدا کے لیے بلاؤں یا خود خدا کی اطاعت کروں؟ تو میں نے دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے پر سبقت کرتا ہے اور دوسرے کا عہد میری گردن میں ہے۔''[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے: فرمان علوی

نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید (شیعہ) اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

''یہ کلام، کلام سابق سے متصل ہے اس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا حال بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا کہ خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کریں اور فتنہ کو نہ بھڑکائیں اور یہ کہ خلافت کو ملائمت سے طلب کریں اگر مل جائے تو فبہا ورنہ اس کے مطالبہ سے باز رہیں۔''[2]

(بقیہ حاشیہ) حضرت جعفر الصادق سے بسند معتبر یہ روایت کی گئی ہے کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں رہے جب صبح قریب ہوئی تو حضرت علی مسجد میں داخل ہوئے حضور نے انہیں بلایا! اے علی میرے قریب آؤ جب آپ نزدیک گئے تو حضور نے فرمایا: آج ساری رات میں نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا اور ہزار دعائیں اپنے لیے خدا سے مانگیں اور وہ تمام پوری کی گئیں اور ان کی مثل تمہارے لیے بھی دعائیں مانگیں وہ بھی قبول ہوئیں اور میں نے اللہ سے یہ دعا بھی مانگی کہ یا اللہ علی کے لیے تمام امت کو اس کی امامت میں مجتمع کر دے کہ تمام امت اس کی خلافت کا اقرار کرلے اور اس کی تابعداری کرے اللہ نے یہ دعا قبول نہیں کی (تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خلافت کے لیے لوگوں کو کیسے بلاتے جبکہ انجام انہیں پہلے ہی معلوم تھا؟)

۲: فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری (نہج البلاغہ ص ۱۱۱ مطبوعہ ایران)

۱: پس نظر کردم کہ آیا مردم را بہ بیعت خود و اطاعت خدا بخوانیم یا اینکہ خود اطاعت خدا تسلیم کنم پس دیدم اطاعت کردنم بر بیعت گرفتم پیش دارد و پیمان دیگرے در گردنم میباشد (ترجمہ نہج البلاغہ فارسی ص ۱۱۲ مطبوعہ ایران)

۲: ھذہ کلمات مقطوعۃ من کلام یذکر فیہ حالہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معھودا الیہ الا ینازع فی الامر ولا یثیر فتنۃ بل یطلبہ بالرفق فان حصل لہ والا امسک (شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۲ ص ۲۹۵-۲۹۶)

نیز ابن ابی الحدید اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

''اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مجھ پر واجب ہے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرے قوم سے بیعت لینے پر مقدم ہے لہٰذا میرے بیعت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے۔''[1]

اور دوسری عبارت کہ (میری گردن میں میرے غیر کا عہد ہے) کا مطلب یہ ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں بحث اور جھگڑا نہ کروں اس لیے آپ کے حکم سے تجاوز کرنا یا آپ کی ممانعت کی مخالفت کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔''[2]

اصحاب ثلاثہ کی بیعت کرنے والے ہی میری بیعت کرنے والے ہیں:

فرمان علوی

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے (حضرات) ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) سے بیعت کی تھی لہٰذا اب حاضر کے لیے بیعت کرنے

---

[1] قد سبقت بیعتی للقوم: ای وجوب طاعة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی وجوب امتثالی امره سابق علی بیعتی للقوم فلاسبیل لی الی الامتناع من البیعة لانه صلی اللہ علیه و اله امرنی بها (شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۲، ص ۲۹۶ مطبوعہ ایران)

[2] واز المیثاق فی عنقی لغیری: ای رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله احذ علی المیثاق بترك الشقاق والمنازعة فلم یحل لی ان اتعدی امره او اخالف نهیه

(شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۲، ص ۲۹۶ بشکریہ شرح صحیح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶، ص ۵۰۹)

میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق ہے مشورہ دینے کا حق و منصب صرف مہاجرین و انصار کا ہے اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ کی طرف سے رضا ہے۔"[1]

شارح مسلم و بخاری و مفسر قرآن کریم حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی نے اس مقام پر بہت ہی پیارا پیراگراف تحریر فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اس مکتوب میں حضرت علی نے اپنی خلافت کی حقانیت پر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضوان اللہ علیہم) کی خلافت کی حقانیت سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت علی کی بیعت انہی مہاجرین اور انصار نے کی تھی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور جس کی بیعت پر یہ مہاجرین و انصار اکٹھے ہو جائیں وہ اللہ کے راضی ہونے کی علامت ہے سو اس مکتوب میں حضرت علی نے اپنی خلافت کی صحت کے لیے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو دلیل بنایا ہے پھر اگر خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو ہی باطل کہا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کیسے درست ہو سکتی ہے؟"

(شرح صحیح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶، ص ۹۰۶ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفاء راشدین کی خلافت حق اور درست تھی تو اس خلافت بلافصل کو باطل کہنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ برحق موجود ہو اور اس کی خلافت حقہ کو مولا علی شیر حق تسلیم نہ کریں اور اس کی بیعت

---

[1] انه بايعنى القوم الذين بايعوا ابابكر و عمر و عثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك لله رضى

(متن نہج البلاغہ ص ۹۲۶ مطبوعہ ایران بشکریہ شرح صحیح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶، ص ۹۰۸)

نہ کریں؟ لہٰذا آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو درست قرار دیا اور آپ کی بیعت کی اسی مکتوب کی اسی عبارت کی تشریح میں علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ملاحظہ ہو!

''ارباب حل وعقد نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اس سے حضرت علی نے حضرت معاویہ پر حجت قائم کی اور صحت بیعت کے لیے تمام مسلمانوں کے اجماع کی رعایت نہیں کی اس کو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر قیاس کیا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت بھی ارباب حل وعقد نے کی تھی کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ابتدا میں حضرت علی ان کے اہل بیت اولاد بنو ہاشم اور دیگران کے متبعین نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی اس کے باوجود مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کی صحت میں کوئی توقف نہیں کیا اور نہ حضرت ابوبکر کے احکام کے نفاذ کو ان حضرات کی بیعت پر موقوف کیا اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ امامت کے صحیح ہونے کا ایک طریقہ ہے۔''[1]

---

[1] احتج علی معاویة ببیعة اهل الحل والعقد له ولم یراع فی ذلك اجماع المسلمین کلهم وقیاسه علی بیعة اهل الحل و العقد لابی بکر فانه ما دوعی فیه اجماع المسلمین لان سعد بن عبادة لم یبایع ولا احد من اهل بیته وولده ولان علیا و بنی هاشم و من انضوی الیهم لم یبایعوا فی مبدء الامر وامتنعوا ولم یتوقف المسلمون فی تصحیح امامة ابی بکر و تنفیذ احکام علی بیعتهم وهذا دلیل علی صحة الاختیار و کونه طریقا الی الامامة

(شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۱۴، ص ۳۶ مطبوعہ ایران)

کیا اہل تشیع بتا سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق کی صحت خلافت پر کون سی نص قرآنی اتری تھی؟ کیا حضرت سے ان کی خلافت کو نص سے تسلیم کیا تھا کہ اسے اپنی خلافت کی دلیل بنایا اور پھر اگرچہ چھ ماہ تاخیر سے ہی سہی لیکن ان کی بیعت بھی کی آج ہمیں سے ہی کیوں اس نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جو خلافت صدیق پر منطبق ہو؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت تاخیر سے کرنا اور اس کی وجہ شیعہ قلم سے

معروف شیعہ مؤرخ و مجتہد ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

"(حضرت) ابوبکر نے جناب امیر کو بیعت کے لیے بلایا جناب امیر نے فرمایا: میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سربمہر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین وانصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخرالزماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہو گیا[1] اور جمیع آیات وسورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں اس وجہ سے تاخیر نہیں کی کہ وہ اجماع صحابہ سے اختلاف رکھتے تھے یا وہ خلافت صدیقی کو درست نہ سمجھتے تھے یا وہ خلافت بلافصل کو اپنا حق سمجھتے تھے بلکہ وہ ان تمام امور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی تعمیل کو مقدم خیال فرماتے تھے جیسا کہ فرمایا "اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخرالزماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہو گیا" ان کے اس ارشاد کو پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے کوئی بات ان کے ذمہ لگا دینا کتنی بڑی جسارت وجرأت ہے! اور پھر اتنی بڑی بات کہ انہوں نے چھ ماہ اس لیے تاخیر کی کہ وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) خلافت صدیقی پر متفق نہ تھے یا وہ اجماع مسلمین کو درست نہ جانتے تھے آپ کی ذات گرامی پر بہت بڑا الزام ہے اگر ایک لمحہ کے لیے تسلیم کر بھی لیا جائے کہ فی الواقعہ ایسا ہی تھا جیسا اہل تشیع کہتے ہیں تو پھر یہ حضرات بتائیں کہ چھ ماہ بعد کیا وہ خلافت درست ہو گئی تھی یا مسلمانوں کا اجماع صحیح ہو گیا تھا یا معاذ اللہ کسی نص قطعی سے حضرت جبریل نے خلافت صدیقی واضح کر دی تھی؟ جس کی بنیاد پر آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے چھ ماہ بعد بیعت فرمالی تھی حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع بات کو صحیح ذکر کرنے کی بجائے ایسا تانا بانا بنتے ہیں کہ خدا کی پناہ، ایسے عقائد پر ماتم کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روح تڑپتی ہے اور گویا ہوتی ہے کہ

یہ امت روایات میں کھو گئی ۔۔۔ حقیقت خرافات میں کھو گئی

نہ کی ہو"۔[1]

معلوم ہوا کہ حضرت شیر خدا نے محض جمع قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے بیعت میں تاخیر کی تھی وگرنہ چھ ماہ کے بعد بھی آپ بیعت نہ کرتے اور آپ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی اقتداء میں نمازیں ادا نہ کرتے جبکہ شیعہ وسنی کثیر کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شہ ارشاد موجود ہے کہ

ہم نے امور دنیا میں اس شخص کو پسند کیا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امور دین میں پسند فرمایا

امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا تھا پھر ہم اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ میں راضی تھے[2] پس ہم نے ابوبکر کو مقدم کیا۔

---

[1] پس ابوبکر بسوی آنجناب فرستاد واورا بہ بیعت خود خواند حضرت سید اولیا (علیہ السلام) فرمود کہ سوگند خوردہ ام کہ از خانہ بیرون نیایم وردای مبارک بر دوش نیندازم تا آیات قرآن راجمع نمایم بعد از چند روز آں کلام اللہ ناطق قرآن راجمع کردور کیسہ گذاشت وسر آنرا مہر کردہ بمسجد آمد ودر مجمع مہاجر وانصار ندا فرمود اے گروہ مردمان چوں از دفن سید کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) فارغ گردیدیم بامر آنحضرت بجمع قرآن مشغول شدم وجمیع آیات قرآنی وسورۂ فرمانی راجمع کردم وہیچ آیہ از آسمان نازل نہ شدہ کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) بر من نخواندہ باشد وتاویل آنرا بمن تعلیم نمودہ باشد

(جلاء العیون جلد اول، ص ۱۴۲-۱۴۱ مطبوعہ انتشارات علمیہ اسلامیہ بازار شیرازی جنب نوروز خان)

[2] عن الحسن قال : قال علی لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابابکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابابکر

(الطبقات الکبریٰ جلد نمبر ۳، ص ۱۸۳ مطبوعہ بیروت امام محمد بن سعد رحمہ اللہ متوفی ۲۳۰ ہجری)

توجب حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ خود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے والے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہی اپنے مقدم کردہ خلیفہ کی مخالفت فرمائیں اور ان کی بیعت میں توقف کریں؟

کتاب کی ضخامت بڑھ جانے کے پیش نظر ہم اس باب کو یہیں ختم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے صحیح غلام بنائے اور ان کے مقدم کردہ خلیفہ بلافصل کی خلافت حقہ کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ صحیح اور سچا غلام وہی ہوتا ہے جو اپنے آقا کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے اور کسی عمل کو خلاف مقتدا و امام نہیں کرتا۔

اے اللہ! ہمیں اس امام برحق کی غلامی نصیب فرما کہ جن کی اقتداء میں امام الاولیاء حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے نمازیں ادا کیں اور ہر قدم پر امور خلافت میں ان کی معاونت فرمائی۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

بہترین رباعی

صدیق عکس حسن کمال۔ محمد است
فاروق ظل جاہ و جلال محمد است
عثمان ضیاء شمع جمال محمد است
حیدر بہار باغ خصال محمد است

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام علیہم الرضوان و اکابرین امت رحمہم اللہ کی نظر میں کتب اہلسنت کی روشنی میں

تمہارا بہتر شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ (فرمان مرتضوی)

علامہ محب طبری نقل کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں ولیکن خلافت کو تم پر چھوڑ دوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر چھوڑا تھا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! کیا خلافت ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر اللہ کے علم میں تمہاری بھلائی ہے تو وہ تم پر تمہارے بہتر شخص کو عامل بنائے گا۔

"پس اللہ تعالیٰ کے علم میں ہماری بھلائی تھی چنانچہ اس نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو ہم پر عامل بنا دیا۔"[1]

موسیٰ بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سنا آپ فرماتے تھے "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں افضل تھے۔"[2]

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے تو تمہیں خیر پر جمع کر دے گا۔"[3]

شیوخ عرب کے سردار ابوبکر رضی اللہ عنہ (فرمان نبوی)

اسماعیل بن خالد سے روایت ہے کہ مجھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے

---

[1] وعن علی وقد قیل له لما اصیب الا تستخلف؟ قال لا استخلف ولکنی اترککم کما ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دخلنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقلنا یارسول اللہ الا تستخلف فقال "ان یعلم اللہ فیکم خیرا استعمل علیکم خیرکم" فعلم اللہ فینا خیرا فاستعمل علینا ابابکر خرجه ابن السمان فی الموفق

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۱۳۷-۱۳۸ مطبوعہ فیصل آباد)

[2] وعن موسی بن شداد قال سمعت علیا رضی اللہ عنه یقول افضلنا ابوبکر

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۳۸)

[3] وعن علی ابن ابی طالب انه قال اترککم فان یرد اللہ بکم خیرا یجمعکم علی خیرکم

(الریاض النضرہ ایضا)

ہوئے کہا: اے عرب کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں تیرا باپ عرب کے بوڑھوں کا سردار ہے اور علی عرب کے جوانوں کا سردار ہے۔" [1]

اپنا امام اپنے بہتر کو بناؤ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان)

اس روایت کی تخریج ابونعیم بصری نے کی اور اس نے غیلانی سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم اپنا امام اپنے بہتر آدمی کو بناؤ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہمارا امام ہمارے بہتر کو بنایا۔" (خرجہ ابوعمر) [2]

ابوبکر رضی اللہ عنہ بہتر خلیفہ ہیں (عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کا فرمان)

حضرت عبداللہ بن جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہمارے والی ابوبکر صدیق ہیں پس وہ بہتر خلیفہ ہمارے ساتھ رحم دل اور ہم پر مہربان ہیں۔" [3]

(الموافق ابن سمان)

کوئی صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں (لیث ابن سعد رضی اللہ عنہ)

لیث بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا "حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی

[1] عن اسماعیل بن ابی خالد قال بلغنی ان عائشة نظرت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا سید العرب فقال صلی اللہ علیہ وسلم "انا سید ولد آدم و ابوک سید کھول العرب و علی سید شباب العرب (ایضا)

[2] خرجہ ابونعیم البصری ورواہ الغیلانی وعن عبداللہ بن مسعود قال: اجعلوا امامکم خیرکم فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل امامنا خیرنا بعدہ (خرجہ ابوعمر)

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۳۸ مطبوعہ فیصل آباد)

[3] وعن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب قال: ولینا ابوبکر الصدیق فخیر خلیفة ارحم بنا واحنا علینا خرجہ ابن السمان فی موافقه (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۳۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

صحابی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں۔''[1]

فضائل صدیقیہ بزبان مرتضویہ

محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے لوگوں سے پوچھا ''سب سے بہادر کون ہے؟'' لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر میں میدان میں کسی ایک شخص سے لڑا کرتا تھا جبکہ سب سے بہادر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں بدر کے دن رسول اللہ کے لیے خیمہ لگایا تو ہم نے کہا ہم رسول اللہ کے پاس رہیں ہوسکتا ہے مشرکین آپ پر حملہ کر دیں پس خدا کی قسم ہم میں سے کوئی بھی رسول اللہ کے قریب نہ تھا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لیے آپ کے سرہانے کھڑے رہے مزید فرمایا: جب مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر حضور رسالت مآب پر مکہ معظمہ میں حملہ آور ہوئے تو انہوں نے کہا آپ نے ایک معبود مقرر کر رکھا ہے پس خدا کی قسم ہم میں سے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی آپ کے قریب نہ گیا انہوں نے انہیں روکتے ہوئے فرمایا: تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یا مومن آل فرعون بہتر ہے یا ابوبکر؟ لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ خدا کی قسم حضرت ابوبکر کی ایک ساعت مومن آل فرعون سے بہتر ہے مومن آل فرعون وہ شخص تھا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا تھا (الموافق ابن سمان، فضائل ابوبکر رضی اللہ عنہ)[2]

---

[1] و عن لیث بن سعد قال: ماصحب الانبیاء احد افضل من ابی بکر خرجه صاحب الفضائل (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۱۲۸ مطبوعہ فیصل آباد)

---

[2] عن محمد بن عقیل عن علی بن ابی طالب انه قال یوما وهو فی جماعة من الناس ''من اشجع الناس؟ قالوا انت یا امیر المؤمنین قال: اما انی ما بارزت احدا الا انتصفت منه ولکن اشجع الناس ابوبکر لما کان یوم بدر جعلنا لرسول الله صلی الله علیه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ اور تقدیم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے امر کو دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں مقدم کرنا پایا پس ہم اپنی دنیا کے لیے اس سے راضی ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہیں۔"

حضرت حسن بصری ہی سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا تو مجھے اپنی جگہ پر دیکھا تھا نہ میں بیمار تھا اور نہ ہی وہاں سے غائب تھا اگر آپ میری تقدیم چاہتے تو مجھے آگے کر دیتے پس ہم اس سے اپنی دنیا میں راضی ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہیں۔

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے فرمایا "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز و شب علیل رہنے لگے تو آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ) وسلم عریشا و قلنا من یکون مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لئلا یصل الیہ احد من المشرکین فو اللہ مادنا منا احد الا ابوبکر شاھرا السیف علی رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و اجتمع المشرکون علیہ بمکہ فھذا یجبرہ وھذا یتلتہ وھم یقولون انت جعلت الالھۃ الھا واحدا فو اللہ مادنا الیہ منا احد الا ابوبکر لیضرب ھذا ویحا ھذا و یتلتل ھذا ویقول ویلکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ قال علی نشدتکم باللہ امومن آل فرعون خیر ام ابوبکر؟ قال فسکت القوم فقال الا تجیبون؟ واللہ لساعۃ من ابی بکر خیر من مل الارض من مؤمن آل فرعون مومن آل فرعون رجل کتم ایمانہ وابوبکر رجل اعلن ایمانہ

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۱۳۸-۱۳۹)

کا انتقال ہوا کہ نماز علم اسلام اور قوام دین ہے پس ہم دنیا کے لیے اس سے راضی ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہیں تو ہم نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کرلی۔

اس روایت کو ابوعمرو نے بیان کیا اور ابن سمان نے اس مفہوم کی تین روایات الموافق میں نقل کیں اور ابن خیرون کی طویل حدیث خلفاء ثلاثہ کے باب میں حضرت حسن بصری سے پیش ازیں بیان ہو چکی ہیں۔

یہ روایات ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہیں جس میں ہم نے امامت نماز سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے سے ان کی خلافت کی طرف استدلال کیا ہے اور وہ ان کی امامت پر راضی تھے تو یقیناً ان کی خلافت پر بھی خوش ہوں گے۔''[1]

اے خلیفۃ الرسول: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطاب

اس سے قبل یہ روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ

---

[1] عن الحسن قال: قال لی علی بن ابی طالب: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدقدم ابابکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا وعنہ قال: قال علی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر یصلی بالناس وقد رأی مکانی و ماکنت غائبا و لا مریضا ولو اراد ان یقدمنی لقدمنی فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا وعن قیس بن عبادۃ قال: قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول: "مروا ابابکر فلیصل بالناس" فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظرت فاذا الصلاۃ علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر خرجہ ابوعمر و خرج معنی الثلاثۃ ابن السمان فی الموافقۃ وابن خیرون فی حدیث طویل تقدم فی باب الثلاثۃ عن الحسن البصری وھذا مما یؤدی ماذکرناہ من الاستدلال بتقدیمہ اماما فی الصلوۃ علی الاشارۃ الی الخلافۃ وان رضاھم بہ خلیفۃ انما کان لکونہ صلی اللہ علیہ وسلم رضیہ لامامۃ الصلاۃ۔

کرم اللہ وجہہ الکریم نے لوگوں کو فرمایا ”میں تمہیں چھوڑتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری بھلائی مقصود ہوئی تو وہ تمہیں تمہاری بھلائی پر جمع فرما دے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں اپنی بھلائی پر جمع فرما دیا تھا اور اس سے قبل یہ بھی بیان ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یا خلیفہ رسول کہہ کر بلاتے تھے“۔[1]

وہ روایت یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب مرتدین سے لڑائی کے دن میرے ابا جان تلوار لے کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلے تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا ”اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کہاں چلے؟ الخ[2]

اے رسول اللہ کے خلیفہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطاب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابو سفیان کو شام کی طرف بھیجا تو ان کے ساتھ دو میل تک چلتے گئے ان کی خدمت میں عرض کی گئی: ”اے رسول اللہ کے خلیفہ“ اگر آپ واپس چلے جاتے؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل کی راہ میں جس کے پاؤں گرد آلود ہوں اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام

---

[1] وقد تقدم فی الخصائص فی ذکر الفضلیه قوله رضی الله عنه: ان اترککم فان یرد الله بکم خیرا یجمعکم علی خیرکم کما جمعنا بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی خیرنا وقد تقدم ایضا دعاؤه ابوبکر: یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مواضع شتیٰ

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۲۱۹-۲۱۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

[2] حضرت مولائے کائنات نے جس روایت میں حضرت ابو بکر صدیق کو یا خلیفہ رسول اللہ کہہ کر بلایا وہ روایت یہ ہے کہ وعن عائشة قالت لما خرج ابی شاهرا سیفه راکبا راحلته یعنی یوم الردة فجاء علی بن ابی طالب فاخذ بزمام راحلته فقال له این یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ

(الریاض النضرہ جلد اول ص ۱۴۸)

کر دے گا۔[۱]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر سبقت کی چار وجوہات

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

علامہ محب طبری کہتے ہیں کہ

حضرت حسن کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا! مہاجرین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر کیسے سبقت کی؟ تو انہوں نے فرمایا: چار چیزوں کی وجہ سے۔

۱- انہوں نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ضمن میں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا ہجرت میں میرا ساتھی کون بنے گا؟ تو انہوں نے عرض کی: ابوبکر رضی اللہ عنہ

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''تم میں سے ہر ایک نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے تصدیق کی''

۴- یہ فرمان کہ ''اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کی طرف لوٹائے گا۔''[۲]

---

[۱] وعن ابن عمر ان ابابکر بعث یزید بن ابی سفیان الی الشام فمشی معهم نخوا من میلین فقیل له یا خلیفة رسول الله لو انصرفت فقال لا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول "من اغبرت قدماه فی سبیل الله عزوجل حرمها الله علی النار"
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص۱۷۶-۱۷۷)

[۲] و حدیث الحسن ان رجلا سال علیا کیف سبق المهاجرون الی بیعة ابی بکر؟ فقال انه سبقنی باربعة الحدیث تقدم فی ذکره انه اول من اظهر اسلامه ۲- وحدیث آخر قوله صلی الله علیه وسلم لجبریل: من یهاجر معی؟ قال ابوبکر ۳- وحدیث: مامنکم من احد الا وقد کذبنی الا ابوبکر ۴- وحدیث: انی اترککم فان یرد الله بکم خیرا
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص۲۱۰ مطبوعہ فیصل آباد)

یہ چار دلائل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولویت وافضیلت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تاخیر کیوں کی؟

محمد ابن سیرین نے کہا:

"جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت لی تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس بیعت میں شامل نہ ہوئے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو کس چیز نے پیچھے کیا۔ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟"

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: مجھے آپ کی امارت ناپسند نہیں مگر میں ماسوائے نماز کے اپنی چادر نہ اوڑھوں گا جب تک قرآن پاک کو جمع نہ کرلوں۔"[1]

اس سے قبل ہم نے جلاء العیون از ملاں باقر مجلسی سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

دوسری وجہ:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چھ ماہ تک بیعت سے رکے رہے حتیٰ کہ جنابہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ رحلت فرماگئیں اس عرصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور نہ ہی بنی ہاشم میں سے کسی نے بیعت کی تھی یہاں تک کہ حضرت علی نے بیعت کرلی پس جنابہ سیدہ کے رحلت فرماجانے کے بعد آپ نے حضرت

---

[1] رعن محمد ابن سیرین: قال: لما بویع ابوبکر ابطأ علی فی بیتہ وجلس فی بیتہ قال فبعث الیہ ابوبکر ما ابطاك عنی اکرهت امارتی؟ قال علی: ماکرهت امارتك ولکنی آلیت ان لا ارتدی ردائی الا الی صلاۃ حتی اجمع القرآن

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۲۴۳ مطبوعہ فیصل آباد)

ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس تشریف لائیں اور کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ نہ لائیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ ان کی شدت طبع کو جانتے تھے۔

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو کہا: ہم آپ کو اکیلے نہیں جانے دیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں اکیلا ان کے پاس جاؤں گا وہ میرے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر نکلے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس تشریف لائے جبکہ ان کے پاس بنو ہاشم جمع تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: امابعد! اے ابوبکر ہمیں آپ کی فضیلت اور نفاست اور اللہ تعالیٰ کی آپ کو دی ہوئی بھلائی نے آپ کی بیعت سے نہیں روکا مگر ہم نے دیکھا کہ ہمارا اس امر خلافت (کے مشورہ) میں حق ہے اور آپ نے اس کے ساتھ ہم پر انفرادیت کی ہے پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت اور اپنے حق کا ذکر فرمایا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مسلسل اپنی قربت رسول کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو ختم فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی باتوں کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی اصل قرابت سے زیادہ محبوب ہے اور خدا کی قسم! میں آپ کے ساتھ ان اموال میں ناصح نہیں ہوں جو میرے اور آپ کے درمیان خیر پر ہے مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم جو چھوڑیں صدقہ ہے وراثت نہیں[1] یقیناً

---

[1] حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی حدیث مبارکہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سنائی تھی جبکہ انہوں نے آپ سے حضور کی میراث (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال سے کھایا اور خدا کی قسم میں نے اس میں اس کے بنانے کا ذکر نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ بنے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم آپ سے رات کو بیعت کرنے کا وعدہ کرتے ہیں پس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور لوگوں کے پاس آ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عذر بیان کیا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان فرمائی اور ان کی فضیلت وسبقت کا ذکر کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی بیعت کی پھر لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو مبارکباد پیش کی ہے۔[1]

(بقیہ حاشیہ) کا مطالبہ کیا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حدیث پاک کو علماء شیعہ نے بھی مستند قرار دیتے ہوئے اپنی کتب میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو شیعہ شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں کہ عن ابی البختری عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ان العلماء ورثة الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم (الاصول من الکافی جلد اول، ص ۳۲ مطبوعہ تہران بشکریہ شرح مسلم سعیدی) ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی کو درہم ودینار کا وارث نہیں کرتے انبیاء علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں: مزید لکھتے ہیں کہ: عن القداح عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من سلك طریقا یطلب فیه علما سلك اللہ به طریقا الی الجنة (الی قوله) وان العلماء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذمنه اخذ بحظ وافر (الاصول من الکافی جلد اول، ص ۳۲ مطبوعہ تہران) قداح بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص طلب علم میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی کو درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث سے بڑا حصہ حاصل کیا۔ اس حدیث سے جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ عالم حدیث ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ استدلال بالکل درست تھا کہ وراثت میں اگر مال جاری ہوتا تو میں وراثت ضرور جاری کرتا۔

[1] وعن عائشة ان علی بن ابی طالب مکث ستة اشھر حتی توفیت فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنھا یبایع ابابکر ولا بایعه احد من بنی ھاشم حتی بایعه علی فارسل علی بعد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہی حدیث بخاری و مسلم میں کچھ تغیر کے ساتھ موجود ہے (ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد ثانی کتاب الجہاد باب حکم الفئی، ص ۹۲-۹۱) اور بخاری شریف میں متعدد مرتبہ حدیث آئی ہے مگر بالفاظ دیگر ہے۔

بعثت مصطفویہ سے قیامت تک کے مومنین کے اُجور و ثواب صدیق اکبر کے لیے (فرمان نبوی بروایت علوی)

علامہ محب طبری نقل فرماتے ہیں کہ

''حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ) وفاة فاطمة الى ابی بکر: ائتنا ولا یأتنا معك احد وكره ان یأتیه عمر لما علم من شدته فقال عمر: لاتأتیهم وحدك فقال ابوبكر: والله لاتینهم وحدی وماعسی ان یصنعوابی فانطلق ابوبكر حتی دخل علیٰ علی وقد جمع بنی هاشم عنده فقام علی فحمد الله واثنی علیه بماهو اهله ثم قال امابعد فانه لم یمنعنا ان نبایعك یا ابابكر انكارا لفضیلتك ولا نفاسة علیك بخیر ساقه الله الیك ولكنا كنانری ان لنا فی هذا الا مرحقاً فاستبددتم به علینا ثم ذكر قرابته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وحقه فلم یزل علی یذكر ذلك حتی بكی ابوبكر فلماصمت علی تشهد ابوبكر فحمد الله تعالیٰ و اثنیٰ علیه بماهو اهله ثم قال امابعد فوالله لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصلهم من قرابتی و انی والله مالوبكم فی هذه الاموال التی كانت بینی و بینكم علی الخیر ولكنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول "لانورث ماتركناه صدقة" انما یاكل آل محمدفی هذا المال وانی والله لا اذكر صنعه فیه الا صنعته ان شآء الله تعالی ثم قال علی موعدك للبیعة العشیة فلما صلی ابوبكر الظهر اقبل علی الناس ثم عذر علیا ببعض ما اعتذربه ثم قام علی فعظم من حق ابی بكر فذكر فضیلته وسابقته ثم مضیٰ الی ابی بكر فبایعه واقبل الناس الی علی فقالوا اصبت واحسنت حدیث صحیح متفق علیه و خرج ابوالحسن علی بن محمدالقرشی فی كتاب الردة والفتوح ان بیعته بعد موت فاطمة بخمسة وسبعین یوماً (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلداول، ص ۲۴۳ مطبوعہ فیصل آباد)

”اے ابوبکر! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تخلیق آدم (علیہ السلام) سے میری بعثت تک اس پر ایمان لانے والوں کا ثواب عطا فرمایا ہے اور تجھے میری بعثت سے قیامت تک مجھ پر ایمان لانے والوں کا ثواب عطا فرمایا ہے۔“

(الریاض النضرہ اردو جلد اوّل، ص ۳۲۵ ترجمہ علامہ صائم چشتی)

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور پھر آپ کی تبلیغ پر باقی صحابہ اور آپ کی پیروی میں قیامت تک کے مومنین ایمان لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اس کو اس طریقہ کا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا جبکہ اس کے اجر سے کچھ کم بھی نہ ہوگا۔ (مسلم وابن ماجہ)

فضائل صدیق اکبر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”خدا ان پر رحم فرمائے وہ قرآن کی تلاوت فرمانے والے، شر کو مٹانے والے، منکر سے روکنے والے، معروف کا حکم دینے والے، قائم اللیل، صائم النہار اللہ کے دین کو جاننے والے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، محارم سے اجتناب کرنے والے، موبقات سے خرچ کرنے والے، اپنے ساتھیوں پر فوقیت رکھنے والے، رعایت اور قناعت کرنے والے، زیادہ احسان کرنے والے امانت دار تھے جو ان پر طعن کرے اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک عقوبت میں رکھے۔“[1]

---

[1] عن ابن عباس وقد سئل عن ابی بکر فقال: کان رحمه الله للقرآن تالیا وللشر قالیا و عن المنکر ناهیا وبالمعروف آمرا ولله صابرا وعن المیل الی الفحشاء ساهیا وباللیل قائما وبالنهار صائما وبدین الله عارفا ومن الله خائفا وعن المحارم جانفا وعن الموبقات صارفا فاق اصحابه ورعا وقناعة وزاد برا وامانة فاعقب الله من طعن علیه الشقاق الی یوم التلاق
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۸۴-۸۵)

فضائل صدیق اکبر اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہما

مفضل ابن عمر اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق تھے ان کا دل مشاہدۂ ربوبیت سے بھرا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا وہ لا الہ الا اللہ کا ورد کثرت سے کرتے تھے۔'' [۱]

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا رافضیوں سے خطاب

حضرت علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

''اے اہل عراق! ہماری محبت اسلام کی محبت ہے پس خدا کی قسم تمہاری محبت کی عمارت ہمیشہ رہے گی یہاں تک کہ تم گالی کو پہنچو'' اس میں ان کی محبت کے مزاج پر انکار کے ساتھ تعریض ہے جو ان لوگوں کی طرف حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض اور دونوں کو برا کہنے سے منسوب تھا۔'' [۲]

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا نفیس ارشاد گرامی اور شیخین سے اظہار محبت

حضرت ابن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر بن علی اور امام جعفر بن محمد باقر علیہم السلام سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے

---

۱ عن المفضل بن عمر عن ابیه عن جده قال: سئل جعفر الصادق عن الصحابة فقال: ان ابابکر صدیق ملئی قلبه بمشاهدة الربوبية و كان لايشهد مع الله غيره فمن اجل ذلك كان اكثر كلامه لا اله الا الله (الریاض النضرہ جلد اول ص ۸۵ مطبوعہ چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد)

۲ عن علی بن الحسين بن علی بن ابی طالب انه كان يقول: يا اهل العراق احبونا بحب الاسلام فو الله مازال حبكم بنا حتى صار سباً: فيه تعريض بالانكار على مزج حبهم بما ينسب اليهم من بغض ابی بکر و عمر و سبهما (الریاض النضرہ جلد اول ص ۶۶)

دریافت کیا تو فرمایا:

''وہ دونوں عادل امام ہیں ان دونوں کے ساتھ محبت اور ان کے دشمنوں سے بریت ہے۔''

پھر امام جعفر بن محمد باقر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''اے سالم! کیا اس کا نانا ابوبکر صدیق نہیں ہے پس میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہیں پہنچے گی اگر ابوبکر و عمر کے ساتھ دوستی اور ان کے دشمنوں سے بریت نہ ہو۔''[1]

نیز امام ابوجعفر محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے مزید ارشاد فرمایا:

''جو شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بزرگی سے ناواقف ہے وہ سنت سے ناواقف ہے۔''[2]

اور آپ ہی سے روایت ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہیں دیکھتے؟ تو آپ نے فرمایا:

''میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان دونوں کے لیے استغفار کرتا ہوں اور میں نے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان سے دوستی نہ رکھتا ہو۔''[3]

آپ ہی سے پوچھا گیا: حضرت ابوبکر و عمر کو جو لوگ گالیاں دیں ان کے بارے

---

[1] وعن ابن ابی حفصة قال سالت محمدبن علی و جعفر بن محمدعن ابی بکر و عمر فقال: اماما عدل تنولهما و تبرأ من عدوهما ثم التفت الی جعفر ابن محمدفقال یا سالم الست الرجل جده ابوبکر الصدیق لانالتنی شفاعة جدی محمدآن لم اکن اتولاهما و اتبرأ من عدوهما (الریاض النضرۃ جلداول ص ۶۷)

[2] عن ابی جعفر بن محمدبن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب قال: من جهل فضل ابی بکر و عمر جهل السنة.

[3] وعنه قد قیل له ماتری فی ابی بکر و عمر؟ فقال انی اتولاهما و استغفرلهما وما رأیت احدا من اهل بیتی الا وهو یتولاهما.

آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا" وہ لوگ دین سے نکل گئے۔" [۱]

آپ ہی سے روایت ہے کہ

"جس نے ان دونوں (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) میں شک کیا انہوں نے سنت میں شک کیا اور ابوبکر و عمر کا بغض منافقت ہے۔" [۲]

حضرت جابر جعفی امام محمد باقر بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا:

"مجھے عراق کے لوگوں کی خبر پہنچی ہے جن کا گمان ہے کہ وہ ہمارے ساتھ محبت کرتے ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بریت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ میں انہیں اس کا حکم دوں پس انہیں یہ بات (میری طرف سے) پہنچا دو کہ میں اللہ کی طرف ان سے بری ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (باقر علیہ السلام) کی جان ہے اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے خون پیش کرتا مجھے (حضرت) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت نہ پہنچے اگر ان دونوں کے لیے استغفار نہ کروں اور ان پر رحمت کی دعا نہ کروں۔" [۳]

---

[۱] وعنه قد سئل عن قوم يسبون ابابكر و عمر؟ فقال: اولئك المراق۔

قارئین کرام: جو ائمہ اہل بیت اس قدر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنے والے ہوں اور جس اہل بیت کا ہر فرد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہو کیا ان کو شیعہ حضرات کے ان الزامات کا علم نہ تھا جو کہ حضرت ابوبکر و عمر پر لگائے جاتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ سب الزامات فضول و لغویات اور جھوٹ کا پلندہ ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[۲] وعنه قال: من شك فيهما كمن شك في السنة وبغض ابي بكر و عمر نفاق (الرياض النضره جلد اول، ص ۶۷)

[۳] وعن جابر الجعفي عن محمد بن علي قال: يا جابر بلغني أن اقواما بالعراق يزعمون انهم يحبوننا ويتنا ولون ابابكر و عمر و يزعمون اني أمرتهم بذلك فابلغهم اني الى الله برئ منهم والذي نفس محمد بيده لو وليت لتقربت الى الله بدمائهم لانالتني شفاعة محمد ان لم اكن استغفر لهما و اترحم عليهما (ايضاً)

آپ ہی سے روایت ہے کہ محمد بن علی (امام باقر علیہ السلام) نے فرمایا:

''اہل کوفہ کو بتادو کہ جو شخص ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے بریت کرتا ہے میں اس سے بری ہوں۔''[1]

حضرت زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) (جو کہ امام باقر علیہ السلام کے بھائی ہیں) فرماتے ہیں کہ

''ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت حضرت علی علیہ السلام سے برأت ہے پس جو چاہے تقدم کرے اور جو چاہے تاخر کرے۔''

آپ ہی سے روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا آپ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

''میں ان دونوں سے دوستی رکھتا ہوں'' پوچھا! جو ان سے بریت کرے آپ اسے کیسا جانتے ہیں؟ فرمایا ''میں ان سے بری ہوں یہاں تک کہ موت آجائے۔''[2]

جمع قرآن کا سب سے زیادہ اجر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملے گا

(قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

ابو یعلی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

''قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر حضرت ابو بکر صدیق کو ملے گا

---

[1] وعنه قال: قال محمدبن علیؑ اخبر اهل الکوفة عن انی بری ممن تبرأ من ابی بکر و عمر (ایضاً ص ۶۷)

[2] روی عن زید بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب قال: البرأة من ابی بکر و عمر براة من علی فمن شاء فلیتقدم ومن شاء فلیتاخر. وعنه قد قیل ماتقول فی ابی بکر و عمر؟ قال اتولاهما قیل فکیف تقول فیمن تبرأ منهما؟ قال انا براء منه حتی المُوت

(الریاض النضرہ جلد اول ص ۶۸)

اس لیے کہ ابوبکر صدیق پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع کیا"۔[1]

بارش کا قطرہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے: قول حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہما

ابن عساکر نے ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ "ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے" نیز فرمایا "ہم نے گزشتہ انبیا علیہم السلام کے صحابہ پر بھی غور و فکر کیا ہے مگر ان میں سے کسی نبی کا ساتھی ابوبکر جیسا نہیں ہے۔"[2]

اواہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصف ہے

ابن سعد نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رافت اور رحمت کی وجہ سے اواہ کہتے تھے۔"[3]

---

[1] اخرج ابویعلی عن علی قال: اعظم الناس اجرا فی المصاحف ابوبکر ۔ ان ابابکر کان اول من جمع القرآن بین اللوحین (الصواعق الحرقہ ص ۸۶ مطبوعہ ملتان)

[2] وابن عساکر عن الربیع بن انس قال مکتوب فی الکتاب الاول مثل ابی بکر مثل القطر اینما وقع نفع وقال نظرنا فی صحابة الانبیاء فما وجدنا نبیا کان له صاحب مثل ابی بکر (الصواعق الحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[3] وابن سعد عن ابراهیم النخعی قال: کان ابوبکر یسمی الاواه لرافته ورحمته (الصواعق الحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ ملتان)

یاد رہے کہ قرآن کریم میں جا بجا انبیاء کرام علیہم السلام کو "اواہ حلیم" کے صفات سے موصوف بیان فرمایا گیا ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا گیا ہے "اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیۡمٌ ۝" (التوبہ: ۱۱۴) بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظیر ابراہیم ہیں نبی کریم علیہ السلام نے ایک حدیث پاک میں فرمایا "ارحم امتی ابوبکر" میری امت کا سب سے رحم دل آدمی ابوبکر ہے اسے احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے بیان کیا۔

اور زہری سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں اللہ کے بارے ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی شک نہیں ہوا۔[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمودات عالیہ

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی ہوش میں اپنے والدین کو دیندار پایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور بیہقی نے کہا کہ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام اہل زمین کے ایمانوں سے موازنہ کیا جائے تو حضرت ابوبکر کا ایمان ان سب کے ایمانوں سے بڑھ کر ہوگا۔[3]

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری خواہش ہے کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ سکوں۔[4]

---

[1] واخرج عن الزهری انه قال: من فضل ابی بکر انه لم لیشك فی الله ساعة قط
(الصواعق المحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ ملتان)

[2] اخرج البخاری عن عائشة رضی الله عنها قالت: لم اعقل ابوی قط الا وهما یدینان الدین ولم یمر علینا الیوم الا یأتینا رسول الله صلی الله علیه وسلم طرفی النهار بکرة وعشیاً
(الصواعق المحرقہ ص ۸۴ مطبوعہ ملتان)

[3] واخرج البخاری ان عمر قال: ابوبکر سیدنا: والبیهقی انه قال: لووزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجح بهم (الصواعق المحرقہ ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[4] ومسدد فی مسنده قال: لوددت انی شعرة فی صدر ابی بکر: وابن ابی الدنیا و ابن عساکر انه قال: وددت انی من اهل الجنة حیث اری ابابکر رضی الله عنه
(الصواعق المحرقہ ص ۸۴ مطبوعہ ملتان)

ابن عساکر نے عبدالرحمان ابن ابی بکر سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے جس نیکی میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے۔[1]

ابونعیم کہتے ہیں کہ انہوں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ تھی۔[2]

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے سابق اور نمایاں تھے۔[3]

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کے ارشادات عالیہ

ابن عساکر نے حضرت سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ وہ (ایک دن) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے آپ نے فرمایا:

''کوئی ایک شخص بھی جو اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ اپنے رب سے ملا ہو اللہ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے زیادہ محبوب نہیں۔''[4]

طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] وابن عساكر عن عبدالرحمن بن ابی بكر قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: حدثنی عمر بن الخطاب انه ماسبق أبابكر الٰی خير الا سبقه ابوبكر
(الصواعق المحرقہ ص۸۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] وابو نعيم انه قال: لقد كان ريح ابی بكر اطيب من ريح المسك (الصواعق المحرقہ ص۸۴)

[3] وعبدالله بن احمد انه قال: ان ابابكر كان سابقا مبرزا (الصواعق المحرقہ ص۸۴)

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایمان کا ایقان کا

[4] وابن عساكر عن علی: انه دخل علی ابی بكر وهو مسجی فقال ما احد لقی الله بصحيفته احب الی من هذا المسجی (الصواعق المحرقہ ص۸۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان شریف)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم نے جس نیکی میں بھی مسابقت کرنا چاہی ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں ہم سے سبقت لے گئے''۔[۱]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی منقبت

اور طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ شعر کہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنائیے میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا (ترجمہ)

''وہ بلند مرتبہ غار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی اثنین ہیں جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمنوں نے انہیں گھیر لیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسان تو نے سچ کہا ہے ابوبکر ایسا ہی ہے جیسے تو نے کہا ہے۔[۲]

---

[۱] والطبرانی عن علی قال: والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیہ ابوبکر رضی اللہ عنہ (الصواعق المحرقہ ص ۸۵-۸۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[۲] والطبرانی عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان هل قلت فی ابی بکر شیئاً؟ فقال نعم فقال قل وانا اسمع فقال:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

فضحک صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال: صدقت یا حسان هو کماقلت (الصواعق المحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابن الدغنہ (کافر) نے اوصاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیان کیے

ابن الدغنہ (جو کہ ابھی مسلمان نہ ہوا تھا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توصیف میں رطب اللساں تھا ملاحظہ ہو کہ وہ آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

"آپ غریب پروری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"[1]

ابن دغنہ نے آپ کو ہجرت سے روکا اور اشراف قریش (جن کے انتہائی مظالم کی وجہ سے آپ مکہ سے نکلے تھے) کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ابوبکر جیسے آدمی کو نکالا نہیں جانا چاہئے اور نہ ہی غریب پرور، صلہ رحم، مہمان نواز اور مصائب پر اعانت کرنے والے شخص کو یہاں سے نکلنا چاہئے"[2]

امام ابن حجر مکی اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ابن الدغنہ نے اشراف قریش کے سامنے جن اوصاف صدیق کو بیان کیا اس میں غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی اوصاف جلیلہ ہیں جن سے ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس وقت جبکہ پہلی وحی نازل ہوئی تھی

(بقیہ حاشیہ) یاد رہے کہ حضرت سیدنا حسان رضی اللہ عنہ شاعر دربار رسالت مآب ہیں جب نعت رسول پڑھتے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش ہوتے بلکہ آپ کو دربار رسالت سے کملی بھی عطا کی گئی آپ نے حضور ہی کے حکم سے منقبت صدیق پڑھی اور سرکار راضی ہوئے۔

[1] فقال ابن الدغنه : فان مثلك لا يخرج ولا يخرج انك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق (الصواعق المحرقہ ص ۸۴ مطبوعہ ملتان)

[2] فطاف ابن الدغنة عشية فى اشراف قريش فقال لهم: ان ابابكر لا يخرج مثله ولا يخرج رجل يكسب المعدوم ويصل الرحم ويقرى الضيف ويعين على نوائب الحق (الصواعق ص ۸۴)

تو تسلی دیتے ہوئے) متصف فرمایا تھا۔[1]

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے یہی عرض کیا تھا کہ آپ غریب پرور، صلہ رحمی فرمانے والے، مہمان نواز اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرمانے والے، بیوہ و یتیموں کا سہارا ہیں، الخ تو ابن الدغنہ کے اس مکالمہ سے پتا چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امین سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مقام صدیق رضی اللہ عنہ: قائم مقام نبی علیہ السلام

اور ابو حصین سے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے بعد اولاد آدم میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا فتنہ ارتداد کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔[2]

یہ حقیقت ہے کہ جن حالات میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت کو سنبھالا وہ بعینہ وہی حالات ہو چکے تھے جن حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد سرزمین عرب

---

[1] وینبغی لك ان تـأمـل فیـمـا وصـفـه به ابن الدغنه بین اشراف قریش من تلك الاوصاف الجلیلة المساویة لما وصفت به خدیجة النبی صلی الله علیه وسلم

(الصواعق المحرقہ ص ۸۴ مطبوعہ ملتان)

معلوم ہوا کہ حضور سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ آئینہ کمالات مصطفویہ تھے اور شبیہ اوصاف نبویہ تھے کیونکہ وہ حبیب النبی بھی تھے بعد وفات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لقب حبیب سے متصف فرمایا جبکہ آپ کا جنازہ مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر لے جایا گیا اور عرض کیا گیا "دروازے پر ابو بکر حاضر ہیں" تو روضہ رسول سے آواز آئی "اوصلوا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب سے ملا دو نبی حبیب خدا ہیں اور صدیق حبیب مصطفےٰ ہیں نبی آئینہ جمال کبریا ہیں اور صدیق آئینہ جمال مصطفےٰ ہیں۔

[2] واخرج عن ابی حصین قال: ماولد لآدم فی ذریته بعد النبیین و المرسلین افضل من ابی بکر ولقد قام ابوبکر یوم الردة مقام نبی من الانبیاء (الصواعق المحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

ایک مرتبہ پھر ضلالت وگمراہی کا گہوارہ بن چکی تھی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ قریش اور ثقیف کے علاوہ تمام عرب اسلامی حکومت سے باغی تھا مدعیان نبوت ''مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ وغیرہ'' کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ملک میں شورش برپا کر رہی تھیں۔ منکرین زکوٰۃ مدینہ منورہ لوٹ لینے کی دھمکیاں دے رہے تھے غرض نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد شمع اسلام کے چراغ سحری بن جانے کا خطرہ تھا۔ جانشین رسول (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) نے اپنی روشن ضمیری اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کو گل ہونے سے محفوظ رکھا بلکہ اسی مشعل ہدایت سے تمام عالم کو منور فرما دیا اس لیے حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو جس شخصیت نے دوبارہ زندہ کیا اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ یہی ذات گرامی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی اثنین نے ان مقامات پر بھی ثانی اثنین ہونے کا حق ادا کر دیا اس لیے کہا گیا ہے کہ ''فتنوں کے مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چار منفرد خصائل

الدینوری اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خصلتوں سے مخصوص فرمایا جو اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) آپ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے آپ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔

(۲) آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور سفر ہجرت کے رفیق ہیں۔

(۳) اور مسلمانوں کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔

(۴) ابن ابی داؤد نے ابوجعفر سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی مناجات کو سن لیا

کرتے تھے مگر انہیں دیکھتے نہیں تھے۔[۱]

وزیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حاکم نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر کا تھا آپ تمام امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العریش اور ثانی فی القبر ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں فرماتے تھے۔[۲]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا!

حضرت حسن بصری کا قول

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے ابن عساکر سے انہوں نے محمد ابن زبیر رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ باتیں دریافت کرنے کو بھیجا جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا کہ لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

---

[۱] والدینوری و ابن عساکر قال: خص اللہ ابابکر باربع خصال لم یخص بها احدا من الناس سماه الصدیق ولم یسم احدا الصدیق غیره وهو صاحب الغار مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ورفیقه فی الهجرة وامره صلی اللہ علیه وسلم بالصلوة والمسلمون شهود و ابن ابی داؤد عن ابی جعفر قال کان ابوبکر یسمع مناجاة جبرئیل للنبی صلی اللہ علیه وسلم ولا یراه (الصواعق المحرقہ ص ۸۵ مطبوعہ ملتان)

[۲] والحاکم عن ابن المسیب قال: کان ابوبکر من النبی صلی اللہ علیه وسلم مکان الوزیر فکان یشاوره فی جمیع اموره وکان ثانیه فی الاسلام وثانیه فی الغار و ثانیه فی العریش یوم بدر وثانیه فی القبر ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقدم علیه احدا

(الصواعق المحرقہ ص ۸۵)

عنہ کی خلافت کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا (لوگ مختلف الآراء ہیں)
آپ اس سلسلہ میں شافی جواب دیجئے اور بتایئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنایا تھا؟ نامزد فرمایا تھا۔"
یہ سن کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سیدھے کھڑے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:
"کیا ان کو بھی اس میں شک ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی نے ان کو خلیفہ بنایا تھا اور اللہ ان کو خلیفہ کیوں نہ بناتا کہ وہی سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ متقی اور خدا ترس تھے لوگ انہیں خلیفہ نہ بھی بناتے تو وہ مرتے دم تک اسی طرح زندگی بسر کرتے۔"
(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۷ مطبوعہ کراچی)

امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

امام سیوطی ہی فرماتے ہیں کہ
علماء کرام کا اس (بات) پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ (ظاہریہ) ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کی صلاحیت و اہلیت میں معروف ومشہور تھے۔
احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت سہل ابن سعید رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بنی عمرو اور بنی عوف میں جھگڑا ہو گیا اس کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔
اطلاع ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کے بعد وہاں تشریف لے گئے تاکہ ان میں صلح صفائی کروادیں اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
"اے بلال! اگر نماز کے وقت تک میں واپس نہ آسکوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔"
چنانچہ نماز عصر کا وقت ہو گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حسب

ارشاد نبوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا (ارشاد نبوی)

ابوبکر شافعی نے اپنی تالیف الغیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"آپ نے اپنی علالت کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

"نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا۔" (یعنی بحکم الٰہی ان کو امام بنایا گیا تھا) (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶ اردو ترجمہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امامت صدیق کا ارشاد (الحدیث)

دار قطنی نے افراد میں اور خطیب و ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین بار تمہارے بارے سوال کیا کہ تم کو امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابوبکر ہی کو امامت کا حکم ہوا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۶)

ابن سعد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت سے لوگوں کی گندگی پر سے گزر رہا ہوں حضور نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے لیے ایک راستہ مقرر کرو گے ابوبکر نے عرض کی کہ میں نے اپنے سینے پر دو نشان بھی دیکھے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دو سال ہیں (جو تمہاری مدت خلافت ہوگی)۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۷ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

خلافت صدیقی کا ذکر سابقہ کتب سماوی میں

ابن عساکر نے ابی بکرہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:
''میں ایک دن حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا! میں نے دیکھا کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے جوان کے پیچھے بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا مخاطب ہو کر کہا کہ۔

''کیا تم نے قدیم کتب سماوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے بارے کچھ پڑھا ہے؟''

اس نے جواب دیا کہ! تمام انبیاء سابقین کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق (رضی اللہ عنہ) یعنی کہ دوست ہوگا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۷ مطبوعہ کراچی)

قارئین کرام! غور فرمایئے اسی امر کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛۚ (الفتح:۲۹)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔''

یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی صفات والے ساتھیوں کا ذکر توریت و انجیل میں ہے اور اسی سیرت کے اولین وعمدہ مصداق صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ

عنہما ہیں جو ان صفات کے حامل ہیں فلہٰذا یہ دونوں ہی مراد ہیں اسی لیے اس جواب دینے والے نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ عرض کیا کہ:

"تمام انبیاء سابقین کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق (دوست) ہی ہوگا۔"

گویا اندر (دل سے) تسلیم یا تنکیر تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر بظاہر تو یہودی و نصرانی بھی اپنی کتابوں کے مطابق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل و اعلیٰ اور خلیفہ بلافصل جانتے مانتے ہیں مگر یہ مسلماں نما یہودی و نصرانی نہیں مانتے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رافضیوں کے لیے بددعا

ابن ابی جارود حسین بن مغیرہ واسطی سے روایت ہے کہ ایک گروہ جمع ہو کر حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ابن رسول اللہ! جب آپ نکلیں تو ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے بریت ظاہر فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں: انہوں نے کہا: تو پھر ہم آپ کے خون سے بری ہیں اور آپ کے ساتھ نہیں نکلیں گے مگر آپ ابوبکر و عمر سے بریت کریں گے تو ہماری ساٹھ ہزار تلواریں آپ کے ساتھ ہوں گی کہا: جب وہ نکلنے کے لیے اٹھے اور ان سے الگ ہوئے تو آپ نے فرمایا واپس آ جاؤ میں تمہیں ایک حدیث مبارکہ سناؤں: چنانچہ وہ واپس آئے تو آپ نے فرمایا:

"مجھ سے میرے باپ نے انہوں نے اپنے دادا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے علی! تجھے بشارت ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے سوائے اس قوم کے جو تجھ سے محبت کرے گی اور اسلام ظاہر کرے گی اور وہ لوگ حنفیت سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے ان کے لیے برائی ہے جس کے ساتھ وہ بلائیں گے انہیں رافضی کہا جائے گا۔

اے علی اگر تو انہیں دیکھ لے تو ان سے جنگ کرنا بے شک وہ مشرکین

ہیں۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تم لوگ ہو: الٰہی میری دنیا و آخرت میں ان سے جنگ ہے پھر ان پر بددعا کی۔"[1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا باغ فدک کے متعلق ارشاد

اور آپ ہی سے روایت ہے جب ان سے فدک کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا

"بے شک جنابہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فدک عطا فرمایا ہے۔

پس حضرت زید نے فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ قضیہ میرے پاس آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔[2]

---

[1] وعن ابن ابی الجارود حسین بن المغیرة الواسطی ان رهطا اجتمعوا الی زید بن علی فقالوا یا ابن رسول الله اذا خرجت تظهر البراة من ابی بکر و عمر فقال لا قالوا فانانبرء من دملك ولانخرج معك الا ان تتبرأ من ابی بکر و عمر فیضرب معك منا بالسیف ستون الفا: قال فقا موالخرجوا وتبین منهم: قال ارجعوا لأحدثکم حدیثا فرجعوا قال "حدثنی عن جدی عن علی ابن ابی طالب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال

"یا علی ابشر انت و شیعتك فی الجنة الاان ممن یحبك قوما یظهرون الاسلام ویلفظونه یمرقون من الدین الحنفیة کمروق السهم من الرمیة لهم نبر یدعون به یقال لهم الرفضه فان ادرکتهم یا علی فقاتلهم انهم مشرکون"

"قال زید: هم انتم اللهم ان هؤلاء حربی فی الدنیا و الآخرة ثم دعا علیهم (الریاض النضرہ جلد نمبر ۱ ص ۶۸)

[2] وعنه وقدسئل عن امر فدك فقال ان فاطمة ذکرت لأبی بکر ان النبی صلی الله علیه وسلم اعطاها فدکا فقال أئتنی علی ماتقولین ببینة فجاء ت برجل وامرأة فقال ابوبکر رجل مع الرجل اوامرأة مع امرأة فاعیت فقال زید وایم الله لو رجع القضاء الی لقضیت بما قضی به ابوبکر (رضی الله عنه)

شیخین پر سب و شتم کرنے والوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو

حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''[۱]

اگر میں تقیہ کروں تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو ان دونوں سے بری ہے میں اس سے بری ہوں۔

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا شاید آپ نے تقیہ کے طور پر ایسا فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایسا ہو تو میں اسلام سے نکل جاؤں اور مجھے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔''[۲]

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا امیدوار ہوں

آپ نے فرمایا: ''میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شفاعت کا امیدوار نہیں میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔''[۳]

فرمایا: میں اس سے بری ہوں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بری ہے۔

---

[۱] وعنہ انہ قال: من سب ابابکر و عمر فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعون
(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۶۸ مطبوعہ فیصل آباد)

[۲] عن جعفر وقدسئل عن ابی بکر و عمر فقال ابرأ ممن تبرأ منھما فقیل لہ لعلک تقول ھذا تقیۃ فقال اذاً انابریٔ من الاسلام ولا نالتنی شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹)

[۳] وعنہ قال: ما ارجو من شفاعۃ علی الاو انا ارجو من شفاعۃ ابی بکر مثلہ
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹ مطبوعہ فیصل آباد)

کسی نے آپ سے پوچھا فلاں شخص کا گمان ہے کہ آپ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بریت فرماتے ہیں؟

فرمایا: یہ بات ہو تو اللہ مجھ سے بری ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے قرابت ابوبکر رضی اللہ عنہ نفع دے گی اگر شکایت ہو تو میں اس کی وصیت اپنے ماموں عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کی طرف کرتا ہوں۔[1]

آپ فرماتے تھے "جو جانتا ہے کہ میرے جد امجد کون ہیں؟ تو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی شفاعت کا امیدوار ہوں اور جو انہیں صدیق کے نام سے یاد نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی بات کو سچا نہیں کرتا۔"

آپ کی بیماری کے درمیان لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"الٰہی میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اگر میرے نفس میں اس کے علاوہ ہو تو مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔"[2]

جب ان دونوں (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تم ان دو اشخاص کے بارے پوچھتے ہو جو جنت کے پھل کھاتے ہیں۔"[3]

---

[1] وعنه انه قال: الله بریء ممن بریء من ابی بکر و عمر: وعنه وقد قیل له ان فلانا یزعم انك تبرء من ابی بکر و عمر؟ فقال جعفر: الله بریء منه انی لارجو ان ینفعنی الله بقرابتی من ابی بکر ولقد شکیت شکاة و اوصیت الی خالی عبدالرحمن بن القاسم
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹)

وعنه انه کان یقول ما ادری لأی جدی؟ انا ارجی لشفاعة ابی بکر او علی بن ابی طالب ومن لم یسمه الصدیق فلا صدق الله خلیقته (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹)

[2] وقد دخل علیه وهو مریض فقال "اللهم انی احب ابابکر و عمر فان کان فی نفسی غیره فلاتنلنی شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹)

[3] وعنه قدسئل عنهما فقال: أتسئل عن رجلین قد اکلا من ثمار الجنة
(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ میرے ختن ہیں جو مجھ پر میرے نانا اور ختن کے بغض کی تہمت لگاتا ہے وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ

دونوں افضل ہیں: یہ تقیہ نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''دونوں افضل ہیں اور دونوں کے لیے مغفرت ہے۔''

آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ شاید یہ تقیہ ہو اور آپ کے دل میں اختلاف ہو؟

آپ نے فرمایا: ''اگر میں اپنے دل کی بات کے خلاف کہوں (تقیہ کروں) تو مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ پہنچے۔''[2]

جب آپ سے ان کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جو ان پر درود نہ پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو۔''[3]

---

[1] عن موسی بن جعفر عن ابیه جعفر: فلسئل عنهما فقال: "ابوبکر جدی و عمر ختنی افترانی ابغض جدی و ختنی" (الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۹)

شیعہ حضرات کو ائمہ اہل بیت کے ان ارشادات پر غور کرنا چاہیے اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تبرہ بازی بند کر کے صحیح مسلک اختیار کرنا چاہیے۔

---

[2] عن عبدالله (ابن الحسن) وقد سئل عن ابی بکر و عمر فقال افضلهما و استغفر لهما فقیل له لعل هذا تقیة وفی نفسك خلافه فقال "لا نالتنی شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم ان کنت اقول خلاف مافی نفسی" (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۶۹)

---

[3] وعنه فلسئل عنهما فقال: صلی الله علیهما ولا صلی علی من لم یصل علیهما (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۶۹)

الحمد للہ اہلسنت ان تمام ارشادات ائمہ اہل بیت پر عمل پیرا ہیں اور یہی صحیح مسلک ہے۔

آپ نے ایک رافضی کو فرمایا: ''اگر ہمسائیگی کا حق نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں تجھے قربت کے لیے قتل کر دیتا۔''[1]

یہ عبداللہ بن امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ارشادات ہیں شاید شیعہ حضرات ان ارشادات کو تسلیم نہ کرتے ہوں کیونکہ شیعہ امام حسن اور ان کی اولاد پاک سے ناراض ہیں کہ انہوں نے (امام حسن رضی اللہ عنہ نے) حضرت امیر معاویہ سے صلح کر لی تھی حالانکہ امام حسن بارہ ائمہ اہل بیت میں سے دوسرے امام ہیں اور شیعہ مسلک کے نزدیک امام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں مگر امیر معاویہ سے صلح شیعہ کے نزدیک غلطی تھی اسی لیے ان کی امامت آگے نہ چل سکی اور اولاد امام حسین رضی اللہ عنہ میں امامت چلتی رہی حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی کی تھی دونوں شہزادوں میں سے ایک کو ماننا دوسرے کو نہ ماننا ایسا معمہ ہے جو آج تک عقل وفہم سے بالاتر ہے۔

حضرت سیدنا عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہم سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''

اس روایت کی تخریج (جامع الترمذی میں) امام ترمذی نے کی اور کہا حسن صحیح ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: میں نے آپ سے بہتر کسی شخص کو نہیں

---

[1] وعنه قال لرجل من الرافضة واللہ الان قتلتك لقربة لولا حق الجوار
(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۶۹)

[2] وعن عمر قال: ''ابوبكر سيدنا وخيرنا واحبنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم'' خرجه الترمذی وقال حسن صحيح (الریاض النضرۃ جلد اول ص ۱۳۷ مطبوعہ فیصل آباد)

دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو کہتا کہ دیکھا ہے تو میں تیری گردن اتار دیتا! پھر فرمایا: کیا تم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا: اگر تو کہتا کہ دیکھا ہے تو میں تجھے سزا دیتا۔[1]

زہری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں: فرمایا پھر کیا تو نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے پتا چل جاتا کہ تو نے ان دونوں میں سے کسی کو دیکھا ہے تو میں تجھ پر مصیبت نازل کرتا۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فرمودات

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں حاضر تھے کہ

[1] وعنه قد قال له رجل مارأيت احدا خيرا منك: قال هل رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم : قال لا: قال: لوقلت نعم لضربت عنقك ثم قال: هل رأيت ابابكر؟ فقال لا قال لوقلت نعم لبالغت في عقوبتك خرجه القلعي .

[2] وعن الزهري: ان رجلا قال لعمر مارأيت احدا او رجلا افضل منك: قال له عمر هل رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا قال فهل رأيت ابابكر؟ قال لا قال: لو اخبرتني انك رأيت واحدا منهما لا وجعتك

خرجه في الفضائل وقال حديث حسن الا انه مرسل لان الزهري لم يدرك عمر

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۱۳۷ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر سے بہتر کسی شخص پر سورج طلوع نہ ہوا۔ (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے پاس ایسا شخص آنے والا ہے کہ میرے بعد جس سے بہتر اور افضل اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت جیسی ہوگی۔"

ہم ابھی وہاں سے ہٹے نہ تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر انہیں بوسہ دیا اور بٹھایا۔"

اس روایت کی تخریج حافظ خطیب ابوبکر احمد بن ثابت البغدادی نے کی ہے۔[۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ہم مہاجرین و انصار کے کچھ لوگ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پہ کھڑے تھے اور ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا "تم میں کس بات کا نزاع ہے؟ ہم نے عرض کی! ہم فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے (کہ صحابہ میں سے کون افضل ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی بھی ابوبکر پر سبقت نہیں رکھتا بے شک وہ دنیا و آخرت میں تم سب میں افضل ہے۔" یہ دونوں روایات صاحب فضائل نے نقل کیں۔[۲]

---

[۱] وعن جابر بن عبد الله (الانصاری) قال: کنا عند النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یطلع علیکم رجل لم یخلق الله بعدی احدا خیرا منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبیین" علیهم السلام فلما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی صلی الله علیه وسلم فقبله والتزمه.

خرجه الحافظ الخطیب ابوبکر احمد بن ثابت البغدادی

(الریاض النضرة فی مناقب العشرة جلد نمبر ۱ ص ۱۳۶-۱۳۷)

---

[۲] وعن جابر قال کنا عند باب النبی صلی الله علیه وسلم نفرا من المهاجرین والانصار نتذاکر الانصار فارتفعت اصواتنا فخرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال "فیما انتم" فقلنا لتذاکر الفضائل قال: "فلا تقدموا علی ابی بکر احدا فانه فضلکم فی الدنیا و الآخرة"

اخرجهما صاحب فضائله (الریاض النضرة جلد اول ص ۱۳۷ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے اصحاب میں سے ابوبکر بہتر ہیں۔''[۱]

سقیفۂ بنی ساعدہ میں انعقاد خلافت و تکمیل بیعت کا واقعہ

علامہ شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ

مدینہ میں منافقوں کی جماعت جن کا شعار دوستی کے پردہ میں اسلام کا شیرازہ بکھیرنا تھا ہمیشہ سے موجود تھی۔[۲]

اور ہر موقع پر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیتی تھی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اعلاناً) کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا اس لیے آنحضرت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد اس جماعت کو فتنہ انگیزی کا موقع مل گیا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ہی تجہیز و تکفین سے بھی پہلے منافقین کی سازش سے آپ کی جانشینی (خلافت) کا مسئلہ چھڑ گیا اور انصار نے بنی ساعدہ میں جمع ہو کر جانشینی کا دعویٰ کیا (وہ منافقین کی اس مکروہ چال کو نہ سمجھ سکے) یہ مسئلہ ایسے نازک وقت میں چھڑا تھا کہ اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا جاتا تو بڑی نازک صورت حال پیدا ہو جاتی اور عجب نہیں کہ آنحضرت (رسول کریم

---

[۱] وعن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خیر اصحابی ابوبکر"

(الریاض النضرۃ جلد اول، ص ۱۳۷)

[۲] یہی وہ منافقین تھے جن کے متعلق جابجا احادیث مبارکہ میں ذکر ملتا ہے اور بالآخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر "اخرج فلان انك منافق، اخرج فلان انك منافق" ان کو مسجد نبوی سے نکالا مگر انہوں نے اسلام کا شیرازہ بکھیرنے میں اس کے بعد بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور نبی کریم علیہ السلام کے وصال کے ساتھ ہی ارتداد پر اتر آئے زکوٰۃ کا انکار کیا اور اپنی اپنی جھوٹی نبوتوں کا اعلان کیا ان فتنوں پر فوری کنٹرول کے لیے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیئے مگر کچھ بدبخت عاقبت نااندیش منافق (ان ہی منافقوں سے تعلق رکھنے والے) صحابہ کرام پر معاذ اللہ منافقت کا الزام سو الگ کر یہی احادیث بطور دلائل پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ان کے ایمان تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ۱۲ (فقیر محمد مقبول احمد سرور)

صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے ساتھ ہی اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا لیکن حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بروقت اس کی اطلاع ہوگئی آپ فوراً حضرت عمر اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے یہاں دیکھا تو دوسرا ہی گل کھلا ہوا تھا انصاری مدعی تھے کہ آنحضرت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانشینی (خلافت) میں انہیں بھی حصہ ملنا چاہئے اور قریش کے ساتھ ان کا بھی ایک امیر یا نائب الرسول (خلیفہ) ہونا چاہئے لیکن ایک شخص کے دو جانشین ہونے کے نتائج بالکل ظاہر ہیں اس لیے اس صورت کے قبول کرنے کے معنی خود اپنے ہاتھوں اسلامی نظام درہم برہم کرنا تھا یہ ہوسکتا تھا کہ تنہا انصار کو ہی یہ منصب مل جاتا لیکن اس میں مشکل یہ تھی کہ اولاً خود قریش پھر دوسرے عرب قبائل قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے تھے (یہ ندوی صاحب کا اغماض ہے اور اصل حقیقت وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں نبی کریم علیہ السلام نے واضح ارشاد فرمایا کہ (الائمہ من القریش) ائمہ وخلفاء قریش سے ہوں گے (کتب صحاح) فقیر سرور)

پھر انصاریوں میں اوس وخزرج دو مقابل جماعتیں موجود تھیں ان میں سے جسے بھی یہ منصب دیا جاتا دوسرا اسے تسلیم نہ کرتا۔

اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے نہایت نرمی اور آشتی سے انصار کو سمجھایا اور برمحل یہ تقریر کی کہ[1]

---

[1] شیعہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین معاذ اللہ ثم معاذ اللہ لالچی تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک تین دن تک بے گور وکفن پڑی رہی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے رہے تو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارکہ اگر قیامت تک (بھی) رکا رہتا اصلا کوئی خلل محتمل نہ تھا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں سیدنا سلیمان علیہ السلام بعد انتقال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انوار ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا تھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"مجھے تم لوگوں کے فضائل و مناقب اور تمہاری خدمات اسلامی سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کی سیادت تسلیم نہیں کر سکتے پھر مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام اور آنحضرت (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خاندانی تعلقات کی بنا پر آپ کی جانشینی (خلافت) کے زیادہ مستحق ہیں۔

یہ ابوعبیدہ اور عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہما) موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔!

(بقیہ حاشیہ) ایک ایک جماعت آتی اور (درود شریف) پڑھتی اور باہر چلی جاتی پھر دوسری آتی یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازۂ اقدس تین برس یونہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔

ابلیس کے نزدیک اگر یہ لالچ کے سبب تھا تو سب سے زیادہ سخت الزام امیر المؤمنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے یہ کیوں تین دن تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے خود انہی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ کام کیا ہوتا یہ پچھلی خدمت بجا لائے ہوتے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ مبارکہ کا جلد نہ دفن کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر (حضرت) علی مرتضٰی اور سب صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اجماع کیا ہے مگر

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

یہ خبثا خذلھم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں حدیث مبارکہ میں ہے کہ

من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔

جس نے ان صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفتار کرے۔

(احکام شریعت جلد اول، ص ۶۹-۷۰ ابوالعلائی پریس آگرہ)

بشکریہ (شان صحابہ از علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷-۱۶ مطبوعہ مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور)

لے اگر معاذ اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (بقول روافض) لالچی ہوتے تو ایسا ہرگز نہ فرماتے جبکہ یہ الفاظ شیعہ کتب میں بھی موجود ہیں ملاحظہ ہو احتجاج الطبرسی جس کا حوالہ ہم نے سابقہ اوراق میں نقل کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر فرمایا کہ "آپ ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ بزرگ ہیں اس لیے ہم آپ کے ہاتھوں میں بیعت کرتے ہیں۔" (بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۸)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت ہر جماعت میں ایسی محترم تھی کہ اس انتخاب پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کے ساتھ مسلمان بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی برمحل تقریر اور بیعت میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی پیش قدمی سے ایک زبردست انقلاب برپا ہوتے ہوتے بچ گیا۔

اس کے دوسرے روز مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۱ ہجری میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔"

(تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۳۵-۱۳۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

بیعت عام ہونے کے بعد آپ نے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

"لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔

سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق نہ حاصل کرلوں۔

یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل وخوار کردیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔

اگر میں اللہ اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔[۱] (طبقات ابن سعد جلد ۳، ق اول، ص ۱۲۹)

خلافت صدیقی میں درپیش مشکلات وانقلابات اور تدبر صدیقی

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات اور بڑے اہم حوادث کے ساتھ ہوا لیکن آپ نے اپنے تدبر، عاقبت اندیشی اور مذہبی بصیرت سے ان سب پر قابو حاصل کر لیا۔

سب سے اہم انقلاب عرب کا ارتداد تھا بہت سے قبائل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہرہ میں اسلام تو قبول کر لیا تھا لیکن ابھی تک ان کے دلوں میں وہ راسخ نہ ہوا تھا اس لیے آپ کی وفات کے بعد وہ مرتد ہو گئے دوسری جانب متعدد جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا غرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی ہر طرف انقلاب کے آثار نمودار ہو گئے۔

ان مشکلات کے ساتھ ساتھ موتہ کی مہم علیحدہ درپیش تھی جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں رومیوں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے ان کے لخت جگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت شام بھیجنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا ابھی یہ لشکر روانہ نہ ہوا تھا بعض روایات کے مطابق روانہ ہو چکا تھا لیکن تھوڑی دور جا کر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر رک گیا تھا) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پر ملال ہو گیا۔

اس حادثہ کے بعد جب عرب میں انقلاب کے آثار نمایاں ہوئے تو صحابہ کرام

۱: آج کل کے اسلامی حکمرانوں کو اس خطبہ پر بار بار غور وفکر کرنا چاہیے اور اپنی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے کیونکہ وہ اسی اسلامی خلافت کے علمبردار ہیں اور ان کے کارنامے اس کے بالکل بالعکس ہیں۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مخالفت کی کہ ان حالات میں فوج کو مرکز خلافت سے دور بھیجنا مناسب نہیں ہے اس مہم سے پہلے ان انقلابات کا تدارک نہایت ضروری ہے مگر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کے ساتھ انکار فرمایا اور فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس لشکر کو جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا نہیں روک سکتا۔'' (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۷۱)

اس مہم کے سر ہونے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تدبر و فراست دینی اور دور اندیشی کا پتا چلا کہ اگر یہ لشکر بروقت روانہ نہ کیا جاتا تو اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو جاتا اور قیامت تک دوبارہ کوئی مسلمان روئے زمین پر نظر نہ آتا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فتوحات اسلامیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا استحکام نظام خلافت آپ ہی کی رکھی ہوئی اس بنیاد کا مرہون منت ہے جسے آج تک اپنے تو اپنے بیگانے بھی تسلیم کرنے اور خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہیں اور پھر آپ کا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد مسند خلافت کے لیے خود نامزد فرمانا بھی انہی سلسلوں کی ایک کڑی ثابت ہوا جو آپ کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

خلافت صدیقی کے اہم کارنامے

امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو اہم امور واقع ہوئے وہ یہ ہیں:
لشکر اسامہ کو روانہ کرنا، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے قتال کرنا اور قرآن مجید کو جمع کرنا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۷۶-۷۷ ملخصاً بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶ ص ۸۹)

خلافت صدیقی کا انعقاد و بیعت

شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی کہتے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

"جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی روز سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی پھر اس کے ایک دن بعد (منگل کے روز) عام بیعت کی گئی۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، قبیلہ خزرج کے چند لوگوں اور قریش کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی سب نے بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس دن تمام قریش نے بیعت کر لی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے ابتداء بیعت نہیں کی تھی بعد میں بیعت کر لی۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بیعت نہیں کی اور پھر بیعت کر لی پھر ہمیشہ ان کے احکام کو سنا اور اطاعت کی ان کی تعریف کرتے رہے اور ان کے فضائل بیان کرتے رہے۔

ابوعبیدہ بن حجل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا "جو شخص مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے گا میں اس کو وہ سزا دوں گا جو (مفتری) جھوٹے کو دی جاتی ہے۔"

(الاستیعاب علیٰ حامش الاصابہ جلد نمبر۲ ص ۲۵۷-۲۵۸ بحوالہ شرح مسلم سعید جلد نمبر۶ ص ۸۹۱-۸۹۰)

"محمد ابن سیرین کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بیعت میں دیر کی اور خانہ نشین رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ میری بیعت سے آپ کی تاخیر کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا: میں آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کرتا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں نماز کے سوا اپنی چادر نہیں اوڑھوں گا''۔ (طبقات ابن سعد)[1]

اور پھر جب آپ نے قرآن جمع کرلیا تو مجمع عام میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کی بیعت کرلی۔

علامہ سید معین الدین ندوی کہتے ہیں کہ:

''اس توقف نے تاریخ اسلام میں عجیب وغریب مباحث پیدا کردیئے ہیں جن کی تفصیل کے لیے اس اجمال میں گنجائش نہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت علی

---

[1] طبقات کی عبارت یہ ہے کہ

عن محمد بن سیرین قال: لما بویع ابوبکر ابطأ علی عن بیعته وجلس فی بیته قال فبعث الیه ابوبکر ما ابطأ بك عنی اکرهت امارتی قال علی ما کرهت امارتك ولکن آلیت ان لا ارتدی ردائی حتی اجمع القرآن (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۲، ص ۱۰۱: بخاری باب غزوۂ خیبر)

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت میں دیر ہوجانے کی حقیقی وجہ کیا تھی؟ ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مسئلہ فدک اور وراثت کے جھگڑوں نے (جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا) خلیفۂ اول کی طرف سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں کسی قدر ملال پیدا کردیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محض ان کے پاس خاطر سے بیعت میں دیر کی ہو چنانچہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلا کر ان کے فضل وشرف کا اعتراف فرمایا اور کہا کہ خدا نے آپ کو جو درجہ عطا کیا ہے ہم اس پر حسد نہیں کرتے لیکن خلافت کے معاملہ میں ہماری حق تلفی ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور رشتہ داری کی بنا پر ہم اس میں یقیناً اپنا حصہ سمجھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کچھ اس انداز سے کہا کہ خلیفۂ اول کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ جائیداد کا جھگڑا تو اس میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا غرض اس طرح دوستانہ شکوہ سنجی سے دونوں کا آئینۂ دل صاف ہوگیا اور بعد نماز ظہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عذرخواہی کی اور حضرت علی نے شاندار الفاظ میں ان کے فضل وشرف کا اعتراف کیا۔ (سیرت خلفاء راشدین ص ۴۲ از علامہ معین الدین ندوی)

رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مخصوص تعلقات کی بناء پر
خلافت کے آرزومند ہوں اور اس انتخاب کو اپنی حق تلفی سمجھتے ہوں (یہ ندوی
صاحب کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے) تاہم ان کا دل نفسانیت سے پاک تھا
اس لیے یہ کسی طرح قیاس میں نہیں آتا کہ محض اسی آرزو نے ان کو چھ ماہ تک
جمہور مسلمانوں سے انحراف پر مائل رکھا ہو"۔

(سیرت خلفاء راشدین از علامہ شاہ معین الدین ندوی ص ۴۱ مطبوعہ لاہور)

بہرکیف! حقیقت وہی ہے جو بیان ہو چکی حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ
الکریم اگر خلافت حضرت ابوبکر کو ناپسند فرماتے تو چھ ماہ بعد بھی آپ کی بیعت کبھی نہ
کرتے۔

خلافت صدیقی اور فتنوں کا زور وشور

علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسند آرائے خلافت ہوتے ہی اپنے
سامنے صعوبات، مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا ایک طرف
جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے تھے دوسری طرف مرتدین اسلام
کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھی منکرین زکوٰۃ نے علیحدہ
شورش برپا کر رکھی تھی ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی
اللہ عنہ کی مہم بھی درپیش تھی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات
ہی میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا"۔

اسی مہم کے متعلق صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رائے دی تھی کہ اس کو ملتوی کر کے
پہلے مرتدین کذاب مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جائے لیکن خلیفۂ اول کی طبیعت نے گوارا
نہ کیا کہ ارادۂ نبوی اور حکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم معرض التواء میں پڑ جائے اور جو
علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء سے روم کے مقابلہ کے لیے بلند کیا گیا تھا اس کو

کسی دوسری جانب حرکت دی جائے چنانچہ آپ نے برہم ہو کر فرمایا:

''خدا کی قسم! اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگ کھینچنے لگیں جب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۷۱)

(سیرت خلفاء راشدین از علامہ شاہ معین الدین ندوی ص ۴۲)

لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روانگی

عروہ بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانہ میں ہی اسامہ کی سرکردگی میں لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا تھا اور وہ مدینہ سے روانہ ہو کر جرف (مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں) تک پہنچ چکا تھا کہ میں نے عروہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس کے ہاتھ اس کو پیغام بھیجا کہ تم آگے بڑھنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت علیل ہیں پس وہ ٹھہر گئے (آگے نہ بڑھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے بعد اسامہ بن زید لوٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف جانے کا حکم فرمایا تھا لیکن اب حالات دگرگوں ہیں مجھے خوف ہے کہ عرب مرتد نہ ہو جائیں اگر وہ مرتد ہو گئے تو سب سے پہلے ان سے نپٹنا ہوگا (مقاتلہ کرنا ہوگا) اگر وہ مرتد نہ ہوئے تو میں شام کی طرف چلا جاؤں اس لیے کہ میرے پاس بہت بہادر نوجوان سپاہی ہیں وہ مرتدین کے مقابلہ میں کام آئیں گے یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ

''خدا کی قسم! میری جان پر خواہ کچھ ہی بن جائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں جو حضور صادر فرما چکے ہیں کسی قسم کی ترمیم نہیں کروں گا۔''

اس کے بعد اسامہ کو (شام کی طرف) روانہ کیا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۹ مطبوعہ کراچی)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت خطرات ومشکلات کے باوجود حضرت اسامہ کو روانگی کا حکم دیا اور خود دور تک پیادہ پا مشایعت کر کے ان کو نہایت زریں ہدایات فرمائیں چونکہ اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور جانشین رسول پیادہ پا گھوڑے کے ساتھ دوڑ رہے تھے اور منظر یہ تھا کہ

دیکھو کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

اس لیے لوگوں نے تعظیماً عرض کی بلکہ خود حضرت زید نے عرض کیا کہ

''اے جانشین رسول! خدا کی قسم آپ گھوڑے پر سوار ہو لیں ورنہ میں بھی اترتا ہوں۔''

تو ارشاد فرمایا:

''اس میں کیا مضائقہ ہے اگر میں تھوڑی دیر تک راہ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کر لوں غازی کے ہر قدم پر (اس قدم کے عوض) سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''

(تاریخ طبری ص ۱۸۵ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ لاہور)

لشکر اسامہ رخصت ہو کر حدود شام میں پہنچا اور اپنا مقصد پورا کر کے یعنی حضرت زید کا انتقام لے کر نہایت کامیابی کے ساتھ چالیس دن میں واپس آیا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر نہایت جوش ومسرت سے ان کا استقبال فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر خوشنودی خدا اور رضائے مصطفیٰ حاصل کی اور اطمینان قلب کا وافر سامان فرمایا۔

ابن زنجویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ شان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی تھی کہ اگر کسی مسئلہ پر آپ کی رائے منفرد ہوتی تھی تو تمام مہاجرین وانصار آپ کے وفور

علم کے باعث آپ ہی کی رائے کو تسلیم کرتے اور اپنی رائے سے رجوع فرما لیتے تھے۔

بیہقی اور ابن عساکر حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''وحدہ لاشریک کی قسم! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی بھی خدا کی عبادت نہ کرتا۔''

اسی طرح آپ نے اپنی قسم کو تین مرتبہ دہرایا لوگوں نے آپ سے کہا: اے ابوہریرہ یہ آپ کس (دلیل کی) بناء پر فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کو سات سو فوجیوں کا امیر لشکر مقرر فرما کے شام کی طرف روانہ کیا تھا ابھی اسامہ کا لشکر مقام ذی خشب ہی تک پہنچا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اسامہ بن زید کے لشکر کو واپس بلا لیجئے اور اس کو روم اور حوالی مدینہ کی طرف بھیج دیجئے جہاں عرب مرتد ہو رہے ہیں یہ سن کر آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ''اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (پاک) بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں (کہ یہ عظیم ترین مصیبت ہوگی) جب بھی میں اس لشکر کو واپس نہ بلاؤں گا جس کو میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے روانہ فرمایا تھا اور نہ اس پرچم کو سرنگوں کروں گا جس کو آپ نے لہرایا تھا'' پس آپ نے اسامہ بن زید کو آگے بڑھنے کا حکم دیا''۔

حضرت اسامہ جس مرتد قبیلے سے گزرتے وہ دہشت زدہ ہو جاتا تھا اور وہ لوگ کہتے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو ایسے (سنگین)

وقت میں وہ ہم پر خروج نہ کرتے اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے اسامہ سلطنت روم کی حدود میں جا پہنچے! اور طرفین میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کا لشکر فتح یاب ہو کر صحیح وسالم واپس آ گیا اور اسلام کا بول بالا ہوا۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۳۸-۱۳۹ مطبوعہ کراچی)

کروڑوں اربوں سلام ہوں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فراست پر کہ جس کی بدولت اسلام آج تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل حق اور سچ فرمایا تھا کہ میرے یار کے ہوتے ہوئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ امت کی امامت وقیادت سنبھالے اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۱۴۰)

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے (آئندہ کے حالات اس کے پیش نظر ہوتے ہیں)

مولانا رومی نے فرمایا

بندگان خاص علام الغیوب
در جہان جاں جواسیس القلوب

اور پھر جو شخصیت حامل کمالات نبوت ہو بلکہ آئینہ کمالات نبوت ہو تو اس سے وہی فراست ظاہر ہو گی جو نبوت کی فراست ہے اسی لیے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''وحدہ لاشریک کی قسم! اگر حضرت (ابو بکر رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا۔''

ذرا غور کیجیے! کیا یہ وہی الفاظ نہیں ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے کہ بارالہا!

اگر تو نے جہاں سے آج ان کو محو کر ڈالا
قیامت تک نہ ہو گا کوئی تجھ کو پوجنے والا

کیا مطلب؟

یہی کہ میں ان کو میدان میں کھڑا کر کے اپنے نور نبوت سے دیکھ رہا ہوں اگر آج یہ شکست کھا گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیرا نام لینے والا نہ ہوگا۔

مزاج شناس رسول اور جانشین مصطفیٰ نے بھی گویا یونہی فرمایا کہ میں اپنے نور صداقت سے دیکھ رہا ہوں کہ اگر آج لشکر اسامہ کو میں نے روانہ نہ کیا تو قیامت تک کوئی خدا کی عبادت کرنے والا نہ ہوگا اسی فکر کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھانپ کر قسم اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''وحدہ لاشریک کی قسم! اگر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر نہ ہوتے (اور کارہائے زریں امور خلافت انجام نہ دیتے) تو روئے زمین پر کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا''

یہ حقیقت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جانشین رسول ہونے کا حق ادا فرما دیا۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایمان کا ایقان کا

منکرین ختم نبوت سے جہاد صدیقی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہی متعدد مدعیان نبوت کذابوں نے اپنی جھوٹی نبوتوں کا اعلان کر دیا۔ امثلاً مسیلمہ کذاب ملعون نے ۱۰ ہجری میں اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتوب لکھا کہ ''میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں نصف دنیا آپ کی ہے اور نصف میری تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو (امابعد) دنیا خدا کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے

گا اور انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور بھی بہت سے جھوٹی نبوت کے دعویدار ظاہر ہو گئے اور روز بروز ان کی قوت و طاقت بڑھنے لگی چنانچہ طلیحہ بن خویلد نے اپنے اطراف میں اپنی جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا بنو غطفان اس کے اعوان و انصار تھے اور عیینہ بن حصن فراری ان کا سردار تھا علی ھذا القیاس اسود عنسی نے یمن میں اور مسیلمہ بن حبیب نے یمامہ میں اپنی اپنی جھوٹی نبوتوں کا اعلان کر دیا تھا۔

مرد تو رہے مرد یہ مرض ایسا عام ہوا کہ عورتوں کے دماغ میں بھی جھوٹی نبوت کروٹیں لینے لگی تھیں چنانچہ سجاح بنت حارثہ تمیمیہ نے نہایت زور و شور کے ساتھ اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کر دیا اور اشعث بن قیس اس کا داعی خاص تھا سجاح نے آخر میں اپنی قوت مضبوط کرنے کے لیے مسیلمہ سے شادی کر لی تھی اور یہ مرض وبا کی طرح تمام عرب میں پھیل گیا تھا اس کے انسداد کی اشد ضرورت تھی اسی بناء پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مشورہ فرمایا کہ اس مہم کے لیے کون سی شخصیت موزوں ہو گی؟

علامہ شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام لیا گیا لیکن وہ اس وقت تک تمام تعلقات دنیوی سے کنارہ کش تھے اس لیے قرعہ انتخاب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام نکلا چنانچہ وہ ۱۱ ہجری میں حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جمعیت لے کر ان جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے۔"

(تاریخ طبری ص ۱۸۸۷ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ لاہور)

---

[1] من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ (تاریخ طبری ص ۱۷۴۹ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۳ مطبوعہ لاہور)

حضرت خالد بن ولید نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کر کے اس کے متبعین کو قتل کیا اور عیینہ بن حصن کو گرفتار کر کے ۳۰ تیس قیدیوں کے ساتھ روانہ کیا اور عیینہ بن حصن نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کیا لیکن طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے عذر خواہی کے طور پر دو شعر لکھ کر بھیجے اور تجدید اسلام کر کے حلقۂ مومنین میں داخل ہو گیا۔

(تاریخ یعقوبی جلد نمبر ۲، ص ۱۴۵ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۵)

مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کے لیے شرجبیل بن حسنہ روانہ کیے گئے لیکن قبل اس کے کہ وہ حملہ کی ابتدا کریں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی اعانت کے لیے روانہ کیا گیا چنانچہ انہوں نے مجاعہ کو شکست دی اس کے بعد خود مسیلمہ سے مقابلہ ہوا مسیلمہ نے اپنے متبعین کو ساتھ لے کر نہایت شدید جنگ کی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس میں شہید ہوئی جس میں بہت سے حفاظ قرآن بھی تھے لیکن آخر میں فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسیلمہ کی بیوی سجاح جو خود مدعی نبوت تھی بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ دنوں کے بعد مر گئی۔

(تاریخ یعقوبی جلد نمبر ۲، ص ۱۴۷ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۵)

اسود عنسی نے خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کی قوت زیادہ بڑھ گئی تھی اس کو قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے نشہ کی حالت میں واصل جہنم کیا۔

(تاریخ طبری ص ۱۸۶۳ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۴۵)

جنگ یمامہ میں بمقابلہ مسیلمہ کذاب شریک ہونے والے مشاہیر صحابہ کرام (علیہم الرضوان)

مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مندرجہ ذیل افراد شریک ہوئے۔

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ، حضرت سالم غلام ابو حذیفہ، حضرت شجاع بن وہب،

حضرت زید بن خطاب، حضرت عبداللہ سہل، حضرت مالک بن عمرو، حضرت طفیل ابن عمرو دوسی، حضرت یزید بن قیس، حضرت عامر بن بکر، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت سائب بن عثمان بن مظعون، حضرت عباد بن بشر، حضرت معن بن عدی، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت ابودجانہ، حضرت سماک بن حرب اور دیگر کل ۷۰ ستر حضرات شریک تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۱ مطبوعہ کراچی)

جنگ یمامہ میں لشکر صدیقی کا شعار نعرہ یا محمد تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ عماد الدین المعروف ابن کثیر لکھتے ہیں:

''اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا حتیٰ کہ ان سے آگے نکل گئے اور مسیلمہ کے پہاڑوں کے پاس چلے گئے اور انتظار کرنے لگے کہ وہ آئے تو آپ اسے قتل کریں پھر آپ واپس آئے اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور مبارزت طلب کی اور کہا۔

''میں ابن الولید العود ہوں، میں عامر اور زید کا بیٹا ہوں۔''[1]

پھر آپ نے مسلمانوں کے نشان امتیاز سے پکارا ان دنوں ان کا نشان امتیاز ''یا محمداہ'' تھا۔

معلوم ہوا کہ محافظین ختم نبوت کا شعار اور ان کی علامت ہر دور میں نعرہ رسالت رہی ہے اور آج بھی ان کی پہچان یا رسول اللہ کا نعرہ ہے یہی نعرہ لشکر صدیقی کے مجاہدین ختم نبوت نے لگایا تھا اور یہی نعرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کرنے والے مدنی صحابہ کرام نے لگایا تھا۔

---

[1] ثم حمل خالد بن الولید حتی جاوزهم و سار لجبال مسیلمه وجعل یترقب ان یصل الیه فیقتله ثم رجع ثم وقف بین الصفین ودعا البراز و قال: انا ابن الولید العود . انا بن عامر و زید ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارهم یومئذ یا محمداه (البدایہ والنہایہ از ابن کثیر دمشقی جلد نمبر ۶، ص ۳۲۱ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

ينادون في الطرق يا محمد يا رسول الله (مسلم شریف جلد نمبر ۲ ص)

وہ مختلف راستوں میں پکارتے تھے یا محمد یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اس لشکر صدیقی کے افراد بالخصوص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام تو وہ ہیں جن کا آج بھی شعار نعرۂ یا رسول اللہ ہے اس عقیدہ کو شرک کہنے والے دشمنان اصحاب رسول ہیں۔

مانعین زکوٰۃ سے جہاد صدیقی

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے پس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں کی تالیف قلوب کیجئے اور ان کے ساتھ رفق اور نرمی کا برتاؤ کیجئے یہ لوگ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو آپ سے بھرپور تعاون کی امید تھی اور آپ مجھے ہی پست کیے دیتے ہو تم عہد جاہلیت (قبل اسلام) میں تو بڑے جری اور بہادر تھے اسلام قبول کرنے کے بعد اس قدر کمزور پڑ گئے؟ بتاؤ میں کس طرح (کس ذریعہ سے) ان کی تالیف قلوب کروں؟ ان کے ساتھ باتیں بناؤں یا ان پر افسوس اور جادو کروں افسوس صد افسوس حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں زکوٰۃ نہ دینے والوں سے اس وقت تک جہاد کروں گا جب تک کہ وہ زکوٰۃ کی پوری رقم ادا نہ کر دیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں

نے اپنے سے بھی زیادہ مستعد اور اجرائے احکام پر سخت پایا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ جب تم کو ان کا حاکم بنایا جائے گا تو اس وقت تم کو ان کی غمگساری کا حال معلوم ہوگا۔" (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۷)

ذہبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر جب چاروں طرف عام ہوئی تو عرب کے بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے اور ادائیگی زکوٰۃ سے گریز کرنے لگے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اصحاب نے مشورہ دیا کہ اس وقت ان سے جنگ کرنا مناسب نہیں ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان لوگوں سے قتال کس طرح کریں گے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں (ایمان نہ لے آئیں) اور جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا (ایمان قبول کر لیا) اس کا مال اور اس کی جان اور اس کا خون بہانا مجھ پر منع کر دیا گیا (اس کی جان، اس کا مال اور اس کا خون محفوظ ہو گیا) سوائے ادائے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے (وہی اس کا حساب لے گا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ حکم موجود ہے تو پھر ان سے کس طرح لڑ سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ میں ان سے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق سمجھنے میں لڑوں گا (کہ وہ کہتے ہیں، ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے) کیونکہ زکوٰۃ بھی بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا مجھے معلوم ہو گیا آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو اس جنگ کے لیے آگاہ کر دیا ہے (ان کا شرح صدر فرما دیا ہے)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور جب علاقہ نجد کی سطح مرتفع پر پہنچے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے اس موقع پر چند اصحاب نے عرض کیا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ! اب مدینہ اور اہل و عیال میں آپ کی مراجعت مناسب ہے البتہ یہاں کسی کو امیر عسکر مقرر فرما دیجیے اور اہل لشکر ان مرتدین کے واپس آنے تک یہاں سے نہ ہٹیں آپ نے خالد بن ولید کو امیر لشکر مقرر فرما دیا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم میں سے جو واپس آنا چاہے وہ لوٹ آئے۔

یہ انتظام فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جہاد کے ارادے سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! کہاں کا ارادہ ہے میں بھی آپ سے وہی کہنا چاہتا ہوں جو جنگ احد میں آپ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تلوار میان میں کر لیجیے اب آپ خود کو براہ کرم مصائب میں گرفتار نہ کریں اور مدینہ واپس لوٹ جائیں خدانخواستہ اگر آپ کو گزند پہنچ گیا تو پھر خدا کی قسم اسلام بھی باقی نہیں رہے گا (ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا)

حنظلہ بن علی اللیثی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے جناب خالد کو امیر لشکر مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ جو شخص ان پانچ باتوں یا ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کرے تو اس سے جنگ کی جائے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار، دوم نماز پنجگانہ

کی ادائیگی، سوم زکوٰۃ کی ادائیگی، چہارم رمضان کے روزے اور پنجم حج بیت اللہ کی روانگی چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ ماہ جمادی الآخرہ میں قبیلۂ بنی اسد، قبیلۂ غطفان سے نبرد آزما ہوئے اور بہت سے مرتدین کو قتل کیا بہت سے گرفتار ہوئے اور باقی پھر اسلام میں داخل ہو گئے اس جہاد میں صحابہ کرام میں سے عکاشہ بن محصن' ثابت بن اقرم حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹ مطبوعہ کراچی)

مرتدین سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جہاد

نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال کے بعد بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے اپنے حلقہ اثر کا حاکم بن بیٹھا چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اٹھایا، لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کیا اسی طرح کندہ کے علاقے میں بہت سے بادشاہ پیدا ہو گئے اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدعیان نبوت سے فارغ ہو کر اس طوائف الملوکی کی طرف توجہ فرمائی چنانچہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیج کر نعمان بن منذر کا قلع قمع کرایا اسی طرح حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کروا کے سرزمین عمان کو پاک کیا اور زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ملوک کندہ کی سرکوبی کی (تاریخ طبری ص ۱۸۶۳)

مدائن کسریٰ، شام، مرج الصفر کی جنگیں اور مسلمانوں کی فتح

مرتدین کی سرکوبی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف روانہ فرمایا انہوں نے نبرد آزمائی کے بعد (مشہور شہر) ابلہ فتح کر لیا پھر اسی سال کچھ عرصہ صلح اور پھر جنگ کے بعد عراق کے مشہور شہر مدائن کسریٰ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اسی سال ۱۲ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج بیت اللہ ادا فرمایا اور وہاں سے واپسی کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر شام کی طرف بھیجا ملک شام میں پہلا معرکہ ۱۳ ہجری میں اجنادین میں

گرم ہوا یہاں بھی فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس فتح کی خوشخبری اس وقت پہنچی جب آپ حالت نزع میں تھے۔

اجنادین کی جنگ جمادی الاولیٰ ۱۳ ہجری میں ہوئی جنگ اجنادین میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور ہشام ابن العاص و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے اسی سال جنگ مرج الصفر بھی ہوئی اور اس جنگ میں بھی مشرکوں نے شکست کھائی جنگ مرج الصفر میں دوسرے حضرات کے علاوہ حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ (تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو شمس بریلوی ص ۱۴۲ مطبوعہ کراچی)

مختصر خلاصہ فتوحات صدیقی

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ

(نور:۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔“

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت وفتوحات اس آیت کریمہ کی واضح تفسیر اور صحیح مصداق ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں وعدہ کے مطابق خلافت عطا فرمائی اور پھر (مخالفین اسلام، مرتدین، مانعین زکوٰۃ و منکرین ختم نبوت کے مقابلہ میں فتوحات سے ان کو) غلبہ عطا فرمایا ان کے ان راست اقدامات سے دین جم گیا اور ان کی خلافت کے ابتدائی عہد کے تمام فتنے جن کا خوف تمام مسلمانوں کو تھا اللہ تعالیٰ نے ختم فرما کر عہد

خلافت کو امن سے بدل دیا اور پھر خلافت صدیقی کی یہ فتوحات اس عظیم الشان بنیاد کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں کہ مستقبل کے دونوں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں اسی بنیاد پر اٹھائیس لاکھ مربع میل علاقہ ان فتوحات میں شامل ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر خلافت صدیقی میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برمحل بختی فرماتے ہوئے راست اقدامات نہ فرماتے تو آج دنیا کے نقشہ میں مسلمان موجود نہ ہوتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا فرماتے ہوئے انہوں نے اسلام کو حیات نو بخشی اور تا قیام قیامت زندہ فرما دیا۔

فتوحات عراق و ایران

حضرت سیدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مدعیان نبوت اور مرتدین عرب سے جہاد فرما کر کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک بھاری فوجی دستہ کا سربراہ بنا کر مثنیٰ کی کمک پر روانہ فرمایا کیونکہ یہاں بے ایمانوں کا غلبہ تھا اور وہ بڑے زور وشور سے جنگ کے لیے تیار تھے مثنیٰ اسلام لانے کے بعد اکیلے اس جنگ سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے تھے اس لیے ان کی مدد کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھیجے گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایران کی سرحد میں پہنچے تو ان کی جنگی حکمت عملی سے انقلاب آ گیا اور جنگ کی صورت حال ہی بدل گئی اور وہ بانقیا، کسکر وغیرہ فتح کرتے ہوئے شاہان عجم کی حدود میں داخل ہو گئے اور پھر شاہان جاپان سے مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی اس کے بعد حیرہ کے بادشاہ نعمان سے نبرد آزما ہوئے اور وہ مقابلہ کی راہ سے فرار ہو کر مدائن بھاگ نکلا حضرت خالد یہاں سے خورنق پہنچے لیکن اہل خورنق نے مصلحت اندیشی کو راہ دے کر ۷۰۰۰۰ ستر ہزار یا ایک لاکھ درہم خراج پر مصالحت کر لی اور حیرہ کا تمام علاقہ زیر نگیں ہو گیا۔

(تاریخ یعقوبی جلد نمبر ۲، ص ۲۷ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۵۱ مطبوعہ لاہور)

فتوحات شام

علامہ شاہ معین الدین ندوی کہتے ہیں کہ

''مہم عراق کا ابھی آغاز ہوا ہی تھا کہ دوسری طرف شام کی سرحد پر جنگ چھڑ گئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۳ ہجری میں صحابہ کرام سے مشورہ لینے کے بعد شام پر کئی اطراف سے لشکر کشی کا انتظام فرمایا اور ہر ایک علاقہ کے لیے علیحدہ علیحدہ فوج مقرر کر دی چنانچہ حضرت ابوعبیدہ حمص پر، یزید بن ابی سفیان دمشق پر، شُرَحْبِیل بن حسنہ اردن پر اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) فلسطین پر مامور ہوئے مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۷۰۰۰ ستائیس ہزار تھی ان سرداروں کو سرحد سے نکلنے کے بعد قدم قدم پر رومی جتھے ملے جن کو قیصر نے پہلے ہی سے الگ الگ ایک ایک سردار کے مقابلہ میں متعین کر دیا تھا یہ دیکھ کر افسران اسلام نے اپنی کل فوجوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور بارگاہ خلافت کو غنائم کی غیر معمولی کثرت کی اطلاع دے کر مزید کمک کے لیے لکھا چونکہ اس وقت دارالخلافت میں کوئی فوج موجود نہ تھی اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہایت انتشار ہوا اور اسی وقت حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ مہم عراق کی باگ مثنیٰ کے ہاتھ میں دے کر شام کی طرف روانہ ہو جائیں یہ پیغام پہنچتے ہی خالد ایک جمعیت کے ساتھ شامی رزم گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔''

(تاریخ طبری وفتوح الشام بلاذری ص ۱۱۶ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۵۲-۵۱ مطبوعہ لاہور)

بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو راہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں چنانچہ جب حیرہ کے علاقہ سے روانہ ہو کر عین التمر پہنچے تو وہاں خود کسریٰ کی ایک فوج سدراہ ہوئی عقبہ بن ابی ھلال التمری اس فوج کا سپہ سالار تھا حضرت خالد نے عقبہ

کو قتل کر کے اس کی فوج کو ہزیمت دی۔ وہاں سے آگے بڑھے تو ہذیل بن عمران کی زیر سیادت بنی تغلب کی ایک جماعت نے مبارزطلبی کی ہذیل مارا گیا اور اس کی جماعت کے بہت سے لوگ قید کر کے مدینہ روانہ کر دیئے گئے پھر یہاں سے انبار پہنچے اور انبار سے صحرا طے کر کے تدمر خیمہ زن ہوئے اہل تدمر نے بھی پہلے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا پھر مجبور ہو کر مصالحت کر لی تدمر سے گزر کر حوران آئے یہاں بھی سخت جنگ پیش آئی اسے فتح کر کے شام کی اسلامی مہم سے مل گئے اور متحدہ قوت سے بصریٰ، فحل اور اجنادین کو مسخر کر لیا اجنادین کی جنگ نہایت شدید تھی اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن انجام کار میدان ان ہی کے ہاتھ رہا اور جمادی الاول ۱۳ ہجری سے اجنادین ہمیشہ کے لیے اسلام کا زیر نگیں ہو گیا (تاریخ یعقوبی جلد دوم، ص ۱۵۱)

اجنادین سے بڑھ کر اسلامی فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کیا لیکن اس کے مفتوح ہونے سے پہلے ہی خلیفۂ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ عراق اور شام کی لشکر کشی کے علاوہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو توج روانہ کیا گیا انہوں نے توج مکران اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر لیا اسی طرح حضرت علاء بن حضرمی زارہ پر مامور ہوئے انہوں نے زارہ اور اس کے اطراف کو زیر نگیں کر کے اس قدر مال غنیمت مدینہ روانہ کیا کہ خلیفۂ اول نے اس میں سے مدینہ منورہ کے ہر خاص و عام مرد عورت اور شریف و غلام کو ایک ایک دینار تقسیم فرمایا۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم، ص ۱۵۱ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۵۳-۵۲ مطبوعہ لاہور)

جمع القرآن کی وجوہات

امام سیوطی بحوالہ بخاری شریف فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جنگ مسیلمہ کذاب کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے یاد فرمایا جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی

تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) مجھ سے کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو حفاظ کرام کے ساتھ ساتھ قرآن مجید بھی نہ اٹھ جائے (کہ وہ اب تک لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے) لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کو بھی جمع کر لیا جائے۔

میں نے ان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا تھا کہ بھلا میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی حیات طیبہ میں) نہیں کیا تو اس پر انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ واللہ یہ نیک کام ہے اس (کے کرنے) میں کوئی حرج نہیں ہے اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے یہاں تک کہ اس معاملہ میں مجھے شرح صدر ہوا (القا) اور میں سمجھ گیا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے زید! تم جوان اور دانشمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں اب تک متہم بھی نہیں ہوئے ہو (تم ثقہ ہو) علاوہ ازیں تم کاتب وحی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی رہ چکے ہو لہٰذا تم تلاش و جستجو سے قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرو۔"

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی عظیم کام تھا مجھ پر بہت ہی شاق تھا اگر خلیفہ رسول مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کو بھی اس کام کے مقابلہ میں ہلکا سمجھتا لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات وہ کام کس طرح کریں گے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرا یہ جواب سن کر یہی فرمایا کہ اس میں کچھ

حرج نہیں ہے مگر مجھے پھر بھی تامل رہا کہ میں خود کو اس عظیم کام کے انجام دینے کا اہل نہیں سمجھتا تھا) اور میں نے اس پر اصرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی سینہ کھول دیا (شرح صدر فرما دیا) اور اس امر عظیم کی اہمیت مجھ پر بھی واضح ہوگئی پھر میں نے تفحص اور تلاش کا کام جاری کیا اور کاغذ کے پرزوں، اونٹ اور بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں اور درختوں کے پتوں کو جن پر آیات قرآنی تحریر تھیں یکجا کیا اور پھر لوگوں کے حفظ کی مدد سے قرآن کریم کو جمع کیا سورۂ توبہ کی دو آیات لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ مجھے خذیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کہیں اور سے نہ مل سکیں (مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد بجا تھا کہ اگر حافظ قرآن اٹھ گئے تو قرآن بھی اٹھ جائے گا کہ یہ دو آیات مجھے خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کہیں سے دستیاب نہ ہوسکیں) اس طرح میں نے قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں رہا اور ان کی وفات پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ام المومنین) بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔"[1] اس کے بعد اس نسخہ کا کیا بنا؟ تفصیل آگے آرہی ہے۔

ابویعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ "قرآن مجید کے

---

[1] جب جمع قرآن کا کام شروع ہوا تو یہ شرط رکھی گئی کہ ایک ایک آیت پر کم از کم دو گواہ ضرور ہوں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھوایا تو آیات مقدسہ مندرجہ بالا سورۃ توبہ کا صرف ایک ہی گواہ مل سکا حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ: حضرت خذیمہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ہیں جنہوں نے ایک کافر تاجر کے خلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے دیکھے گواہی دی تھی اس نے حضور سے سودا کیا اور مکر گیا تھا اور کہتا تھا کہ سودے کا گواہ لاؤ حضرت خذیمہ سودے میں موجود نہ تھے مگر گواہی دے دی تو حضور علیہ السلام نے ان کی اس پختگی عقیدہ پر انہیں نوازتے ہوئے ان کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی دراصل یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کہ آپ کو معلوم تھا جب جمع قرآن ہوگا تو آیات مبارکہ سورۂ توبہ مندرجہ بالا کا یہ ایک صحابی ہی گواہ مل سکے گا تو ان کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دے کر مسئلہ جمع قرآن اور علم غیب حل فرما دیا۔

سلسلہ میں سب سے زیادہ اجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کہ سب سے اول آپ ہی نے اس کو کتابی صورت میں جمع کیا۔"

(تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو شمس بریلوی ص ۱۴۳-۱۴۲ مطبوعہ کراچی)

خلافت صدیقی اور جمع قرآن کریم کا عظیم کارنامہ

علامہ سید معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ

مدعیان نبوت و مرتدین اسلام کے مقابلہ میں بہت سے حفاظ کرام شہید ہوئے خصوصاً یمامہ کی خونریز جنگ میں اس قدر صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کام آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہو گیا کہ اگر صحابہ کرام کی شہادتوں کا یہی سلسلہ قائم رہا تو قرآن کریم کا بہت سارا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لیے انہوں نے خلیفۂ اول سے قرآن شریف کے جمع و ترتیب کی تحریک کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلے عذر ہوا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے اس کو میں کس طرح کروں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کام اچھا ہے اور ان کے بار بار اصرار سے حضرت

۱؎ عصر حاضر میں بدعت بدعت کہہ کر ہر نیک کام کو روکا جاتا ہے جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہی عذر پیش کیا تھا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا (وہ کام کرنا بدعت ہے) وہ میں کیسے کروں؟ مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ کام اچھا ہے" تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے تسلیم کیا جس سے ثابت ہوا کہ اگر ایسا کوئی کام جو اچھا ہو اور بالفرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ بھی فرمایا ہو تو اسے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کبھی بھی جمع قرآن کا کام نہ ہونے دیتے ایسے ہی عصر حاضر میں ہر وہ اچھا کام جس سے دین کی اشاعت ہوتی ہو یا لوگ اس کی وجہ سے دین کی طرف راغب ہوتے ہوں کر لینے میں کوئی حرج نہیں اسے بدعت قرار دے کر منع کرنا جہالت ہے جمع قرآن کا کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا تھا بعد میں ہوا قرآن کریم پر اعراب بعد میں لگے اس کے رکوع پاروں وغیرہ اور سورتوں کے ناموں کا اجراء حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ہوا یہ سب کچھ بدعت حسنہ ہے جو آج بھی رائج ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت رائج رہے گی مگر بدعت سے روکنے والے اس بدعت کو نہ روک سکے نہ روک سکیں گے اسی طرح فاتحہ و اعراس بزرگان دین اور محافل میلاد، گیارہویں شریف وغیرہ وغیرہ وہ کام ہیں جن کو بدعت کہہ کر روکا جاتا ہے حالانکہ ان پروگراموں کی وجہ سے دین کی اشاعت ہوتی ہے لوگ کشاں کشاں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی یہ بات آ گئی چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو عہد نبوت میں کاتب وحی تھے قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم دیا پہلے ان کو بھی اس کام میں عذر رہا لیکن پھر اس کی مصلحت سمجھ میں آ گئی اور نہایت کوشش و احتیاط کے ساتھ تمام متفرق اجزاء کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کیا۔

(بخاری شریف جلد نمبر ۲، ص ۷۴۵)

(سیرت خلفاء راشدین ص ۴۶ از شاہ معین الدین ندوی مطبوعہ لاہور)

علامہ حافظ ابن حجر شارح بخاری کہتے ہیں کہ

قد اعلم الله تعالیٰ فی القرآن بانه مجموع فی الصحف فی قوله "يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ (الآیۃ) و کان القرآن مکتوبا فی الصحف ولکن کانت متفرقة فجمعها ابو بکر فی مکان واحد (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد نمبر ۹، ص ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے قول يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البینہ) میں بیان فرمایا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے قرآن مجید صحائف میں لکھا ہوا ضرور تھا لیکن متفرق تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ جمع فرمایا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان کو لکھوایا تھا جو متفرق تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ایک کتابی صورت میں جمع کروایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کے ان متفرق اجزاء کو ایک جگہ جمع کریں چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے ان متفرق اجزاء کو محنت شاقہ سے ایک جگہ جمع کیا اور کتابی صورت میں مدون فرما دیا اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت

(بقیہ حاشیہ) دین کی باتیں سننے دور دراز سے ان محافل میں بڑے شوق سے حاضر ہوتے ہیں لہٰذا یہ سب جائز ہیں ان کو بدعت کہہ کر رد کرنے والے جمع قرآن کی مندرجہ بالا روایت اور تراویح کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ "نعمت البدعة هذه" کا بغور مطالعہ کریں اور کار خیر کو روکنے کے جرم شدید سے توبہ کریں۔ ۱۲
فقیر محمد مقبول احمد سرور

کے دور میں اس کو متعدد نسخوں میں نقل کروا کے دوسرے شہروں میں بھیجا۔ ابن حجر مزید فرماتے ہیں کہ

کانت بعهده محفوظة الیٰ ان امر عثمان بالنسخ منها عدة مصاحف وارسل بها الی الامصار (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد نمبر ۹، ص ۱۰)

پھر ان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے بعد (قرآن مجید) محفوظ رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے متعدد نسخے نقل کروا کے دوسرے شہروں میں بھیجے۔

یہ تمام کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک پایۂ تکمیل کو پہنچا تو عہد نبوت کے بعد تکمیل پذیر ہوا کیا اسے بھی بدعت کہا جائے گا کیونکہ عہد نبوت میں اس کی یہ صورت نہ تھی بعد میں ہوئی۔

خلافت صدیقی کے دیگر سنہری کارناموں کا مختصر تذکرہ

یوں تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام زیست مبارکہ اخلاص فی الدین کے کارناموں سے عبارت ہے مگر آپ نے اپنی خلافت کے دور میں صرف سوا دو برس کی قلیل ترین مدت میں ایسے سنہری کارنامے سرانجام دیئے اور اس قسم کے اصول قوم کو عطا فرمائے کہ قوم رہتی دنیا تک ان سے مستفیض و مستفید ہوتی رہے گی آپ نے اپنی مساعی جمیلہ کے جو لازوال نقش و نگار چھوڑے وہ قیامت تک محو نہیں ہو سکتے حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو جس نے دوبارہ زندہ کیا اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ یہی ذات گرامی ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے خداداد علم غیب سے جانتے ہوئے پہلے ہی) فرما دیا تھا کہ

''(ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا شکریہ ادا کرنا میری امت پر واجب ہے۔''

(الصواعق المحرقہ)

علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ

''اس میں شک نہیں کہ خلیفۂ دوم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بڑے بڑے کام انجام پائے مہمات امور کا فیصلہ ہوا یہاں تک کہ روم اور ایران کے دفتر الٹ دیئے گئے تاہم اس کی داغ بیل کس نے ڈالی؟ ملک میں یہ اولوالعزمانہ روح کب پیدا ہوئی؟ خلافت الٰہیہ کی ترتیب و تنظیم کا سنگ بنیاد کس نے رکھا؟ اور سب سے زیادہ یہ کہ خود اسلام کو گرداب و فنا سے کس نے بچایا؟

یقیناً ان تمام سوالات کے جواب میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہی لیا جا سکتا ہے اور دراصل وہ ہی اس کے مستحق ہیں اس لیے اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کون سی داغ بیل تھی جس پر عہد فاروقی میں اسلام کی رفیع الشان عمارت تعمیر کی گئی۔

(سیرت خلفاء راشدین ص ۵۷ مطبوعہ لاہور)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ سنہری کارنامے درج ذیل ہیں۔

نظام خلافت و شوریٰ

اسلام میں خلافت یا جمہوری حکومت کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈالی چنانچہ خود آپ کا انتخاب بھی جمہور کے انتخاب سے ہوا تھا آپ نے کبھی کوئی کام بغیر مشاورت اہل حل وعقد نہ فرمایا چنانچہ امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ

''جب کوئی امر پیش آتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل الرائے اور فقہاء صحابہ سے مشاورت فرماتے اور مہاجرین و انصار میں سے چند ممتاز لوگ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت معاذ ابن جبل، حضرت ابی ابن کعب اور حضرت زید ابن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلاتے تھے یہ سب حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مفتی (فتویٰ دینے والے) بھی تھے۔[1]

---

[1] ان ابابکر الصدیق کان اذا نزل به امر یرید فیه مشاورة اهل الرای و اهل الفقه ودعا رجالا من المهاجرین والانصار دعا عمر و عثمان و علیا و عبدالرحمن بن عوف و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و زید بن ثابت کل هؤلاء یفتی فی خلافة ابی بکر (طبقات ابن سعد قسم ثانی جزء ثانی ص ۱۰۹)

سلطنت کے نظم ونسق کا اہتمام

ملک ومملکت کوسلامتی کی جانب گامزن کرنے کے لیے اس کے نظم ونسق کو بہترین اصولوں پر قائم کرنا، عہدوں کی تقسیم اور عہدیداروں کا صحیح انتخاب سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اسی کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرب کو متعدد صوبوں اور ضلعوں پر تقسیم فرمایا چنانچہ مکہ، مدینہ، طائف، صنعاء نجران، حضرموت، بحرین اور دومۃ الجندل وغیرہ علیحدہ علیحدہ صوبے تھے۔ (تاریخ طبری ص ۲۱۳۶ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۵۹)

ہر صوبہ میں ایک عامل ہوتا تھا جو ہر قسم کے فرائض انجام دیتا تھا البتہ خاص دارالخلافہ میں تقریباً اکثر صیغوں کے الگ الگ عہدہ دار مقرر کیے گئے تھے مثلاً حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کی سپہ سالاری سے پہلے افسر مال تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضی تھے اور حضرت عثمان غنی وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما دربار خلافت کے کاتب تھے۔ (تاریخ طبری ص ۲۱۳۵)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق آپ ہی کی طرح) مکہ میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، طائف میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، صنعا میں مہاجر بن امیہ، حضرموت میں زیاد بن لبید اور بحرین میں علاء بن حضرمی کو مامور فرمایا ان علاقوں میں یہی حضرات (رضی اللہ عنہم) اس سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہی امور انجام دیتے تھے۔ (تاریخ طبری ص ۲۰۸۳)

آپ جسے ذمہ داری سونپتے اسے اس ذمہ داری سے متعلق نہایت مفید پند ونصائح فرماتے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ طبری ص ۲۰۸۳ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱، ص ۶)

حکام کی نگرانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگرچہ فطرتی طور پر انتہائی خلیق، رقیق القلب اور شفیق ومہربان تھے مگر بایں ہمہ حکام کی نگرانی میں یہ رویہ (چونکہ ملکی نظم ونسق کے لیے بہتر

نہ تھا اس لیے) نہ اپنایا اور اکثر موقعوں پر تشدد، احتساب اور نکتہ چینی سے کام لینا پڑا ذاتی معاملات میں رفق و ملاطفت ان کا خاص شیوہ تھا لیکن انتظام و مذہب میں اس قسم کی مداہنت کو کبھی روا نہ رکھتے تھے چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہو جاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے جنگ یمامہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مجاعہ حنفی کی لڑکی سے شادی کا واقعہ اور اس پر آپ کا اظہار برہمی فرماتے ہوئے یہ کہنا کہ

''تمہارے خیمہ کی طناب کے پاس مسلمانوں کا خون بہ رہا ہے اور تم عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو۔''[1]

اسی طرح منکر زکوٰۃ مالک بن نویرہ کو قبل از فہمائش خالد کا قتل کر دینا (جبکہ اس کا تائب ہونا ظاہر کیا گیا تھا حالانکہ فی الواقعہ ایسا نہ تھا) اور یہ ظاہر کیا جانا کہ خالد نے ذاتی عداوت کی بناء پر اسے قتل کیا ہے دربار خلافت میں مالک بن نویرہ کے بھائی کی شکایت کا پہنچنا اور اس غلطی پر حضرت خالد بن الولید کا مورد عتاب ہونا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی (حکام کی) نگرانی کی بہترین مثالیں ہیں۔ اس عتاب کے بعد بھی چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں کوئی اور نہ تھا اس لیے انہیں ہی اپنے عہدہ پر برقرار رکھا گیا۔ (تاریخ یعقوبی جلد دوم، ص ۱۴۹)

علاوہ ازیں نظام تعزیر و حدود، مالی انتظامات، فوجی نظام، فوج کی اخلاقی تربیت، سامان جنگ کی فراہمی، فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ، خدمت حدیث، محکمہ افتاء، نظام اشاعت اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایفاء عہد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال اور ذمی رعایا کے حقوق، جزیہ و ٹیکس کا نظام، بیت المال کا قیام سب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ کے سنہری کارنامے ہیں۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

---

[1] تتوثب علی النساء وعند اطناب بیتک دماء المسلمین (تاریخ یعقوبی جلد دوم، ص ۱۴۸)

اسد الغابہ، الاستیعاب، کتاب الخراج، طبقات ابن سعد، بخاری شریف، تاریخ یعقوبی، تذکرۃ الحفاظ، کنز العمال، تاریخ الخلفاء، تاریخ طبری، فتوح البلدان، الترغیب و الترہیب، ابوداؤد کتاب الحدود، مسند احمد بن حنبل وغیرہ۔

ہم نے اس کی تفصیل طوالت کے خوف سے بیان نہیں کی کیونکہ ان تفاصیل کے لیے دفتروں کے دفتر درکار ہیں اور اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

فوجی چھاؤنیوں کا بذات خود معائنہ فرماتے' سامان جنگ خود اپنی نگرانی میں فراہم فرماتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان فرمایا کرتے کہ اگر کسی نے حضور علیہ السلام سے کچھ لینا ہو (مثلاً قرض دیا ہو اور واپس لینا ہو) تو میرے پاس آئے میں لوٹاؤں گا: حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات اور آل پاک کے ماہانہ وظائف کا تقرر دیگر ان صورتوں کو بحال رکھنا جو عہد نبوی میں موجود تھیں اور اسی طرح سے ہر کام سرانجام دینا آپ کے فرائض خلافت میں شامل تھا۔

غریبوں کے لیے وسائل مہیا کرنا، ناداروں کی مدد کرنا، بیواؤں کے کام کاج کرنا، ان کی بکریوں کا دودھ دوہنا خلافت ملنے کے بعد بھی آپ کا معمول تھا بالکل ایسے ہی جیسے خلافت سے پہلے تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کئی مرتبہ کسی غریب نادار، مفلس یا کمزور کے کام آنے کے لیے کوشش کرتا اور جب اس مطلوب تک پہنچتا تو مجھ سے قبل ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ کام انجام دے چکے ہوتے تھے حتیٰ کہ جنگلات میں جہاں پہنچنا بہت مشکل ہوتا وہاں پر بھی تلاش کر کے ان لوگوں کو ضرورت کی اشیاء پہنچانا جس کو میسر نہیں اور ان کا کوئی پہنچانے والا بھی نہیں حتیٰ کہ جنگل میں ایسے عمر رسیدہ کو روزانہ جا کر چبا چبا کر کھانا اس کے منہ میں ڈالنا کہ (اس کے دانت نہ تھے کہ وہ چباتا) یہ کھانا کھالے یہ عہد خلافت کے دوران کے واقعات ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

مختلف ذرائع سے جو رقم آتی اسی وقت تقسیم کر دی جاتی تھی چنانچہ آپ نے پہلے

سال ہر ایک آزاد غلام مرد عورت ادنیٰ و اعلیٰ کو بلا تفریق دس دس درہم عطا کیے دوسرے سال آمدن زیادہ ہوئی تو بیس بیس درہم مرحمت فرمائے ایک شخص نے اس مساوات پر اعتراض کیا تو فرمایا فضل و منقبت اور چیز ہے اس کا رزق کی کمی بیشی سے کیا تعلق۔ (طبقات ابن سعد قسم اول، جلد نمبر ۳، ص ۱۵۱)

اخیر عہد حکومت میں ایک بیت المال تعمیر کروایا لیکن اس میں کبھی کسی بڑی رقم کے جمع کرنے کا موقع نہ آیا اس لیے بیت المال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا ایک مرتبہ کسی نے کہا: اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ بیت المال کی حفاظت کے لیے کوئی محافظ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ فرمایا: اس کی حفاظت کے لیے ایک قفل کافی ہے۔ (طبقات)

خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مقام سخ میں بیت المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک درہم برآمد ہوا لوگوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے (حضرت ابوبکر پر رحم کرے) اور بیت المال کے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا؟ اس نے کہا دو لاکھ دینار۔

(طبقات ابن سعد قسم اول، جلد نمبر ۳، ص ۱۵۱)

عہد نبوت کی طرح عہد صدیقی میں بھی جب لڑائی میں فوج کی ضرورت پیش آتی تو صحابہ کرام از خود علم جہاد کے نیچے جمع ہو جاتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نظام میں یہ اضافہ فرمایا کہ جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو اس کو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے الگ الگ افسر مقرر فرما دیتے چنانچہ شام کی طرف جو فوج روانہ ہوئی اس میں اسی طریقہ پر عمل کیا گیا تھا یعنی قومی حیثیت سے تمام قبائل کے افسر اور ان کے جھنڈے الگ الگ تھے امیر الامرا (کمانڈر انچیف) کا نیا عہدہ بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے اور سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس عہدہ پر مامور ہوئے۔ (فتوح البلدان ص ۱۱۵)

جب کبھی فوج کسی مہم پر روانہ ہوئی تو خود دور تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ مشایعت فرمائی اور ساتھ ساتھ پیدل چلے اور امیر عسکر کو زرین نصائح کے بعد رخصت فرمایا۔

مختلف ذرائع سے جو آمدن ہوتی تھی اس کا ایک معقول حصہ سامان بار برداری اور اسلحہ کی خریداری پر صرف فرماتے اس کے علاوہ قرآن کریم نے مال غنیمت میں خدا، رسول اور ذی القربیٰ کے جو حصے قرار دیئے آپ نے ان کو فوجی مصارف کے لیے مخصوص کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضروری مصارف کے بعد اس کو اسی کام میں لگاتے تھے۔ (کتاب الخراج ص ۱۲ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۶۵)

عہد نبوت میں جن غیر مذاہب کے پیروؤں کو اسلامی ممالک محروسہ میں پناہ دی گئی تھی اور عہد ناموں کے ذریعہ سے ان کے حقوق متعین کر دیئے گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ان کو قائم رکھا بلکہ اپنے مہر و دستخط سے پھر ان کی توثیق فرمائی اسی طرح خود ان کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ (کتاب الخراج)

اولیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صاحب تاریخ الخلفاء حضرت سیوطی، علامہ محب طبری اور امام ابن حجر مکی نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ ہیں جو سب سے اول اسلام لائے آپ ہی نے سب سے اول قرآن مجید کو جمع فرمایا آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو خلیفہ کہہ کر پکارے گئے۔

امام ابی بکر احمد بن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "یا خلیفۃ اللہ" کہہ کر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا کہ

"میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں (خلیفۃ الرسول ہوں) اور مجھے یہی پسند ہے۔"

آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو اپنے والد ماجد کی حیات میں خلیفہ ہوئے اور آپ ہی وہ اول خلیفہ ہیں کہ ان کی رعیت نے ان کا وظیفہ مقرر کیا۔

بخاری میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"میری قوم جانتی ہے کہ اب میں امور خلافت میں مشغول رہتا ہوں اور اس کے باعث میں صنعت وحرفت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اپنے عیال کے لیے نفقہ فراہم نہیں کر سکتا پس اب ابوبکر کے اہل وعیال اس بیت المال ہی سے کھائیں گے۔"

ابن سعد عطاء بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) بیعت خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار (بغرض تجارت) جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں (بغرض تجارت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب آپ یہ کام چھوڑ دیجئے اب آپ لوگوں کے خلیفہ (امیر) ہو گئے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کام چھوڑ دوں تو پھر میرے اہل وعیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ واپس چلیے اور آپ کے واسطے یہ کام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کریں گے پھر یہ دونوں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ (بن الجراح) کے پاس تشریف لائے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل وعیال کے واسطے ایک اوسط درجہ کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کر کے روزانہ کی خوراک اور موسم سرما اور گرما کا لباس مہیا کیجئے لیکن اس طرح کہ جب پھٹ جائے تو واپس لے کر نیا اس کے عوض دے دیا جائے۔ (تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو شمس بریلوی ص ۱۴۲-۱۴۳ مطبوعہ کراچی)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قناعت

ان حضرات نے ان کے لیے آدھی بکری کا گوشت، تن ڈھانپنے کے لائق کپڑا اور

پیٹ بھر روٹی مقرر کر دی۔ ابن سعد میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ کا سالانہ وظیفہ دو ہزار درہم مقرر ہوا اس پر آپ نے فرمایا میرے گھر کے لوگ زیادہ ہیں اس قلیل وظیفہ میں گزر اوقات نہیں ہو سکتی اور مجھے تم نے اشغال خلافت کے باعث تجارت کرنے سے بھی روک دیا ہے لہٰذا اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہئے چنانچہ اس میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا گیا۔

(تاریخ الخلفاء ترجمہ اردو شمس بریلوی ص ۱۴۴)

طبرانی نے اپنی مسند میں حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا پیالہ جس میں کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں یہ سب بیت المال سے لیا گیا ہے ہم ان سے اسی وقت تک نفع اندوز ہو سکتے تھے جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت انجام دیتا تھا جس وقت میں وفات پا جاؤں تو یہ تمام سامان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دینا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ تمام چیزیں ان کو (ارشاد کے مطابق) واپس کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (چیزیں واپس پا کر) فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے کہ انہوں نے یہ تمام تکالیف میری وجہ سے اٹھائی ہیں۔"

ابن ابی الدنیا، ابوبکر بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! میں اگرچہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا مگر میں نے اس منصب سے روپے پیسے کا فائدہ کبھی حاصل نہیں کیا سوائے اس کے کہ معمولی طریقہ پر کھایا اور پہن لیا اب میرے پاس سوائے ایک حبشی غلام، اس پانی کھینچنے والی اونٹنی اور اس پرانی چادر کے بیت المال میں سے کوئی چیز نہیں ہے

میری وفات کے بعد تم ان سب چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۴۴-۱۴۵)

آپ وہی اول فرد ہیں جنہوں نے بیت المال قائم کیا ابن سعد، سہل بن خشیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال ایک سخ میں تھا اور اس پر کوئی نگہبان مقرر نہیں تھا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بیت المال پر نگہبان کیوں مقرر نہیں فرماتے آپ نے فرمایا جب اس پر قفل لگا رہتا ہے تو چوکیدار یا نگہبان کی کیا ضرورت ہے حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ جو مال غنیمت آتا تھا سب کا سب مسلمانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور بیت المال اسی طرح خالی رہتا تھا ایک سال کے بعد بیت المال آپ نے اپنے گھر پر منتقل کر لیا جس وقت مال آتا تھا تو آپ فقراء و مساکین پر برابر تقسیم فرما دیا کرتے تھے یا کبھی اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خرید کر مجاہدین کو فی سبیل اللہ عنایت فرماتے تھے ایک بار آپ نے بادیہ میں تیار کی ہوئی کچھ چادریں خریدیں اور ان کو مدینہ منورہ کی بیواؤں میں تقسیم کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۵)

جس وقت آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا تو آپ کی تدفین کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند اکابرین صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو جن میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور حضرت عثمان ابن عفان بھی شامل تھے اپنے ساتھ لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے (قائم کردہ) بیت المال میں تشریف لے جا کر اس کا جائزہ لیا تو وہاں سوائے خدا کے نام کے کچھ موجود نہ تھا (وہ بالکل خالی تھا)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۵ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

اسی قول کی بنا پر عسکری نے یہ کہا ہے کہ اول وہ شخص جس نے بیت المال مقرر کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال نہیں تھا لیکن میں (علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ) نے اس قول کی اپنی کتاب (تاریخ الخلفاء) میں تردید کی ہے اس لیے کہ یہی

قائل یعنی عسکری ایک اور موقع پر کہتے ہیں کہ اول وہ شخص جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیت المال کے منتظم اور مہتمم مقرر ہوئے وہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۴۵-۱۴۶)

حاکم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیات میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اول اسلام میں عتیق کے لقب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ملقب ہوئے اور کوئی دوسرا نہیں ہوا۔

بخاری اور مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ بحرین سے مال غنیمت کی آمد پر میں تمہیں بہت کچھ دوں گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحرین سے مال غنیمت آیا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کسی کا قرض ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہو وہ میرے پاس آئے چنانچہ میں (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مذکورہ وعدہ سے آگاہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مال سے لے لو چنانچہ میں نے کچھ روپے اس میں سے اٹھا لیے جب ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ہزار مزید عطا فرمائے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۶ مطبوعہ کراچی)

خلیفۂ اول کی عاجزی و انکساری اور خدمت خلق

امام اجل حافظ الحدیث حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ

ابن عساکر نے انیسہ سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ تین سال تک خلیفہ ہونے سے پہلے اور ایک سال خلیفہ ہونے کے بعد ہماری بستی میں رہے (آپ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ) جب محلہ اور بستی کی لڑکیاں اپنی بکریاں (دودھ دوہنے کے لیے) آپ کے پاس لاتیں تو آپ ان سب کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

میمون بن مہران کی روایت سے امام احمد نے زہد میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے "السلام عليك يا خليفة رسول الله" کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلامتی ہو۔ آپ نے فرمایا تمہیں "السلام عليكم" کہنا چاہئے تھا (کہ تم تمام مسلمانوں پر سلامتی ہو)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۶ مطبوعہ کراچی)

ابن عساکر نے ابوصالح غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک نابینا عجوزہ (بڑھیا) کا جو مدینہ کے قرب و جوار میں رہتی تھی رات کو پانی بھر دیا کرتے اور دوسرے تمام کام بھی کر دیا کرتے تھے اور اس کی پوری پوری خبر گیری کرتے تھے۔

ایک روز جب آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے تو اس کے روزمرہ کے تمام کام نپٹے ہوئے پائے اور پھر تو روزانہ کا یہ معمول ہو گیا کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے اس کے تمام کام کوئی شخص کر جایا کرتا تھا اس بات سے آپ کو بہت حیرت ہوئی تو آپ اس کی ٹوہ میں لگ گئے ایک دن دیکھ لیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آپ امیر المؤمنین اور خلیفۃ الرسول تھے۔

آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "اپنی جان کی قسم! یہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا؟" (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۶-۱۴۷ مطبوعہ کراچی)

ابو نعیم وغیرہ نے عبدالرحمٰن اصبہانی سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ (جو ابھی صغیر سن تھے) آ گئے اور کہنے لگے "میرے نانا جان کے منبر سے اتر آیئے" حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم سچ کہتے ہو یہ منبر تمہارے نانا جان ہی کا ہے یہ کہہ کر آپ نے انہیں گود میں اٹھالیا اور اشکبار ہو گئے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۷ مطبوعہ کراچی)

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اسلام میں جو سب سے پہلا حج ہوا اس میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (امیر الحج) بنا کر بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے بعد حج ادا فرمایا۔

(اسی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بجائے خود (حج پر) تشریف لے جانے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اولاً بھیجا اور اس کے بعد آپ نے حج ادا فرمایا۔[1]

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۴۷ مطبوعہ کراچی)

بہت سی کتب میں یہ درج ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہیا کرے گا اور ہمارے کام کاج کون کیا کرے گا؟

آپ تک جب یہ اطلاعات پہنچیں تو آپ نے فرمایا: میں ہی حسب سابق یہ تمام کام سرانجام دیا کروں گا چنانچہ آپ یہ امور بھی سرانجام دیتے رہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ''اعلم الناس'' تھے

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو امیر الحج مقرر فرمانا آپ کی خلافت کی طرف دقیق اشارہ تھا ایسے ہی جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنانا ان کی خلافت کی طرف مشیر تھا چنانچہ اسی ترتیب سے خلافت معرض وجود میں آئی پہلے صدیق اکبر اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلیفہ بنائے گئے۔ (۲ فقیر محمد جنبول احمد سرور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے (اپنے ایک) بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ (اس) دنیا میں رہنے کو پسند کرے یا اس کو جو کچھ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (اللہ تعالیٰ کی ملاقات یعنی وفات کو پسند کرے) پس اس بندے نے اس کو پسند کیا جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (یعنی وفات کو پسند کر لیا)''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رونے لگے ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں (کہ وہ وفات پا جائے گا اور یہ رو رہے ہیں) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ عالم تھے۔[1]

یعنی ہم نے سمجھا کہ کسی عام بندے کی خبر دی جا رہی ہے کہ وہ اب وفات پا جائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اپنی وفات کی خبر ارشاد فرما رہے تھے جسے ہم نہ سمجھ سکے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً سمجھ گئے اور رونے لگے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (تھوڑے ہی عرصہ کے بعد) وفات پا گئے تو ہمیں پتا چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کو سمجھ چکے تھے اور آپ کی مفارقت میں گریہ فرما رہے تھے۔

یہ ہیں مزاج شناس مصطفیٰ اور ہم سب سے زیادہ علم رکھنے والے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اجل و اعلم

---

[1] عن ابی سعید الخدری قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس و قال ان اللہ خیر عبداً بین الدنیا و بین ماعندہ فاختار ذلک العبد ما عند اللہ قال فبکی ابوبکر فعجبنا لبکائہ ان یخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عبد خیر فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو المخیر و کان ابوبکر ھو اعلمنا (بخاری شریف جلد اول، ص ۵۱۶)

صحابہ کرام کی موجودگی کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی نماز میں امامت فرمانے کا ارشاد فرمایا۔

معیار امامت حدیث نبوی سے اور امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صاحب مشکوٰۃ حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے بڑا قاری ہو اگر قاری ہونے میں سب لوگ برابر ہوں تو وہ شخص جو سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو اگر سنت کا عالم ہونے میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص جو ہجرت میں مقدم ہو اور اگر ہجرت کرنے میں سب مقدم ہوں تو پھر وہ شخص امامت کرے جو عمر میں سب سے زیادہ ہو"۔[1]

جب نبی کریم علیہ السلام نے خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمایا تو گویا کہ یہ امر پکا فرما دیا کہ سب سے بڑا قاری قرآن، سنت کا عالم، ہجرت میں مقدم اور سن رسیدہ میرا یار ابوبکر ہے اسے ہی امام ہونا چاہئے۔

اسی افضلیت کے معیار کو سامنے رکھ کر مولائے کائنات تاجدار ھل اتی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں بھی بہ ثبات ہوش و حواس وہاں موجود تھا پس ہم اپنے دنیاوی معاملات میں بھی ان کی قیادت پر راضی ہو گئے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے بارے ان کی

---

[1] وعن ابی مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرأهم لكتاب اللہ تعالیٰ فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سناً (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰)

امامت پر رضامندی کا اظہار فرمایا تھا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ

"علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کی صلاحیت و اہلیت میں مشہور و معروف تھے۔" (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اس ہستی کی خلافت کو تسلیم فرمایا جسے ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بنایا تھا۔

احمد، ابوداؤد (وغیرہ) نے سہل ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بنی عمرو اور بنی عوف میں جھگڑا ہو گیا اس کی اطلاع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی اطلاع ملنے پر آپ ظہر کے بعد وہاں تشریف لے گئے تا کہ ان میں صلح صفائی کرا دیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! اگر نماز کے وقت تک میں واپس نہ آ سکوں تو ابوبکر سے کہنا وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔

چنانچہ نماز عصر کا وقت ہو گیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حسب ارشاد نبوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ابوبکر کی موجودگی میں وہ امامت کروائے۔

حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے اعلم الناس ہونے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہت شاندار دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے راوی حضرت سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

آسمان پر اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ زمین میں غلطی کریں (الحدیث)

''بے شک اللہ تعالیٰ آسمان پر اسے پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ زمین میں غلطی کریں۔'' (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ اردو جلد اول، ص ۲۷۶)

مزید ایک روایت میں حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو اپنے اصحاب سے مشورہ کیا جن میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت اسید بن حضیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مشورہ نہ مانگتے تو ہم بات نہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اس مسئلہ میں تمہاری طرح مجھ پر بھی وحی نہیں آئی پس لوگوں نے گفتگو کی اور ہر شخص نے اپنی رائے پیش کی آپ نے فرمایا: اے معاذ تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے آسمان کے اوپر ناپسند کرتا ہے کہ ابو بکر غلطی کرے'' یا فرمایا کہ ''ابو بکر سے غلطی ہو۔''

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ اردو جلد اول، ص ۲۷۷ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

تو جب اللہ تعالیٰ کی مشیت، یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہ ہو تو اس نے پھر ایسا علم عطا فرمایا ہی ہوگا جس کی وجہ سے وہ غلطی نہ کرتے ہوں اور کسی صحابی کے پاس ایسا علم نہیں ہے لہٰذا آپ ان سب سے زیادہ عالم ''اعلم الناس'' ہیں۔

اس سے آپ کی افضلیت، اعلمیت اور خلافت کے لیے اہلیت ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے اس خداداد علم سے جو غلطیوں سے پاک ہے جو جو فیصلے بھی

فرمائے قطعی اور یقینی طور پر درست ہیں۔

لشکر اسامہ کو باوجود دیگر صحابہ کرام کے اختلاف کے روانہ فرمانا، مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا، مرتدین کی سرکوبی کرنا، منکرین ختم نبوت کو یا محمداہ کی دل شگاف نداؤں کے سایہ میں تہ تیغ فرمانا، استخلاف حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تمام کے تمام بالکل درست اقدامات تھے۔

نبی اکرم علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کروانا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، سقیفہ بنی ساعدہ میں حکمت آمیز گفتگو فرمانا اور پھر یہ وصیت کرنا کہ میرا جنازہ در رسول پر لے جانا اور اندر دفن ہونے کی اجازت مانگنا (حیات النبی کا عقیدہ) قطعی اور یقینی طور پر ٹھیک تھا کیونکہ بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غلطی کو آسمان والا رب تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور وہ اعلم الناس ہیں۔[1]

روایت حدیث وتفسیر القرآن میں آپ کی احتیاط

اس قدر علم اور اعلم الناس ہونے کے باوجود آپ نے بہت کم احادیث مبارکہ روایت فرمائیں اور بہت کم تفسیر قرآن فرمائی اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ آپ کو روایت حدیث وتفسیر قرآن کرنے کا موقع بہت ہی کم ملا کیونکہ آپ کی مدت خلافت بہت کم عرصہ ہے اور اس میں اور بھی کثیر جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روایت حدیث اور تفسیر القرآن فرماتے جبکہ بعد میں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو یہ درس قرآن وحدیث عام ہوتا گیا باقاعدہ مجالس قائم ہوئیں اور ان صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ان کے بے شمار شاگرد (تابعین کرام رحمہم اللہ) ان سے روایت حدیث اور تفسیر قرآن کریم اخذ فرماتے اس طرح یہ سلسلہ روز بروز فزوں تر ہوتا چلا گیا اور دیگر صحابہ کرام سے روایت حدیث وتفسیر القرآن کا اخذ زیادہ وجود میں آیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے دور میں اس قسم کے فتنے رونما نہیں ہوئے جو بعد کے

---

[1] یعنی کہ ان سے غلطی سرزد ہو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے لہٰذا ان سے غلطی نہیں سرزد ہوتی۔

ادوار میں ہوئے تو بعد میں شخصیات کے فضائل کی احادیث منظر عام پر لانے کی ضرورت پیش آتی رہی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فضائل کی روایات بیان کرتے چلے گئے اس کے نتیجہ میں سب سے زیادہ روایات حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور خلافت میں انہی کے فضائل کی سامنے آئیں بخلاف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چونکہ اس قسم کے فتنے ان کے دور میں رونما نہ ہوئے تھے کہ جن کی وجہ سے ان کے فضائل کی احادیث بکثرت بیان ہوتیں۔ اس طرح ان کی اپنی بیان کردہ احادیث کے ساتھ ساتھ ان کے فضائل کی احادیث بھی قلیل ملتی ہیں اور مولائے کائنات کی روایات اور ان کے فضائل کی احادیث بکثرت موجود ہیں۔ محدثین کے نزدیک بنو امیہ کے دور میں وضع حدیث کا جو سلسلہ چلا اس کی وجہ سے طرفین نے بہت احادیث وضع کیں اور اپنے اپنے ممدوح کے متعلق موضوع احادیث کا انبار لگا دیا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت حدیث کرنے میں بہت محتاط تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس لیے حدیث بیان نہیں کرتا کہ کہیں ایسے الفاظ مجھ سے ادا نہ ہو جائیں جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائے ہوں اگرچہ ان الفاظ کے ہم معنیٰ الفاظ بول کر معنیٰ روایت کی جاسکتی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ الفاظ بھی وہی ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے۔

مرویات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

امام نووی نے شرح تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴۲ ایک سو بیالیس احادیث مبارکہ روایت کی ہیں اس قلت روایت کا سبب باوجود اس کے کہ آپ کو صحبت نبوی میں تقدم کا شرف حاصل ہے یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم مدت بقید حیات رہے دوسرے یہ کہ اس وقت تک احادیث کا بہت زیادہ چرچا نہیں تھا (صحابہ کرام کی کثیر تعداد موجود تھی ہر معاملہ اور مسئلہ پر وہ اپنا مشاہدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان فرما دیتے)

احادیث مبارکہ کی سماعت، ان کا حفظ اور ان کو دوسروں سے حاصل کرنے کا کام تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مسعود میں بہت زیادہ کوششوں کے ساتھ جاری و ساری ہوا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ

اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں کہ بیعت کے قضیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اس موقع پر انصار (کی فضیلت میں) کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ تمام احادیث بیان فرمائی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ جو کچھ قرآن پاک میں انصار کے بارے نازل ہوا تھا وہ بھی ارشاد فرمایا تھا یہ اس بات کی ایک کھلی اور واضح دلیل ہے کہ آپ سنت کے سب سے زیادہ جاننے والے اور وسعت معلومات کے اعتبار سے قرآن مجید کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۵۴ مطبوعہ کراچی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والے مشاہیر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والوں میں حضرت عمر الفاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمرو بن العاص، حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید ابن ثابت، حضرت براءؓ ابن عازب، حضرت ابوہریرہ، حضرت عقبہ بن الحارث، حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر، حضرت زید ابن ارقم، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عقبہ بن عامر الجہنی، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوبرزہ بن سلمی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوطفیل اللیثی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت بلال رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور

آپ کی صاحبزادیاں حضرت عائشہ و حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما (صحابہ کرام ہیں) اور تابعین کرام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم، حضرت واسط البجلی رضی اللہ عنہما ہیں[1] (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ۱۵۵-۱۵۴ مطبوعہ کراچی)

آپ کی تفسیر قرآن میں احتیاط

ابو القاسم بغوی نے ابن ابوملیکہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تفسیر قرآن کے بارے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر میں قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کروں اور وہ منشائے الٰہی کے خلاف ہو تو بتاؤ میں کس زمین پر اور کس آسمان کے نیچے رہوں گا (میرا کیا حال ہوگا اور مجھے کہاں پناہ ملے گی)

ابوعبیدہ نے ابراہیم تیمی (رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے "فَاكِهَةً وَّاَبًّا" کے معنیٰ دریافت کیے تو آپ نے فرمایا اگر میں سمجھے بوجھے بغیر (بغیر غور و فکر) قرآن کی تفسیر کروں تو وہ کون سی زمین ہے جو مجھے اپنے اوپر آرام کرنے دے گی اور کون سا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ فگن رہے گا۔

بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے "کلالۃ" کے معنیٰ دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا:

> "میں اس کے معنیٰ جو کچھ دریافت کروں گا وہ میری رائے ہوگی اگر وہ رائے صائب اور درست ہے تو اس کو اللہ کا احسان سمجھنا چاہئے اگر میری رائے خطا ہے تو اس کو میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا چاہئے میرے نزدیک "کلالہ" کے معنیٰ تو ولد (بیٹا) اور والدین ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت

[1] امام سیوطی نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مرویات مع عنوانات اور راویوں کے اور کتب احادیث کے حوالجات کے تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۵ تا ۱۶۴ اردو ترجمہ شمس بریلوی) ۱۲ فقیر محمد مقبول احمد سرور

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کلام کی تردید کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں اسود بن ہلال رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ آپ لوگوں کی ان دو آیات کے معانی کے بارے کیا رائے ہے؟

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم السجدہ) اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ" (الانعام)

صحابہ کرام نے فرمایا کہ "استقاموا" کے معنیٰ ہیں کہ انہوں نے استقامت کی اور کوئی گناہ نہیں کیا اور "بظلم" کے معنیٰ ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی۔

یہ معنیٰ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کے معانی کو غیر محل پر محمول کیا ہے (اس کے معنیٰ یہ نہیں جو تم نے کیے بلکہ) معنیٰ یہ ہیں کہ

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا پھر اس (اقرار) پر قائم رہے اور کسی دوسرے خدا کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک سے ملوث نہیں کیا۔"

ابن جریر عامر بن سعد بجلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ" (یونس) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب نظر کی اور اس سے لو لگائی۔

ابن جریر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کے معنیٰ یہی ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا اور اسی عقیدے پر مر گیا تو اس کے بارے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے استقامت کی۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۶۵-۱۶۴ مطبوعہ کراچی)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بے مثال فہم القرآن

علامہ محب طبری نے نقل کیا ہے کہ

''سالم بن عبید اشجعی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہوا تو سب لوگ جزع فزع کرنے لگے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''جس شخص نے بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اپنی یہ تلوار اس پر چلا دوں گا۔'' لوگوں نے کہا: اے سالم! رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو تلاش کریں چنانچہ میں مسجد کی طرف آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''اے سالم تجھے کیا ہوا؟ رسول اللہ کا وصال ہو گیا؟''

میں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس پر تلوار چلا دوں گا۔

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو لوگ انہیں دیکھ کر ان کی طرف (متوجہ) ہوئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت الشرف میں داخل ہو گئے اندر جا کر دیکھا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر چادر مبارک پڑی ہوئی تھی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹائی تو آپ کا وصال ہو چکا تھا پھر وہ باہر آ کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو

الٹے پاؤں پھرے گا اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کا صلہ دے گا۔"

پس فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ o" (الزمر) چنانچہ جو حضرت محمد مصطفیٰ کو پوجتا تھا تو ان کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! خدا کی قسم گویا کہ میں نے یہ آیت کبھی تلاوت نہ کی تھی۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۲۴۶-۲۴۷ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت کے محدث ہیں مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قرآن فہمی کو وہ بھی سلام کرتے ہیں معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اعلم الناس تھے۔

سب سے زیادہ بہادر "اشجع الناس" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

البزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ "بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟" لوگوں نے جواب دیا کہ آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا رہا ہوں پھر میں سب سے زیادہ بہادر کیسے ہوا؟ تم یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟

لوگوں نے کہا کہ جناب ہم کو نہیں معلوم آپ ہی فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ بہادر اور شجاع حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

سنو! جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان (عرش) بنایا تھا ہم نے مشورہ کیا کہ (اس سائبان کے نیچے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو

گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوسکی اگر کسی نے ایسی جرأت کی بھی تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۹۹۔۔۔۱۰۰ مطبوعہ کراچی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغہ میں لے لیا اور وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے'' خدا کی قسم کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور مشرکین کو دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے:

''تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو ایذا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ایک ہے۔''

یہ فرما کر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی چادر مبارک اٹھائی اور (چادر منہ پر رکھ کر) اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۰۰)

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو ظاہر کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۰۱ مطبوعہ کراچی)

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ اور سخت ترین برائی (گستاخی) کون سی کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔

عقبہ نے اپنی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن (مبارک) میں ڈالی اور آپ کا

گلا گھونٹنے لگا (گلے میں چادر ڈال کر اس کو بل دینے لگا حتیٰ کہ آپ کا گلا گھٹنے لگا) اتنے میں (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے اور عقبہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا۔

"تو اس شخص کو مار ڈالنا چاہتا ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے اور جو پروردگار کی طرف سے بہت سی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔"

ہیثم نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ جنگ احد میں تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر منتشر ہو گئے صرف میں تنہا وہ شخص تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا (اور آپ کی حفاظت کی)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ کراچی)

شجاعتِ تاجدارِ صداقت رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد ۳۹ انتالیس ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ اب ہم ظاہر ہوں اور اعلانیہ دعوت اسلام دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہم ابھی قلیل تعداد میں ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور مسلمان مسجد حرام کے مختلف گوشوں میں بیٹھ گئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔

اسلام کا سب سے پہلا خطیب جس نے مسجد حرام میں حضور علیہ السلام کے سامنے خطبہ دیا

آپ پہلے شخص ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنہوں نے دعوت حق

لوگوں کے سامنے پیش کی[1] آپ کی تقریر سن کر مشرکین آپ پر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد حرام کے مختلف گوشوں میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس موقع پر سخت زخمی ہوئے عتبہ بن ربیعہ بدکار نا ہنجار نے آپ کو جوتوں سے مارنا شروع کر دیا جس سے آپ کے چہرۂ اقدس پر کاری زخم لگا بنو تیم (آپ کا قبیلہ ہے) نے آ کر مشرکین کو آپ سے دفع کیا اور ایک کپڑے میں ڈال کر آپ کو گھر تک پہنچایا آپ کی شہادت میں کسی کو شبہ نہیں رہا تھا بنو تیم نے مسجد حرام میں آ کر مشرکین کو مخاطب کر کے کہا۔

''اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہو گیا تو ہم عتبہ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم نے آپ سے کچھ پوچھ گچھ کی تو آپ نے جواب دیا۔ شام کے وقت آپ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟'' حاضرین نے آپ کو اپنی زبانوں سے اشارہ کیا اور خاموش رہنے کی تاکید کی پھر جانے لگے تو آپ کی والدہ ام الخیر سے بولے ان کو کچھ کھلا پلا دینا۔

جب آپ کی والدہ تنہا رہ گئیں اور کھانے پینے کے لیے اصرار کیا تو آپ بولے ''پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟''

بولیں! مجھے آپ کے دوست کا حال معلوم نہیں ہو سکا: بولے! آپ ام جمیل بنت خطاب کے پاس جائیے اور ان سے معلوم کیجئے یہ (آپ کی والدہ) ام جمیل (ہمشیرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے یہاں پہنچیں اور کہا: ابوبکر (حضرت) محمد بن عبداللہ کے بارے پوچھتے ہیں؟ بولیں مجھے تو اب تک نہ ابوبکر کا حال معلوم ہے اور نہ حضرت محمد بن

[1] شیعہ عالم مولوی غلام حسین نجفی نے لکھا: ''انہی دنوں میں حضرت ابوبکر کے اصرار پر آنحضرت مسجد کعبہ میں تشریف لائے اور ابوبکر خطبہ پڑھنے لگے کفار نے حضرت ابوبکر کو لاتوں اور جوتوں سے خوب مارا۔'' (تاریخ ائمہ ص ۱۰۵) معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عظیم مبلغ اسلام تھے ان پر حملہ آور ہونے اور ان کو مارنے پیٹنے والے کفار لعین تھے۔

عبداللہ کا (وہ ایمان لا چکی تھیں لیکن اظہار نہ کیا تھا) ہاں اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے کے پاس چلوں تو میں حاضر ہوں: بولیں ہاں ضرور! وہ ان کے ساتھ گھر پہنچیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ غشی کی حالت میں (قریب المرگ) ہیں۔

ام جمیل نے قریب ہو کر بلند آواز سے پکارا اور بولیں:

"قوم کفار نے ان بدکاروں کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا ہے لیکن مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ان سے انتقام (ضرور) لے گا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے کہا یہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں آپ نے کہا ان سے کوئی خطرہ محسوس نہ کریں تو بولیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسالم ہیں فرمایا: کہاں ہیں؟ بولیں دارارقم میں بولے۔

"خدا کی قسم! میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاتا اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔"

وہ فرماتی ہیں: یہاں تک کہ جب ہلچل ختم ہوئی اور لوگ سو رہے آپ کی والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہیں لے کر چلیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین غایت محبت سے ان پر گر پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے غایت رقت فرمائی (گریہ فرمایا) پھر آپ نے عرض کی:

"میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے اب کوئی تکلیف نہیں صرف یہ ہی ظاہری زخم ہے جو اس بدکار نے میرے چہرے پر لگایا۔"

حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہا والدۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

یارسول اللہ! یہ میری ماں ہیں اپنے والدین کی نیک اور فرماں بردار! آپ اپنے دہن اقدس سے ان کو دعوت حق فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے امید ہے کہ یہ آپ کی بدولت جہنم کی آگ سے بچ جائیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو آپ اسلام لے آئیں۔

سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں (دارارقم میں) ایک ماہ تک مقیم رہے اور تعداد ۳۹ انتالیس ہی رہی سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسی دن ایمان لائے جس دن یہ واقعہ رونما ہوا۔

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۶۶ بحوالہ جامع الاحادیث جلد چہارم، ص ۵۸-۵۷)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس شجاعت و بہادری، ایثار و قربانی کی بدولت آپ کی والدہ اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

دین پر سب سے زیادہ مال خرچ کرنے والے: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ۴۰ چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔"

(الریاض النضرہ جلد اول، اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی، ص ۲۲۶)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے پاس ۴۰ چالیس ہزار دینار تھے جو انہوں نے سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور فی سبیل اللہ خرچ کر دیئے۔

(الریاض النضرہ جلد اول، اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی، ص ۲۲۶)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے لیے نکلے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ یا چھ ہزار درہم تھے جو انہوں نے اپنے تمام مال کے ساتھ اٹھا لیے اسی اثناء میں ہمارے دادا ابوقحافہ ہمارے پاس آئے ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی انہوں نے کہا:

''خدا کی قسم! میں خیال کرتا ہوں کہ ابوبکر نے اپنے جان و مال کے ساتھ تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔''[1]

میں نے کہا: نہیں بابا جان: انہوں نے ہمارے لیے خیر کثیر چھوڑی ہے۔''

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے والد گرامی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) گھر میں جہاں مال رکھا کرتے تھے وہاں انہوں نے کپڑا ڈال کر اوپر پتھر رکھ دیئے تو میں نے پوچھا! ابا جان: آپ نے یہاں مال رکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے یہاں کوئی مال نہیں چھوڑا مگر میں نے چاہا اس بوڑھے (ابو قحافہ) کو سکون ہو جائے۔ (الریاض النضرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی ص ۲۲۶-۲۲۷)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۷ سات غلاموں کو آزادی دلائی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں معذب ہوتے تھے ان میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (شامل) ہیں۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۷ سات افراد کو آزاد کروایا جو اللہ کی راہ میں مصائب برداشت کرتے تھے۔

---

[1] ابوقحافہ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے اس لیے انہوں نے ایسا کہا۔ (۱۲ الفقیر محمد مقبول احمد سرور)

حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت زنیرہ، حضرت ام عبیس، حضرت نہدیہ اور ان کی بیٹی اور عمرو بن مومل کی کنیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(الریاض النضرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی، جلد اول، ص ۲۲۷)

اسماعیل بن قیس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پانچ اوقیہ سونے کے عوض خریدا تو پتھروں سے ان کا چہرہ مدقوق تھا۔

لوگوں نے کہا: اگر آپ انکار کر دیتے تو ہم اسے ایک اوقیہ سونے کے عوض فروخت کر دیتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم انکار کر دیتے تو میں تم سے اسے ۱۰۰ سو اوقیہ کے عوض (بھی) خرید لیتا۔ ابن اسحاق نے کہا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمامہ تھا حضرت بلال صادق الاسلام اور طاہر القلب تھے امیہ بن خلف انہیں گرم باڑے سے نکالتا اور وادیٔ بطحا میں الٹالٹا کر کہتا کہ اس کی کمر پر بڑا سا پتھر رکھ دو پھر اپنے خادم کو کہتا: اسے ہمیشہ اسی حالت میں رہنے دو یہاں تک کہ یا تو اسے موت آ جائے یا پھر "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)" کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی پرستش کرے جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس مصیبت اور بلاء میں احد احد پکارتے تھے جناب ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے گزرے تو وہ اس عذاب میں احد احد کا ورد کر رہے تھے۔

ورقہ نے کہا اے بلال! خدا کی قسم احد احد ہے پھر وہ امیہ بن خلف کے پاس بنی جمح کے گھروں میں آئے تو اسے کہا: میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تو اسے اس لیے قتل کرنا چاہتا ہے کہ اس نے بخشنے والے کو رب مانا ہے پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہیں بتایا کہ کافروں نے حضرت بلال پر یہ ستم برپا کر رکھا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بنی جمح کے گھروں میں تھا وہ امیہ بن خلف کے پاس آئے اور اسے کہا: کیا تو اس مسکین کے بارے خدا سے نہیں ڈرتا؟ یہاں تک کہ مر جائے۔

امیہ نے کہا: کیا اس نے فساد نہیں ڈالا آپ اسے چھڑا لیں۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو اس سے زیادہ طاقت ور اور جسیم ہے اس کے بدلے میں تجھے وہ غلام دے دیتا ہوں۔

امیہ نے کہا: مجھے قبول ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تیرا ہو گیا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ غلام امیہ کو دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کروالیا۔ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۱۲۸، ۱۲۹ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی)

مسجد نبوی کی جگہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خریدی

شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام لکھتے ہیں کہ

"جب مدینہ طیبہ میں ایک نئی اسلامی بستی معرض وجود میں آئی اور اس میں اسلامی روایات کی داغ بیل ڈال دی گئی تو فوراً ایک مسجد کے وجود کی ضرورت بہت محسوس ہونے لگی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین فرصت میں اس اہم مسئلے کی طرف توجہ فرمائی اور کسی موزوں جگہ پر مسجد کے قیام کے لیے گفت وشنید شروع کر دی۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے مقامی باشندے تھے اور بڑے ہی مخلص، دین پسند، پرہیزگار، اپنی ذات میں سراپا تحریک، انتہائی پرجوش اور رضاکار قسم کے انسان تھے تحریک اسلامی کو آگے بڑھانے کے لیے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی تبلیغ دین کا کام شروع کیا ہوا تھا پابندی کے ساتھ مسلمانوں کو ایک مربد میں پانچوں وقت نماز اور جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔

"مربد اس میدان کو کہتے ہیں جہاں کھجوروں کو سکھاتے اور ان کے چھوہارے بناتے ہیں۔"

یہ میدان دو یتیم بچوں کی ملکیت تھا جو حضرت اسعد ہی کے پاس رہتے تھے اور ان کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے ایک بچے کا نام سہیل اور دوسرے کا نام سہل تھا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو بلایا اور فرمایا:

"ثامنونی بحائطکم ھٰذا" اپنے اس پلاٹ کا ہمارے ساتھ سودا کرو اور اس کی قیمت لے لو۔ دونوں نے عرض کی "لا واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ عزوجل"

(بخاری شریف جلد اول، ص ۶۱)

خدا کی قسم ہم تو اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لینا چاہتے ہیں۔

"فابیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقلہ منھما ھبۃً"

(بخاری شریف جلد نمبر ۱، ص ۵۵۵)

چونکہ وہ یتیم تھے اس لیے یتیموں کے والی علیہ السلام نے بصورت ہبہ وعطیہ ان کی زمین لینے سے انکار فرما دیا اور حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی قیمت ادا کریں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صدیق پر وہ رحمت ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جو مسجد بنائے قیامت تک اس میں نماز ادا کرنے والوں کا ثواب مسجد بنانے والوں کو بھی ملتا ہے صدیق رضی اللہ عنہ سے قیمت دلوا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسے ثواب کا مستحق بنا دیا جو ختم ہونے والا ہی نہیں چنانچہ قیامت تک جو نمازی بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا یا کوئی اور عبادت کرے گا اس کا ثواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال میں بھی درج ہوتا رہے گا۔

(مسجد نبوی از علامہ معراج الاسلام ص ۸۸-۸۷-۸۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا اخلاص کا ایقان کا ایمان کا

ہجرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیعہ قلم سے

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی فرمائی: جبریل نے عرض کی: یا محمد! اللہ تعالیٰ جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے وہ آپ کو سلام فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ ابوجہل اور قریش کے رئیسوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آج رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے حضرت اسحاق ذبیح کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل سے تھا علی نے اپنے نفس کو آپ کی ذات پر فدا کر دیا ہے اور اپنی روح سے آپ کی حفاظت کی ہے نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس سفر میں ابوبکر کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں اگر اس نے آپ کی دل جوئی کی آپ کی مدد کی آپ کی تقویت کا باعث بنا اپنے وعدے اور اپنے عقد پر جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ثابت قدم رہا تو وہ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ہوگا اور جنت کے کمروں میں آپ کے پرخلوص احباب سے ہو گا"۔

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا: اے علی! تم اس بات پر رضامند ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے اور نہ پاسکے اور تجھے پالے اور شاید جاہل جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں اور تمہیں قتل کر دیں؟

حضرت علی نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آئے میرا نفس حضور کی ذات پر قربان ہو کیا میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور کی خدمت میں گزرے حضور کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں صرف ہو حضور کے دوستوں کی محبت احباب کی نصرت اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کرنے میں بیت جائے اگر یہ امور نہ ہوتے تو میں ایک لمحہ

کیلئے بھی اس دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔ا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: اے ابوالحسن! تیرے اس کلام کی تصدیق لوح محفوظ کے مؤکلین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے جو ثواب دارالقرار میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس کی مثل نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو کہا: اے ابوبکر! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ ہو جس طرح میری تلاش کی جاتی ہے اسی طرح تمہاری تلاش بھی کی جائے اور تم اس بات سے پہچانے جاؤ کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں اس پر تم نے مجھے برانگیختہ کیا ہے پھر میری وجہ سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دیے جائیں؟

حضرت ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں اتنی مدت زندہ رہوں جتنی دنیا کی عمر ہے اس طویل زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب دیے جائیں نہ مجھ پر وہ موت نازل ہو جو مبتلائے عذاب کو راحت پہنچاتی ہے اور نہ مجھے ان مصائب سے نجات دی جائے اور یہ سب اذیتیں حضور کی محبت کے باعث مجھے دی جائیں تو یہ ساری اذیتیں اور عذاب مجھے اس بات سے محبوب تر ہیں کہ میں آپ کی مخالفت میں نعمت و مسرت کی زندگی بسر

ا: فان اللہ تعالیٰ اوحی الیہ ویقول لك ان اباجهل و ملامن قریش قد دبروا یریدون قتلك وامرك ان تبیت علیا فی موضعك وقال لك ان منزلته منزلة اسحاق الذبیح من ابراهیم الخلیلی یجعله نفسه لنفسك فداء وروحه لروحك وقاء وامرك ان تستصحب ابابكر فانه ان انسك وساعدك و اذرك و ثبت علی تعاهدك وتعاقدك كان فی الجنة من رفقائك وفی غرفاتها من خلصائك فقال رسول اللہ لعلی ارضیت ان اطلب فلا اوجد وتوجد ولعله ان یبادر الیك الجهال فیتقلوك قال بلی یارسول اللہ! رضیت ان تكون روحی لروحك وقاء و نفسی لنفسك فداء وهل احب الحیوة الالخدمتك والتصرف بین امرك و نهیك ولمحبة اولیائك و نصرة اصفیائك و مجاهدة اعدائك ولو لاذلك لما احببت ان اعیش فی هذه الدنیا ساعة واحدة (تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ تہران جلد اول، ص ۲۱۲)

کروں اور دنیا کے سارے بادشاہوں کے ملکوں کا مالک ہوں میرے بیوی بچے سب حضور پر قربان ہوں[1]

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقیدت کیش اور عاشق دل فگار غلام کے اس جواب کو سن کر کیا ارشاد فرمایا؟

اے ابوبکر! تو بمنزل میرے کان اور آنکھ کے اور جیسے جسم و سر اور روح و بدن

سنیے اور اپنے کشت ایمان کو تر و تازہ کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوبکر! یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل پر آگاہ ہو گیا ہے اور تیری زبان پر جو کلام جاری ہوا اس کو تیرے دل سے بالکل مطابق اور ہم آہنگ پایا ہے اور تجھے میرے لیے بمنزل کان اور آنکھوں کے کر دیا ہے نیز جسم سے سر کا اور بدن سے روح کا جو تعلق ہے وہ تیرا میرا تعلق ہے۔''

معروف شیعہ مفسر علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں کہ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کی رات مکہ مکرمہ میں امیر المومنین

---

[1] فاقبل رسول الله علىٰ علي وقال له يا ابا حسن قد قرء علي كلامك قال المؤكلون باللوح المحفوظ وقرؤا على ما اعد الله لك من ثوابه في دار القرار مالم يسمع بمثله السامعون ولا رأى مثله الراؤن ولا خطر مثله ببال المتفكرين . ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي بكر: ارضيت ان تكون معي يا ابابكر تطلب كما اطلب و تعرف بانك انت الذى تحملني على ما ادعيه و تحمل عني انواع العذاب: قال ابوبكر يارسول الله: اما انا لو عشت عمر الدنيا واعذب في جميعها اشد عذاب لاينزل على موت مريح ولا فرج منيح وكل ذلك في محبتك وكان ذلك احب الى من ان اتنعم فيها وانا مالك في جميع ممالك ملوكها في مخالفتك ما اهلي وولدى الافداالك . (تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ تہران جلد اول ص ۲۱۲)

فقال رسول الله لا جرم ان اطلع الله على قلبك و وجد مافيه موافقا لما جرى على لسانك جعلك مني بمنزلة السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلة الروح من البدن

(تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ تہران جلد اول ص ۲۱۲)

کو اپنی جگہ پر سونے کا حکم دیا اور خود ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمراہ لے کر باہر آئے اور اس غار کا قصد فرمایا۔“[1]

مشہور مؤرخ شیعہ علامہ باذل رقمطراز ہیں کہ

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں
چوں سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آں قوم پرمکر رفت
بسوی سرائے ابوبکر رفت
(حملۂ حیدری)

راوی کہتا ہے کہ دین کے سالار اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اس مکار قوم کے محاصرے سے باہر نکلے اور حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

پئے ہجرت اونیز آمادہ بود
کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
(حملۂ حیدری)

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں پہلے ہی سفر ہجرت کی خبر دے دی تھی اس لیے وہ ساز و سامان کے ساتھ تیار بیٹھے تھے۔

نبی بر در خانہ اش چوں رسید
بگوشش ندائے سفر درکشید
(حملۂ حیدری)

نبی کریم جب ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے سفر کرنے کی ندا سنی۔

چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد
زخانہ بروں رفت ہمراہ شد
(حملۂ حیدری)

---

[1] پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین را بر جائے خود میخوابانید و خود از خانۂ ابوبکر در رفاقت او بیروں آمدہ بداں غار توجہ نمود۔ (تفسیر منہج الصادقین زیر آیت ثانی اثنین اذ ہما فی الغار از علامہ فتح اللہ کاشانی)

حضرت ابوبکر جب اس حال سے خبردار ہوئے تو اپنے گھر سے روانہ ہو کر حضور کے ہمراہ ہو گئے۔

علامہ فتح اللہ کاشانی مزید لکھتے ہیں کہ

''جب ابوبکر نے غار میں سے کفار کو دیکھا تو انہیں بڑا اضطراب لاحق ہوا اور اندیشہ پیدا ہوا عرض کی: یا رسول اللہ! اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی جگہ کو دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو''[1]

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہوا کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شب ہجرت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیتے ہوئے اعلان کروا دیا کہ

''وہ جنت میں آپ کا ساتھی (آپ کے رفقاء میں سے) ہوں گے اور جنت کے کمروں میں آپ کے پرخلوص احباب میں سے ہوں گے۔''

''اے ابوبکر! جو کلام تیری زبان حق ترجمان پر جاری ہوا ہے تیرے دل کے بالکل مطابق اور ہم آہنگ ہے۔''

''اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے لیے بمنزل سمع و بصر کے کر دیا ہے اور تیرا میرا تعلق وہ ہے جو سر کا جسم سے اور روح کا بدن سے ہے۔''

اس کے باوجود بھی رحمت کا کلمہ پڑھنے والے، بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے

---

[1] چوں ابوبکر در غار کفار را بدید مضطرب شد و بسیار خائف گشت و گفت یا رسول اللہ! اگر کسے از مشرکان در زیر قدم خود نگاہ کند ہر آئینہ ما را بیند حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "ماظنك باثنين الله ثالثهما" (تفسیر منہج الصادقین زیر آیت إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا از علامہ فتح اللہ کاشانی)

والے، بزعم خویش محبین اہل بیت ان ارشادات کو بالائے طاق رکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان میں شک کریں اور شب و روز ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کریں ان پر تبرا بازی کرنے کو عبادت تصور کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص و معتمد یار غار کی شان میں گستاخی کر کے باعث ایذائے رسول اللہ بنیں تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ

ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والا یقیناً جہنمی ہے کیونکہ قرآن کریم نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (الاحزاب:۵۷)

"بے شک جو (لوگ) ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

میری دردمندانہ گزارش ہے کہ ایذائے رسول کے مرتکب ہو کر جہنم کا ایندھن نہ بنو اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق نہ ہو جاؤ میرے آقا کی خوشنودی کے لیے اپنے بزرگوں کے مندرجہ بالا اقتباسات پڑھو اور محبین صدیق ہو جاؤ۔

ہے یارِ غار محبوب خدا صدیق اکبر کا

ضیاء الامت حضرت پیر سید کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ کے متمول تاجر تھے انہوں نے بارگاہ رسالت میں ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لاتعجل لعل اللہ یجعل لك صاحبا" "اے ابوبکر! اس معاملہ میں جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی رفیق سفر بنا دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہو گئی کہ شاید اس سفر میں سرکار کی معیت نصیب ہو جائے آپ نے دو اونٹنیاں فوراً خریدیں ان کو چرنے کے لیے دوسری اونٹنیوں کے ساتھ جنگل میں نہ بھیجتے بلکہ انہیں گھر باندھ لیا وہیں ان کے چارے وغیرہ کا بندوبست فرماتے کیا معلوم کہ کس وقت ہجرت کرنے کا حکم ملے اس وقت یہ اونٹنیاں پاس ہوں تا کہ فوراً تعمیل ارشاد کروں اونٹنیوں کو باہر سے منگوانے میں بھی تاخیر نہ ہو۔" (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم، ص ۵۱)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ

"ایک روز دوپہر کے وقت ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی کہنے والے نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک پر کپڑا ڈالے ہوئے تشریف لا رہے ہیں حالانکہ ایسے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے (روزانہ صبح و شام تشریف آوری ہوا کرتی تھی اور آج خلاف معمول دوپہر کو تشریف لائے تو) حضرت ابوبکر کہنے لگے میرے ماں باپ قربان، خدا کی قسم آپ جو ایسے وقت تشریف لا رہے ہیں تو ضرور کوئی خاص بات ہے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اجازت طلب فرمائی پس آپ کو اجازت دی گئی پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر سے فرمایا: اپنے پاس سے سب کو ہٹا دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! یہ تو آپ کے اپنے گھر والے ہیں فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان کیا مجھے ساتھ چلنے کی اجازت ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر عرض گزار ہوئے:
یارسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ
لے لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم قیمتاً لیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جلدی میں جو کچھ ہو سکا ہم نے دونوں کے لیے تیار کیا چنانچہ ہم نے چمڑے کی ایک تھیلی میں تھوڑا سا کھانا بھر دیا حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کے ساتھ تھیلی کا منہ باندھا اسی لیے ان کا نام کمر بند والی پڑ گیا۔

یہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ثور پہاڑ کی ایک غار میں چلے گئے اور تین دن تک اسی غار میں چھپے رہے۔

عبداللہ ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ ان دنوں نوجوان اور ہوشیار سمجھدار تھے یہ رات ان دونوں کے پاس گزارتے اور علی الصبح مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچ جاتے گویا رات یہیں گزاری ہے پس وہ قریش سے جو بھی مکر و فریب کی بات سنتے تو ان دونوں کو اندھیرا ہونے پر بتا دیتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بھی ان کے قریب ہی بکریاں چراتا رہتا تھا اور جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو بکریاں ان کے پاس لے آتا اور یہ دونوں حضرات بکریوں کا دودھ پی کر آرام سے رات گزارتے اسی طرح عامر بن فہیرہ منہ اندھیرے بکریوں کو ہانک کر لے جاتا اور تینوں رات ایسا ہی کرتا رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی دیل کے ایک شخص کو جو بنی عبد بن عدی سے تھا راستہ بتانے کے لیے اجرت پر رکھ لیا راستہ بتانے میں بڑے ماہر کو "حزیت" کہتے ہیں وہ بنی عاص بن وائل سہمی کا حلیف اور کفار قریش کے دین پر تھا انہوں نے اسے امین بنا کر اپنی سواریاں اس کے سپرد کر دی تھیں اور تین رات کے بعد سواریوں کو غار ثور پر لانے کا وعدہ لیا تھا یعنی تیسری رات کی صبح کو عامر بن فہیرہ

اورراستہ بتانے والا ان حضرات کوساحل کے ساتھ ساتھ لے کر چلے۔[1]

خوشی کے آنسو

صاحب سیرۃ ابن ہشام کے حوالہ سے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کوفرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے آج مجھے یہاں (مکہ مکرمہ) سے نکلنے اور ہجرت کرنے کا

---

[1] قالت عائشة بينما نحن يوما جلوس في بيت ابي بكر في نحر الظهيرة قال قائل لأبي بكر هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم متقنعاً في ساعة لم يكن يأتينا فيها فقال ابوبكر فداء له ابي و امي والله ماجآء به في هذه الساعة الا امر قالت فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستأذن فاذن له فدخل فقال النبي صلى الله عليه وسلم لأبي بكر أخرج من عندك فقال ابوبكر انما هم اهلك بابي أنت يارسول الله قال فاني قد اذن لي في الخروج فقال ابوبكر الصحابة بابي أنت يارسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم قال ابوبكر فخذ بابي انت يارسول الله احدى راحلتي هاتين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بالثمن قالت عائشة فجهزنا هما احث الجهاز و صنعنا لهما سفرة في جراب فقطعت اسمآء بنت ابي بكر قطعة من نطاقها فربطت به على فم الجراب فبذلك سميت ذات النطاق قالت ثم لحق رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر بغار في جبل ثور فكمنا فيه ثلاث ليال يبيت عندهما عبدالله بن ابي بكر وهو غلام شآب ثقف لقن فيدلج من عندهما بسحر فيصبح مع قريش بمكة كبائت فلا يسمع امرا يكتادان به الا وعاه حتى يأتيهما بخبر ذلك حين يختلط الظلام فيرعى عليهما عامر بن فهيرة مولىٰ ابي بكر منحة من غنم فيريحها عليهما حين تذهب ساعة من العشآء فيبيتان في رسل وهو لبن منحتهما و رضيفهما حتىٰ ينعق بها عامر بن فهيرة بغلس يفعل ذلك في كل ليلة من تلك الليالي الثلاث واستاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر رجلا من بني الديل وهو من بني عبد بن عدي هاديا خريتا و الخريت الماهر بالهداية قدغمس حلفاً في ال العاص بن وائل السهمي وهو على دين كفار قريش فامناه فدفعا اليه راحلتيهما و واعداه غار ثور بعد ثلاث ليال براحلتيهما صبح ثلاث وانطلق معهما عامر بن فهيرة والدليل فاخذبهم على طريق السواحل (بخاری شریف جلداول،ص۵۵۴-۵۵۳)

اذن دے دیا ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بصد ادب گزارش کی
"الصحبة یارسول اللہ" اے اللہ کے پیارے رسول! اس نیاز مند کو بھی
معیت کا شرف عطا ہو!"قال الصحبة" ابوبکر تم یقیناً اس سفر میں میرے
ساتھی ہو گے۔"

یہ مژدہ سن کر حضرت صدیق (اکبر رضی اللہ عنہ) کی آنکھوں میں سے فرط محبت
سے آنسو ٹپک پڑے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فو اللہ ماشعرت قط قبل ذٰلك الیوم ان احداً یبکی من الفرح
حتیٰ رأیت ابابکر یبکی یومئذ"

"بخدا! مجھے آج کے دن سے پہلے معلوم نہ تھا کہ خوشی کے موقع پر بھی کوئی
روتا ہے یہاں تک کہ میں نے اس دن حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو
روتے ہوئے دیکھا جب سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے ہمراہ
لے جانے کی خوشخبری سے نوازا۔"

(سیرت ابن ہشام جلد نمبر ۲، ص ۹۷: ضیاء النبی جلد سوم، ص ۵۲)

اس واقعہ سے چار ماہ قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ کو آگاہ فرما دیا تھا کہ ہم مکہ سے ہجرت کریں گے اور تم میرے ہجرت کے رفیق سفر
بنو گے چنانچہ آپ نے چار ماہ اسی انتظار میں گزارے اور ہمہ وقت ہجرت کے لیے تیار
رہے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے انتظار کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔

علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ:

"کفار و مشرکین نے دست ستم روز بروز زیادہ دراز کیا تو آپ نے پھر
دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور
ہو چکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص و محبت کیساتھ اپنے دامن
میں پناہ دے رہی تھی اس لیے اس دفعہ آپ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا

اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی لیکن بارگاہ نبوت سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ لو امید ہے کہ خدائے پاک کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت تعجب سے پوچھا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟" ارشاد ہوا ہاں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہو۔ فرمایا ہاں تم ساتھ چلو گے اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔" (سیرت خلفاء راشدین ص ۲۲-۲۳ مطبوعہ لاہور)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں میرا خیال تو یہ تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے جبکہ ہے وہ مدینہ (سابقہ) یثرب"۔[1]

واقعہ ہجرت میں آل ابوبکر اور ان کے آزاد کردہ غلام کی ڈیوٹیاں

الغرض ان دونوں پاک ہستیوں نے رات کے وقت سفر شروع فرمایا علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ

"وخرج علیه الصلوٰة والسلام من خوخة أبی بکر لیلاً واتیا الغار" (تاریخ ابن خلدون جلد نمبر ۲، صفحہ ۴۳۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے عقبی دروازہ سے رات کے وقت نکلے اور دونوں غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔

---

[1] قال ابوموسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت فی المنام انی اهاجر من مکة الی ارض بها نخل فذهب وهلی الی انها الیمامة او هجر فاذا هی المدینة یثرب

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۵)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روانہ ہونے سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر کفار کی دوڑ دھوپ اور نئے منصوبوں کے بارے معلومات حاصل کر کے شام کے وقت غار میں آ کر سب حالات سے آگاہ کرے اور اپنے چرواہے عامر بن فہیرہ کو ہدایت کی کہ دن بھر غار کے گردونواح میں بکریاں چرائے اور شام کو انہیں غار کے دہانے پر لے آئے تازہ دودھ دوہ کر اسے گرم کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کرے اور اپنی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ ہر روز کھانا پکا کر شام کے وقت غار میں پہنچا آیا کرے۔ (سیرت ابن ہشام جلد نمبر ۲، ص ۹۸)

حضرت ضیاء الامت فرماتے ہیں کہ

اندھیری رات ہے ہو کا عالم ہے اللہ کا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کا عاشق دلفگار دونوں ایک ایسی غار کی طرف جا رہے ہیں جو از حد دشوار گزار پہاڑیوں کے درمیان ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے یہ غار، غار ثور کے نام سے مشہور ہے اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھی اب یہ شہر بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے جہاں غار ثور واقع ہے۔

(ضیاء النبی جلد سوم، ص ۴۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی)

ان دشوار گزار راستوں میں جنگلات کو عبور کر کے رات کے وقت یہ امور سرانجام دینا آل ابوبکر ہی کا کام ہوسکتا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کندھوں پر اٹھا کر لے جانا عشق صدیقی کا ہی کرشمہ ہوسکتا ہے۔

عقل است غلام من عشق است امام من

عشق صدیقی کی وارداتیں

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چلتے چلتے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل جاتے پھر پیچھے چلے جاتے ہیں کبھی آپ کے دائیں جانب اور کبھی بائیں

جانب: حضور نے پوچھا: اے ابوبکر! یہ کیا ماجرا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! کبھی خیال آتا ہے کہ مبادا دشمن پیچھے سے تعاقب میں آ رہے ہوں تو پیچھے چلا جاتا ہوں پھر خیال آتا ہے کہ وہ لوگ آگے کسی کمین گاہ میں نہ بیٹھے ہوں تو بھاگ کر آگے چلا جاتا ہوں کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلا جاتا ہوں تاکہ آگے یا پیچھے سے دائیں یا بائیں سے اگر بداندیش حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام ان کے ناگہانی حملہ میں سد سکندری بن کر کھڑا ہو جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

جہاں راستہ بہت کٹھن ہوتا حضرت صدیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ (دلائل النبوت از امام بیہقی جلد دوم، ص ۴۷۷)

لعاب دہن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سانپ کا اثر زائل

چلتے چلتے جب غار کے دہانہ تک پہنچ گئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی آقا:

"والذی بعثك بالحق لا تدخله حتّٰی ادخل قبلك وان كان فيه شیء نزل بی قبلك ۔"

"میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے عرض کرتا ہوں کہ آپ غار میں تشریف نہ لے جایئے پہلے میں داخل ہوں گا اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو پہلے وہ مجھے اذیت پہنچائے۔"

آپ اندر تشریف لے گئے تاریک رات پھر غار کا اندھیرا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا پہلے جھاڑو دیا پھر غار کے چپہ چپہ کو ہاتھوں سے ٹٹولا جہاں کوئی سوراخ محسوس ہوا اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر اسے بند کیا چادر ختم ہو گئی لیکن ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا دل میں سوچا اس پر اپنی ایڑھی رکھ کر بند کرلوں گا ہر طرح مطمئن ہونے کے بعد عرض کی: آقا تشریف لے آئیے خود اس سوراخ پر ایڑھی رکھ کر بیٹھ گئے۔

محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آپ کی گود میں رکھا اور استراحت فرما ہو گئے صدیق کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا بے تاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں وہ حسن سرمدی وہ جمال حقیقی کہ جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا آج صدیق کی آغوش میں جلوہ فرما ہیں۔

اے بخت صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشاں قربان اور یہ قلب حزیں نثار! اسی اثنا میں حضرت صدیق کی ایڑھی میں سانپ نے ڈس لیا زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجال کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی۔ (ضیاء النبی جلد سوم، ص ۶۴-۶۳)

شب ہجرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے آب کوثر کا انتظام

علامہ استاذ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر غار کے اندر ایک چشمہ ہے اس سے پانی پی لو آپ نے اس چشمہ سے پانی نوش فرمایا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو پانی کہاں سے آیا تھا؟ (کیونکہ غار میں تو کوئی چشمہ نہ تھا) عرض کیا اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج تیرے لیے حوض کوثر سے یہ چشمہ اتارا ہے۔

(شرف النبی از علامہ امام حاکم نیشاپوری)

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ

اہل مکہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے جب قدموں کی آہٹ

سنائی دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کفار کی ایک جماعت غار کے منہ پر کھڑی ہے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یوں خطرے میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور عرض کی: یارسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہمیں پالیں گے حضور رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یا أبابکر ماظنك باثنین اللہ ثالثھما"

اے ابوبکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

(مسلم شریف باب فضائل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: سبل الہدیٰ جلد نمبر ۳، ص ۲۳۰: ضیاء النبی جلد سوم، ص ۶۴)

آقا کون ہے اور غلام کون؟

مدینہ منورہ میں طلوع اجلال فرمایا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے در و دیوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلعت زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے حضور کو پہلے دیکھا نہ تھا اس لیے پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی چند لمحوں میں زائرین کی بھیڑ لگ گئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس پریشانی کو بھانپ لیا انہوں نے اٹھ کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ مخدوم کون ہے اور خادم کون؟ آقا کون ہے اور غلام کون؟![1] (سبل الہدیٰ جلد سوم، ص ۳۷۷)

---

[1] اس روایت میں بظاہر تناقض و تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب در و دیوار کے چمک اٹھنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (آفتاب نبوت) کی شناخت ہو چکی تھی تو پھر ان کا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچاننا چہ معنی دارد اصل بات صوفیاء کرام بزرگان دین نے فرمائی ہے کہ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فنا فی الرسول کی منزل پر فائز تھے اس لیے وہ سرکار کی صورت مبارکہ میں متشکل ہو چکے تھے اس لیے شناخت نہیں ہو رہی تھی لہٰذا آپ نے سرکار پر چادر تان کر حق غلامی ادا کرتے ہوئے بتا دیا یہ آقا ہیں اور میں غلام ہوں۔

یہ مجھے راستہ کی راہنمائی کرنے والے ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت کثیر الاحباب تھے راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ فرماتے "هٰذا رجل يهديني الطريق" یہ مجھے راستہ کی راہنمائی کرنے والے شخص ہیں۔[1]

(الریاض النضرہ جلد اول، سیرت خلفاء راشدین، ص ۲۶ مطبوعہ لاہور)

ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان مقصود ہے اس لیے صرف انہی واقعات کو اختصاراً بیان کیا گیا ہے جو آپ کے ساتھ متعلق ہیں ورنہ واقعہ ہجرت طویل ہے جس کے لیے ایک علیحدہ دفتر درکار ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے مکمل واقعات بھی تحریر نہیں کیے گئے کیونکہ کتاب کی طوالت کا خوف بھی دامنگیر ہے صرف اور صرف آپ کے اخلاص اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدنظر رکھ کر اسے ان واقعات کی روشنی میں اجاگر کرنے کی سعئ سعید کی گئی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عنداللہ قدرومنزلت

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے تو انہیں شدید پیاس محسوس ہوئی انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

"غار کے صدر کی طرف جا کر پانی پی لیں۔"

---

[1] اگر آپ حضور علیہ السلام کا تعارف کرواتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا اگر جھوٹ بولتے تو صدیق نہ رہتے آپ نے ایسا کلام فرمایا کہ سرکار کی جان رحمت کو خطرہ بھی لاحق نہ ہوا اور صداقت بھی محفوظ رہی سچ ہی تو فرمایا کہ یہ مجھے (حق کے) راستہ کی رہنمائی کرنے والے شخص ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا تو وہاں سے شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید پانی پیا تو اس پانی سے کستوری کی خوشبو آتی تھی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: پی لیا؟

میں نے عرض کی: جی ہاں

آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تجھے بشارت دوں؟

میں نے کہا: ہاں یارسول اللہ

آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے موکل فرشتے کو جنت کی نہر کا حکم دیا تو وہ ابوبکر کو پانی پلانے کے لیے جنت الفردوس سے صدر غار تک نہر لے آیا۔

میں نے عرض کی! میرے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ قدر ومنزلت ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں: اور اس سے زیادہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا تجھ سے بغض رکھنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ اس کے اعمال ۷۰ ستر نبیوں کے برابر ہوں۔" [۱،۲]

۱: اندازہ فرمایئے کہ ستر انبیاء کرام کے برابر اعمال اپنے نامہ اعمال میں رکھنے والا تو بغض حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا تو جس کے پلے فرض نمازیں بھی نہ ہوں اور وہ دن رات بغض صدیق کی اعلانیہ اشاعت کرتے ہوئے آپ پر پھبتیاں کسے اور آپ کے متعلق غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے ہمہ وقت آپ پر سب وشتم کرتا پھرے وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس جرم قبیح اور فعل شنیع سے تمام مسلمانوں کو مامون ومحفوظ رکھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ودیگر اصحاب رسول علیہم الرضوان کی کامل محبت نصیب فرمائے آمین۔

۲: بارگاہ نبوت میں مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

پروفیسر یوسف گیلی لکھتے ہیں کہ

"بارگاہ رسالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام بڑا معتبر تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت عالیہ میں اگر کسی وجہ سے جلال پیدا ہو جاتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ہی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عفو ودرگزر کی درخواست کرتے تھے"۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باغِ فدک اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

باغ فدک کا مسئلہ دو اہم فرقوں کے درمیان متنازع مسئلہ ہے اور صدیوں سے اس پر فریقین کے درمیان تحقیقی محاذ آرائی چلی آرہی ہے۔

ایک فرقہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا حق تھا جو معاذ اللہ خلیفہ اول نے انہیں نہ دیا اور غصب کر لیا جس کی وجہ سے حضرت سیدہ پاک اپنے آخری لمحات

(بقیہ حاشیہ) ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو بنو ہشام بن مغیرہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر بیت اطہر سے نکلے یہاں تک کہ منبر پاک پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

"بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی ابن ابی طالب کے ساتھ کر دیں میں نے ان کو اجازت نہیں دی اور میں کبھی ان کو اجازت نہیں دوں گا مگر یہ کہ ابن ابی طالب اس بات کا ارادہ کریں کہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں میری بیٹی تو میرے وجود کا ٹکڑا ہے مجھ کو وہ بات خلجان میں ڈالتی ہے جو اسے خلجان میں ڈالتی ہے اور مجھے وہ بات ایذا دیتی ہے جو اسے ایذا دیتی ہے اور اللہ کے نبی کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ہرگز جمع نہ ہوگی۔

میں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے دین کے بارے فتنے میں نہ ڈالی جائے میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں مگر اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں کبھی جمع نہ ہوں گی۔"

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو چہرۂ اطہر پر برہمی کے نمایاں آثار دیکھے تو باہر چلے گئے اور (اپنے ساتھ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار ظاہر ہو گئے اور برہمی کے اثرات جاتے رہے۔ سبحان اللہ (بخاری شریف، ابوداؤد شریف، تجلیات سیدنا صدیق اکبر ص ۳۱۳-۳۱۴)

اس روایت کی تخریج علماء نے سیرت میں کی ہے۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۱۹۳ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی مطبوعہ فیصل آباد)

زیست تک ان سے ناراض رہیں۔

دوسری جماعت کا موقف یہ ہے کہ باغ فدک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ضرور تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں انبیاء کی وراثت علم ہوا کرتی ہے مال و جائیداد صدقہ ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات مصطفویہ کی روشنی میں باغ فدک میں اسی طرح تصرف فرمایا جس طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے اور وہ انہیں مصارف کے لیے وقف رکھا جن مصارف کے لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف فرما رکھا تھا۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے ترکوں کا ذکر ہے کہ ان کا وارث ان کی اولادوں کو بنایا گیا لیکن وہ ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے جس میں یہ وضاحت ہو یا اس کی تفسیر میں شیعہ وسنی کسی مفسر نے لکھا ہو کہ اس وراثت سے مراد مال ہے بلکہ ہر مقام پر ان انبیاء کے علوم و تبرکات کا ذکر ملتا ہے اور وہ احادیث مبارکہ جن میں وضاحت ہے کہ انبیاء کرام کے اموال وغیرہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ وہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے کثرت سے شیعہ وسنی کتب میں موجود ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال نہیں علم ہوتا ہے شیعہ کتب کی گواہی

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی روایت کرتے ہیں کہ

"ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا

"ان العلماء ورثة الانبیآء وزاك ان الانبیآء لم یورثو ادرهماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثهم"

(الاصول من الکافی جلد اول، ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ بحوالہ شرح مسلم سعیدی)

علماء انبیاء کے وارث ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں کرتے انبیاء علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال نہیں بلکہ علوم ہوتے

ہیں۔علامہ کلینی مزید لکھتے ہیں کہ" قداح بیان کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً الى الجنة (الى قوله) وان العلمآء ورثة الانبيآء ان الانبيآء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً ولكن ورثوا العلم فمن أخذمنه أخذبحظ وافر"

(الاصول من الکافی جلد اول،ص۳۴ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران،۱۳۶۵ھ،بحوالہ شرح مسلم سعیدی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص طلب علم (کے سلسلہ) میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے،علماء وارثان انبیاء ہیں اور انبیاء علیہم السلام کسی شخص کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث کا وافر حصہ پایا۔

ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان

عبداللہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا:

"اما بعد فان محمداً صلى الله عليه وسلم كان امين الله فى خلقه فلما قبض صلى الله عليه وسلم كنا اهل البيت ورثته (الى قوله) فقد علمنا و بلغنا علم ما علمنا واستودعنا علمهم نحن ورثة اولى العزم من الرسل"

(الاصول من الکافی جلد اول،ص۲۲۳-۲۲۴ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران،الطبقۃ الرابعہ،۱۳۶۵ھ،بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد خامس،ص۴۰۳ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

"اما بعد: (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ کے وارث ہوئے ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جو علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے

وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔"

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو وراثت علمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی آل اطہار و اولاد امجاد تک آئی وہ مال و دولت نہ تھی بلکہ علوم تھے وہی علوم امام رضا رضی اللہ عنہ تک پہنچے جس کا آپ اس مکتوب میں ذکر فرما رہے ہیں آپ نے اسی لیے فرمایا کہ "ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں" تو کیا تمام رسولوں کے اموال آپ تک پہنچے تھے یا علوم؟ فیصلہ شیعہ حضرات پر ہی چھوڑا جاتا ہے۔

مزید ملاحظہ ہو:

عن ابي جعفر عليه السلام: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان على بن ابى طالب كان هبة الله لمحمد و ورث علم الا وصياء و علم من كان قبله واما ان محمداً اورث علم من كان قبله من الانبيآء والمرسلين .

(الاصول من الکافی جلد اول، ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران: ۱۳۶۵ھ بحوالہ شرح مسلم سعیدی)

"ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی ابن ابی طالب اللہ کی عطا ہیں (حضور کے لیے) اور وہ اوصیاء کے علوم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علوم کے وارث ہیں اور (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سابقین انبیاء اور مرسلین کے علوم کے وارث تھے۔"

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے سے پہلے تمام انبیاء کے مال کے وارث نہ تھے بلکہ ان کے علوم کے وارث تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی علوم مصطفیٰ علیہ السلام کے وارث نہ کہ دراہم و دینار و اموال کے تو اہل تشیع خود ہی غور فرمائیں کہ وہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے باغ فدک کا مطالبہ کروا کے کون سی قرآن کی آیت یا حدیث کی روایت

پر عمل کر رہے ہیں؟ بلکہ الٹا اپنی ہی کتابوں میں رقم شدہ ان روایات کا انکار کرتے ہوئے روح رسول وآل رسول کو تڑپا کر جہنم خرید رہے ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک)

شیعہ حضرات! مندرجہ ذیل آیات اوران جیسی وہ روایات جن میں انبیاء کی وارثت کا ذکر ہے مثلاً "وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ" (النمل:۱۶) اور "يَرِثُنِىْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ" (مریم:۶) پیش کرتے اوران سے وارثت انبیاء کے اثبات سے حضرت سیدہ کے لیے باغ فدک کا حضور کی وارثت سے ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ بیان کردہ مندرجہ بالا شیعہ حوالوں سے ان کے اس مدعا کی سخت تردید ہوتی ہے مزید ملاحظہ ہو کہ ان آیات میں مراد مال ودولت نہیں بلکہ وارثت علمی ہی مراد ہے صاحب اصول الکافی علامہ کلینی اسی کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

عن المقصل بن عمر قال: قال ابو عبداللہ علیہ السلام: ان سلیمان ورث داؤد و ان محمداً ورث سلیمان وانا ورثنا محمداً۔

(الاصول من الکافی جلد نمبر ا،ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ الطبعۃ الرابعہ)

مقصل ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا سلیمان داؤد کے وارث تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان کے وارث تھے اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں کیا دنیائے شیعت کی کوئی کتاب، تفسیر، حدیث بتا سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی متروکہ حکومت سے کتنا حصہ ملا تھا اور آپ کے اس حصہ سے آپ کے اہل بیت کو کیا حصہ دیا گیا؟

مزید ملاحظہ ہو کہ اس وارثت سے مراد بھی علوم انبیاء ہی ہیں۔

عن ضریح الکناسی قال: کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام و عندہ ابو بصیر فقال ابو عبداللہ علیہ السلام: ان داؤد ورث

علم الانبیآء و ان سلیمان ورث داؤد و ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان وانا ورثنا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(الاصول من الکافی جلد اول ،ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد نمبر ۵، ص ۴۰۴)

ضریح کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابوبصیر بھی تھے ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا حضرت داؤد علوم انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمانؑ حضرت داؤد کے وارث تھے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ

عن ابراھیم عن ابیہ عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قلت لہ جعلت فداك اخبرنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورث النبیین کلھم! قال نعم الیٰ قولہ فنحن الذین اصطفانا اللہ عزوجل و اورثنا ھذا الذی فیہ تبیان لکل شیء ۔

(الاصول من الکافی جلد اول ،ص ۲۲۶ مطبوعہ تہران، بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد نمبر ۵، ص ۴۰۴)

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا میں آپ پر قربان! یہ بتایئے کیا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنادیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

شیعہ حضرات کا ایک مضبوط اعتراض اور اس کا جواب

شیعہ حضرات صحاح کی یہ حدیث بڑے کروفر سے پیش کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ

فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ فرمایا تو انہوں نے یہی فرمان رسول سنایا (جو کہ اوپر شیعہ کتب سے نقل کیا گیا ہے) تو

"فغضبت فاطمة و هجرت أبابكر فلم تزل مهاجرته حتّٰی توفيت و عاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة اشهر"[1] (بخاری شریف جلد اول، صفحہ نمبر ۴۳۵ مطبوعہ مکتبہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

---

[1] حدثنا عبدالعزيز ابن عبدالله ثنا ابراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب أخبرني عروة بن الزبير ان عائشة ام المؤمنين اخبرته ان فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ابابكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقسم لها ميراثها ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما افآء الله عليه فقال لها ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لانورث ماتركنا صدقة" فغضبت فاطمة بنت رسول اله صلى الله عليه وسلم فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتىٰ توفيت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة اشهر . قالت: وكانت فاطمة تسأل ابابكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك و صدقته بالمدينة فابىٰ ابوبكر عليها ذٰلك وقال لست تاركاً شيئاً كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به الا انى عملت به فانى اخشىٰ ان تركت شيئاً من أمره ان اذيغ فاما صدقته بالمدينة فدفعها عمر الىٰ على و عباس واما خيبر و فدك فامسكهما عمر و قال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتاً لحصوقه التي تعروه ونوائبه وامرهما الىٰ من ولى الامر قال فهما علىٰ ذلك الى اليوم قال ابوعبدالله اعتراك افتعلت من عروته اصبته ومنه يعروه واعتراني . (الصحیح البخاری المجلد الاول الصفحہ ۴۳۵ المطبوعۃ المکتبہ نور محمد اصح المطابع الکراتشی)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (آپ کی) میراث سے اپنے حصہ کا سوال کیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال سے چھوڑا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فے کے طور پر مرحمت فرمایا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ہم (انبیاء کرام علیہم السلام) میراث نہیں چھوڑتے بلکہ ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات پر غصہ آیا اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پس حضرت فاطمہ ناراض ہوگئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اور حضرت فاطمہ حضور کے بعد چھ ماہ باحیات رہیں۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ یہ الفاظ حضرت سیدہ کی زبان سے نہیں نکلے ہیں بلکہ یہ حدیث کے راوی کا اپنا ذاتی خیال ہے جس کو انہوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر کی شکایت کسی روایت میں حضرت سیدہ کی زبان سے ثابت نہیں ہے نہ کوئی حدیث کا راوی یہ کہتا ہے کہ ہم نے ابوبکر کی شکایت جنابہ سیدہ سے سنی ہے اور چونکہ ناراضگی دل کا فعل ہے اس لیے جب تک اس کو زبان سے ظاہر نہ کیا جائے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی البتہ آثار و قرائن سے دوسرے لوگ قیاس کر سکتے ہیں مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا بہت امکان ہے جیسے کہ ایک بار بہت سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے مگر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

(بقیہ حاشیہ) پھر کلام نہ کیا اپنی وفات تک (اس بارے) ترک کلام رکھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں!

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء نے حضرت ابوبکر سے اس مال کا حصہ مانگا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر و فدک میں چھوڑا اور بصورت صدقہ مدینہ منورہ میں موجود تھا حضرت ابوبکر صدیق نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول (مبارک) تھا میں اس میں سے کسی بات کو ترک کرنے کا مجاز نہیں ہوں جو کچھ آپ فرماتے (کرتے) تھے میں وہی کروں گا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے ان میں سے کوئی بات ترک کر دی تو راہ حق سے بھٹک جاؤں گا اور آپ کا وہ مال صدقہ جو مدینہ منورہ میں تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحویل میں دے دیا تھا لیکن خیبر اور فدک کو روکے رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں یہ ان اخراجات کے لیے ہیں جو آپ کو پیش آتے رہتے تھے اور نائبین (خلفاء راشدین) کو پیش آئیں گے اور حکم فرمایا کہ یہ حاکم وقت کی تحویل میں (ہی) رہیں گے چنانچہ یہ دونوں (خیبر اور فدک) آج کے دن (امام بخاری کے دور) تک اسی طرح چلتے آئے ہیں۔

حضور سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ طلاق نہیں دی ہے اسی طرح فدک کے معاملہ میں بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدہ کی خاموشی اور ترک کلام سے راوی نے یہ سمجھ لیا ہو کہ حضرت سیدہ ناراض ہیں حالانکہ یہ بات نہیں (جیسا کہ محدثین کرام ومفسرین علماء اعلام نے تصریح فرمائی ہے اور فہمائش کے بعد یہ الفاظ بھی لکھے کہ سیدہ راضی ہوگئیں)

حضرت علی وحضرت عباس کا تسلیم کرنا

ایک اور طویل حدیث میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ عنہما نے باغ فدک وغیرہ (میراث رسول) سے اپنے حصہ کا مطالبہ ان سے کیا تو آپ نے فرمایا:

انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السمآء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "لانورث ماترکنا صدقۃ" یرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ قال الرھط قدقال ذٰلک فاقبل عمر علیٰ علی و عباس فقال انشدکما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ذٰلک قالا قدقال ذٰلک قال عمر فانی احدثکم عن ھٰذاالامر ان اللہ قد خص رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھٰذا لفیء بشیء لم یعطہ احداً غیرہ ثم قرء "وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ فکانت ھٰذہ خالصۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ مااحتازھا دونکم ولا استاثر بھا علیکم قد اعطاکموہ وبثھا فیکم حتیٰ بقی منھا ھٰذا المال وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق علیٰ اھلہ نفقۃ سنتھم من ھٰذا المال ثم یاخذ مابقی

فیجعله معجل مال الله فعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك حياته انشدكم بالله هل تعلمون ذلك قالوا نعم ثم قال لعلى و عباس انشدكما بالله هل تعلمان ذلك قال عمر ثم توفى الله نبيه صلى الله عليه وسلم فقال ابوبكر أنا ولي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبضها ابوبكر فعمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم والله يعلم انه فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفى الله أبا بكر فكنت أنا ولى ابى بكر فقبضتها سنتين من امارتى اعمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم وما عمل فيها ابوبكر والله يعلم انى فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانى تكلمانى و كلمتكما واحدة و امركما واحد جئتنى يا عباس تسئالنى نصيبك من ابن اخيك وجاء نى هذا يريد علياً يريد نصيب امرأته من ابيها فقلت لكما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا نورث ماتركنا صدقة" فلما بدالى ان ادفعه اليكما قلت ان شئتما دفعتها اليكما على ان عليكما عهد الله وميثاقه لتعملان فيها بما عمل فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم و بما عمل فيها ابوبكر وبما عملت فيها منذو ليتها فقلتما ادفعها الينا فبذلك دفعتها اليكما فانشدكم بالله هل دفعتها اليهما بذلك قال الرهط نعم ثم اقبل على على و عباس فقال انشدكما بالله هل دفعتها اليكما بذلك قالا نعم قال فتلتمسان بشىء قضاءً غير ذلك فوالله الذى باذنه تقوم السمآء والارض لا اقضى فيها قضاءً غير ذلك فان عجزتما عنها

فادفعاها الی فانی اکفیکماها ۔(بخاری شریف جلد اول، ص ۴۳۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہریے میں آپ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا (انبیاء کرام علیہم السلام کا) وارث کوئی نہیں بلکہ جو مال ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے حضرت عثمان کے گروہ نے کہا: واقعی یہی فرمایا ہے۔ حضرت عمر اب اس کے بعد حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ دونوں کے علم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ دونوں حضرات نے جواب دیا واقعی انہوں نے یہ فرمایا ہے: حضرت عمر نے فرمایا: اب میں آپ کے ساتھ اس معاملہ میں گفتگو کرتا ہوں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے فئی کے مال کو خاص اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرار دیا ہے اور دوسرے کو اس میں سے ایک چیز بھی نہیں دی پھر آپ نے پوری تلاوت فرمائی:

''اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (پ ۲۸، سورۂ حشر، آیت نمبر ۶)

پس یہ (مال فئی) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اللہ کی قسم انہوں نے تمہیں محروم بھی نہیں رکھا اور تم پر کسی کو ترجیح دے کر کسی ایک کو عطا بھی نہیں فرمایا وہ تمہارے درمیان بانٹتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے یہی مال (خیبر و فدک کے باغات اور مدینہ منورہ کی کچھ اراضی) باقی رہ گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنے اہل و عیال کا سال بھر کا

خرچ رکھ لیتے پھر باقی کو لے کر صدقہ کے مال کی طرح راہ خدا میں صرف فرما دیتے رسول خدا کا تا زیست یہی معمول رہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں (جو میں نے کہا) کیا یہ آپ کے علم میں ہے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ دونوں کے علم میں یہ بات ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں تو یہ انہوں نے اپنی تحویل میں رکھا اور حضرت ابوبکر نے اسے اسی طرح خرچ کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں یقیناً سچے تھے اور نیکوکار، راہ ہدایت پر چلنے والے اور حق وانصاف پر کار بند تھے۔

پھر حضرت ابوبکر کا قضاء الٰہی سے وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر کا جانشین میں ہوں دو سال سے میں نے اسے اپنی تحویل میں رکھا ہوا ہے اور اسے اسی طرح خرچ کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے اور پھر جس طرح حضرت ابوبکر نے خرچ فرمایا اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں سچا، نیکوکار، ہدایت پر اور حق کا تابع ہوں۔

پھر آپ (حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما) میرے پاس آئے اور اس سلسلہ میں مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں حالانکہ آپ دونوں حضرات کا مقصد ایک اور بات بھی ایک ہے یعنی اے عباس آپ اپنے بھتیجے کے مال میں سے اپنا حق مانگتے ہیں اور اسی لیے میرے پاس آئے ہیں اور حضرت علی اپنی بیوی کا ان کے باپ کی طرف سے حق چاہتے ہیں تو میں آپ حضرات کے سامنے بیان کر چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں جو مال

ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

پھر جب مجھے مناسب نظر آیا تو میں نے اسے آپ کی تحویل میں دے دیا لیکن اس شرط پر کہ اللہ کے عہد و پیمان کو مدنظر رکھو گے اور اس کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرو گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ فرمایا اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرچ کیا اور جس طرح آپ کی تحویل میں دینے سے پہلے میں خرچ کرتا رہا آپ حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں دے دیجئے، ہم ایسا ہی کریں گے تو میں نے وہ آپ کے سپرد کر دیا پس میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے اسی (مذکورہ) شرط پر آپ کی تحویل میں دیا تھا؟

گروہ نے اثبات میں جواب دیا: پھر حضرت علی اور حضرت عباس دونوں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا میں نے آپ دونوں کی تحویل میں اسے اسی شرط پر دیا تھا؟ تو دونوں نے جواب دیا: ہاں! فرمایا جب اس بات پر فیصلہ ہو چکا ہے تو مجھ سے اس کے سوا فیصلہ کیوں چاہتے ہو؟

اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں میں اس بارے اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اگر آپ اس کی نگرانی سے عاجز آ گئے ہیں تو مجھے واپس دے دیجئے میں اس کی نگرانی کے لیے اکیلا کافی ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے باغ فدک کو اسی ھیئت میں رکھا جس میں نبی کریم علیہ السلام نے رکھا تھا اور اس کی آمدنی انہی مصارف پر صرف کی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف کرتے تھے اس پر کسی کلمہ گو مسلمان کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ کہ ناراضگی ہی ترک کلام کا سبب ہو بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے والد گرامی کی حدیث سن کر وہ مطمئن ہو گئیں ہوں اس لیے پھر کبھی انہوں نے

حضرت ابوبکر سے فدک کے معاملہ میں گفتگو نہ کی ہو اور حضرت سیدہ کے ناراض نہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ برابر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گھر کے سارے اخراجات لیتیں تھیں اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس حضرت سیدہ کی تیمارداری کرتی تھیں اگر واقعی حضرت سیدہ ناراض ہوتیں تو ان کی اور ان کی بیوی کی خدمات کو ہرگز قبول نہ فرماتیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "من اغضبھا اغضبنی" جو شخص اپنے قول یا فعل سے قصداً فاطمہ کو غضب میں لائے اس کے لیے وعید ہے اس لیے کہ اغضاب کے معنیٰ یہی ہیں اور (یہ بات احادیث میں موجود ہے کہ) حضرت ابوبکر نے کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غضب میں لانے اور ایذا پہنچانے کا قصد ہرگز نہیں کیا بلکہ وہ بارہا مقام عذر میں فرماتے رہے۔

یا ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قرابه رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الى من ان اصل قرابتي (بخاری)

قسم ہے خدا کی اے رسول اللہ کی لخت جگر! مجھے اپنی قرابت سے حضور کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی زیادہ محبوب ہے۔

اور اگر حضرت سیدہ کا غضب میں ہونا بمقتضاء بشریت مان بھی لیا جائے تو یہ ان کا اپنا فعل ہے ہاں اگر اس لفظ کے ساتھ وعید ہوتی کہ "غضبت عليه غضبت عليه" یعنی جس پر فاطمہ غصہ ہوں گی تو اس پر میں غصہ ہوں گا تو اس صورت میں البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر الزام عائد ہوتا مگر اس طرح کے الزام سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچ سکتے اس لیے کہ حضرت سیدہ بارہا ان پر غصہ ہوئی ہیں جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون ص ۱۸۶ پر ہے کہ ایک بار حضرت سیدہ زہرا مولا علی سے ناراض ہوئیں تو حسن و حسین اور ام کلثوم کو لے کر اپنے میکہ چلی گئیں بلکہ بعض مرتبہ اس قدر غصہ ہوتیں کہ حضرت علی کو سخت سست بھی کہہ دیا کرتی تھیں جیسا کہ رافضی مذہب کی مضبوط کتاب "حق الیقین" کے صفحہ نمبر ۲۳۳ پر ہے کہ حضرت سیدہ نے ایک بار حضرت علی سے

ناراض ہو کر یہ جملہ کہہ دیا "مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ ومثل خائباں درخانہ گریختہ" حمل کے بچہ کی طرح ماں کے پیٹ میں چھپ گئے اور نامرادوں کی طرح گھر میں بیٹھ گئے۔

خلاصہ یہ کہ رافضی اور سنی دونوں کی معتبر کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے سیدہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ ان کی ناراضگی حضرت علی سے وقتی اور عارضی ہوتی تھی پھر اس کے بعد آپ راضی بھی ہو جاتی تھیں تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو حضرت ابوبکر پر حضرت سیدہ کی زبان سے ناراض ہونا ہی ثابت نہیں اور اگر حدیث شریف کے راوی کے خیال کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ ناراضگی بھی عارضی اور وقتی تھی جیسا کہ رافضی اور سنی دونوں کی روایات سے ثابت ہے کہ مطالبۂ فدک کے بعد حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بولنا چھوڑ دیا تھا تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا سفارشی بنایا یہاں تک کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا آپ سے راضی ہو گئیں جیسا کہ اہلسنت کی کتاب مدارج النبوۃ، کتاب الوفا، بیہقی، طبقات ابن سعد اور شروح مشکوٰۃ میں یہ روایت موجود ہے بلکہ محدث کبیر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطالبہ فدک کے بعد حضرت سیدہ (سلام اللہ علیہا) کے گھر گئے اور دھوپ میں ان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم، ص ۴۵۲)

اور رافضیوں کی کتاب محجاج السالکین میں ہے کہ

"ان ابابکر لما رای ان فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتكلم بعد ذلك فى امر فدك وكبر ذلك عنده فاراد استرضائها فاتاها فقال لها صدقت يا ابنة رسول الله فيما ادعيت ولكنى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسمها

فیعطی الفقرآء والمساکین و ابن السبیل بعد ان یؤتیٰ منها قوتکم والصانعین بها فقال افعل فیها کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیها فقال ذٰلك اللہ علیٰ ان افعل فیها ما کان یفعل ابوك فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن فقالت اشهد فرضیت بذٰلك واخذت العهد علیه و کان ابوبکر یعطیهم منها قوتهم ویقسم الباقی فیعطی الفقرآء والمساکین وابن السبیل"

(محاج السالکین بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، ص ۱۰۰ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

بے شک جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ مجھ سے تنگ دل ہو گئیں اور (انہوں نے مجھے) چھوڑ دیا اور فدک کے بارے میں بات کرنا ترک کر دیا تو یہ ان پر بہت گراں گزرا انہوں نے حضرت سیدہ کو راضی کرنا چاہا تو ان کے پاس گئے اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر! آپ نے جو کچھ دعویٰ (فدک کے بارے) کیا تھا سچا تھا لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ فدک کی آمدنی کو فقیروں، مسکینوں اور مسافروں میں بانٹ دیتے تھے اسی میں سے آپ کو اور فدک میں کام کرنے والوں کو دیتے تھے تو حضرت سیدہ نے فرمایا کہ تم ایسے ہی کرو جیسے میرے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کے واسطے وہ کام کروں گا جو آپ کے والد گرامی کرتے تھے تو حضرت سیدہ نے کہا: قسم ہے خدا کی آپ ضرور ویسا ہی کریں گے پھر حضرت ابوبکر نے کہا: بخدا میں ضرور کروں گا تو حضرت سیدہ نے کہا اے خدا گواہ ہو جا پھر حضرت سیدہ راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر سے عہد لیا اور وہ فدک کی آمدنی سے پہلے حضرت سیدہ وغیرھا کو دیتے تھے پھر باقی فقراء و

مساکین و مسافرین میں بانٹ دیتے تھے۔

رافضیوں کا ایک اور بے سروپا اعتراض اور اس کا جواب

رافضی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت کر دی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات ہی میں دفن کر دیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ سیدہ ان سے راضی نہیں ہوئی تھیں اور ان لوگوں کے مابین صلح صفائی نہیں ہوئی تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلسنّت کی معتبر کتابوں سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت ابوبکر میرے جنازے میں شریک نہ ہوں یہ رافضیوں کا افتراء اور بہتان ہے اس لیے کہ وہ ایسی وصیت کیسے کر سکتی تھیں جبکہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق بحیثیت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کو ہی تھا اسی لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو (اور ایک روایت کے مطابق سعید بن عاص کو) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھانے سے نہیں روکا اور فرمایا کہ اگر شریعت کا حکم ایسے نہ ہوتا تو میں جنازہ کی نماز تمہیں نہ پڑھانے دیتا۔

(اشعۃ اللمعات جلد سوم، ص ۴۵۴)

اور جب نماز جنازہ پڑھانے کا حق خلیفۃ المسلمین کو ہی تھا تو حضرت سیدہ کسی کی حق تلفی کی وصیت ہرگز نہیں کر سکتیں۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی وصیت کی نسبت حضرت سیدہ کی جانب غلط ہے البتہ انہوں نے مرض الموت میں یہ وصیت کی تھی کہ موت کے بعد (بھی) مجھے بے پردہ مردوں کے سامنے نہ نکالیں اس لیے کہ اس زمانہ میں یہ رسم تھی کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی بے پردہ نکالتے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے حضرت سیدہ کے جنازے کے لیے لکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا جس کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئیں لہٰذا ان کی وصیت انتہائی شرم و حیا کے سبب سے تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص نہ تھی بلکہ عام تھی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

حضرت سیدہ کو رات ہی میں دفن کر دیا اور سیدہ کے جنازہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شریک نہ ہونا بخاری یا صحاح یا کسی معتبر تاریخ کی روایت سے ثابت نہیں بلکہ ان کی شمولیت ہی نہیں بعض روایات کے مطابق سیدہ کے جنازہ مبارکہ کی نماز کی امامت ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمائی جیسا کہ طبقات ابن سعد میں امام شعبی اور امام نخعی سے دو روایتیں مروی ہیں۔

عن الشعبی قال صلّی علیها ابوبکر رضی الله عنه و عن ابراهیم قال صلّی ابوبکرِ الصدیق علیٰ فاطمة بنت رسول الله و کبر علیها اربعاً۔

(طبقات ابن سعد بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، ص ۱۰۲)

حضرت امام شعبی اور امام نخعی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں [1]

اور اگر جنازہ میں شریک نہ ہونا مان بھی لیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے کسی کو نہ بھیجا ہو تو حضرت ابوبکر نے سمجھا ہو کہ اس میں کوئی مصلحت ہے اس لیے شریک نہ ہوئے ہوں اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر انتظار میں

---

[1] حضرت مالک حضرت امام جعفر صادق سے اور وہ اپنے جد امجد حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہم جنازے میں شریک تھے جب ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اے ابی بکر آگے آئیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن آپ شاہد ہیں حضرت علی نے فرمایا ہاں! آگے آئیں خدا کی قسم آپ کے سوا ان پر کوئی نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں رات کو دفن کیا گیا اس روایت کی تخریج بصری نے اور ابن سمان نے الموافق میں کی۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۲۹۸ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی مطبوعہ فیصل آباد)

رہے ہوں کہ ان کو بلایا جائے گا اور حضرت علی نے یہ خیال کیا ہو کہ وہ خود آئیں گے اور رات کا وقت تھا اس لیے ان کی شرکت کے بغیر تجہیز و تکفین کر دی گئی کذا ذکرہ السمهودی فی تاریخ المدینة ۔

(اشعۃ اللمعات جلد سوم، ص ۴۵۴ بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، ص ۱۰۲)

رافضیوں کے نزدیک سیدہ کی نماز جنازہ صرف سات افراد نے ہی ادا کی

رافضیوں کی معتبر کتاب جلاء العیون از ملاں باقر مجلسی میں لکھا ہے کہ

"از امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازۂ فاطمہ نماز کردند ابوذر و عمار و سلمان و حذیفہ و عبداللہ ابن مسعود و مقداد و من امام ایشاں بودم" (جلاء العیون از ملاں باقر مجلسی مطبوعہ تہران ص ۱۶۰-۱۶۱)

امیر المومنین حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا صرف سات آدمیوں نے فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھی ابوذر، سلمان، عمار، حذیفہ، عبداللہ ابن مسعود اور مقداد اور میں ان کا امام تھا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف سات آدمیوں نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھی اور خود بنو ہاشم کے مندرجہ ذیل افراد بھی ان کے جنازہ مبارکہ میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت جعفر بن ابی طالب علاوہ ازیں حضرت قیس بن سعد، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت براء ابن عازب اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ تیرہ افراد وہ ہیں جن کو رافضی بھی مانتے ہیں اور یہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے ان کے بارے رافضی کیا کہیں گے کیا حضرت سیدہ ان سے بھی ناراض تھیں؟ کیا انہوں نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ میں میرے بیٹے امام حسن اور امام حسین بھی

شریک نہ ہوں لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جنازہ میں شریک ہونے یا نہ ہونے کو رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد بنانا ہی غلط ہے ورنہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے بھی کہنا پڑے گا کہ ان حضرات سے بھی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناراض تھیں اور جنازہ میں شریک نہ ہونے کی وصیت فرما گئی تھیں تو ثابت ہوا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اس کو آپ سے حضرت سیدہ کی ناراضگی کی دلیل ٹھہرانا بالکل غلط ہے اور شیعہ حضرات کے پاس اپنے اس غلط استدلال کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

اہلسنّت وجماعت کے ناقابل تردید دلائل حسب ذیل ہیں

اہلسنّت وجماعت کے پاس قرآن وحدیث سے یہ دلائل موجود ہیں کہ انبیاء کرام کا ترکہ (وراثت) ان کا علم ہوتا ہے دراہم ودینار نہیں ہوا کرتے ملاحظہ ہو کہ

حضرت شموئیل علیہ السلام کی قوم کے پاس جو تابوت آیا تھا کہ جس کو ملائکہ نوری اٹھا کر لائے تھے اس میں انبیاء سابقین علیہم السلام کا ترکہ تھا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ ؕ (البقرہ:۲۴۸)

"یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں (ترکہ ووراثت) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ترکہ کی۔"

کیا روافض بتا سکتے ہیں کہ اس ترکہ ووراثت میں (جو کہ آل موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے چھوڑا تھا) کتنی جائیداد کے کاغذات تھے؟ کتنے باغات کی دستاویزات یا کتنی اراضی کی رجسٹریاں تھیں یا کتنے لاکھ دراہم ودنانیر تھے؟

چلو روافض اپنی ہی کسی تفسیر یا حدیث یا کسی امام معصوم کے کسی قول سے بتا دیں؟ اس کے برعکس مختلف تفاسیر میں مرقوم ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

عمامہ، نعلین پاک، توریت کی کچھ تختیاں، حضرت ہارون علیہ السلام کے بھی تبرکات تھے جو کہ آل موسیٰ و آل ہارون کا ترکہ و وراثت انہیں پہنچی تھی ملاحظہ ہو تفسیر کبیر از امام رازی، خازن و جلالین و دیگر کتب تفاسیر۔

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ و وراثت اموال و جائیداد، دراہم و دنانیر نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ اپنی وراثت علمی چھوڑتے ہیں جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں شیعہ کتب کے حوالجات سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وراثت نہ چھوڑی تھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت درجہ کے فیاض تھے جو کچھ آتا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیا کرتے اور کچھ بھی اپنے پاس باقی نہ رکھا کرتے کئی کئی دن تک کاشانۂ نبوت کے چولہوں میں آگ نہ جلا کرتی اور کچھ کھجوروں اور پانی پر گزارا ہوتا اور بعض اوقات فاقہ کشی بھی ہوا کرتی تھی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز عصر ادا فرما کر فوراً اٹھے اور نہایت تیزی کے ساتھ اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے پھر علی الفور واپس آ گئے لوگوں کو تعجب ہوا (آپ ابھی تشریف لے گئے اور فوراً واپس تشریف لے آئے ہیں؟) تو ارشاد فرمایا کہ

> "سونے کی ایک چیز گھر میں پڑی رہ گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑی رہ جائے اس لیے میں اسے خیرات کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں۔" (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۶۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ آخری (ایام) مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت چھ سات اشرفیاں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ اسے خیرات کردیں مگر وہ مشغولیت کے سبب خیرات نہ کرسکیں تو آقا کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان اشرفیوں کو منگوا کر خیرات کردیا اور فرمایا:

"ماظنّ نبی اللہ لو لقی اللہ عزوجل وھذہ عندہ" (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۶۷)

اللہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) خدائے تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات فرمائے کہ اشرفیاں اس کے قبضہ میں ہوں تو یہ مقام نبوت کے منافی ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد دوم، ص ۴۸ از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغناء اور فیاضی و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی ذاتی ملکیت میں کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں تو ایسی صورت میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ وراثت اس چیز میں جاری ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہو اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مال چھوڑا ہی نہیں۔

ازواج مطہرات کے حجرے ان کی ملکیت تھے

روافض یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ کیا ازواج مطہرات جن حجروں میں رہتی تھیں وہ بطور میراث ان کو نہ ملے تھے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جو اپنے اپنے حجروں کی مالک ہوئیں تو وہ بطور میراث ان کو نہیں ملے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ میں ایک ایک حجرہ بنوا کر ان کو ہبہ کر دیا تھا اور اسی زمانہ میں انہوں نے اپنے اپنے حجروں پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور ہبہ جب قبضہ کے ساتھ ہو تو ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بھی گھر بنوا کر ان کے قبضہ میں دے دیا تھا جو ان کی ملکیت تھا اور پھر فدک مال فئی سے تھا اسی لیے محدثین کرام فدک کی حدیث کو باب الفئی میں لائے ہیں اور فئی کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا اس کے مصارف کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الحشر:۷)

"جو فئی دلایا اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور اس کے رسول

کی ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

اور مرقات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم، ص ۳۱۴ پر مغرب سے ہے کہ

"حکمہ ان یکون لکافۃ المسلمین" فئ کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے ہے۔

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"حکم فئ آنست کہ مر عامہ مسلمانان را می باشد و در وے خمس و قسمت نیست و اختیار آں بدست آنحضرت است۔" (اشعۃ اللمعات جلد نمبر ۳، ص ۴۴۶)

فئ کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے ہے اس میں خمس اور تقسیم نہیں ہے اور اس کی تولیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

معلوم ہوا کہ مال فئ وقف ہوتا ہے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی کو قرآن مجید کی تصریح کے مطابق اپنی ذات پر ازواج مطہرات اور بنی ہاشم پر غریبوں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ فرما دیتے تھے جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ فدک کسی کی ملکیت نہیں تھا بلکہ وقف تھا اور مال وقف میں میراث جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، ص ۹۴-۹۳)

ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو کچھ چھوڑیں سب صدقہ ہے

انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت مال نہیں علم ہوتا ہے مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۰)

ہم گروہ انبیاء (علیہم السلام) کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔

دیگر ارشادات نبوی کہ انبیاء کی میراث صدقہ ہوتی ہے

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا:

الیس قدقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ماترکناہ صدقۃ ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۹۱)

"کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔"

جب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ حدیث بیان فرمائی تو انہوں نے میراث طلب کرنے کا ارادہ ختم کر دیا۔

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ زوجہ رسول کے بھائی تھے انہوں نے فرمایا:

"ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ دیناراً ولا درھما ولا عبداً ولا امۃ ولا شیاً الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ و ارضاً جعلھا صدقۃً" (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۵۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت درہم و دینار اور غلام و باندی کچھ نہیں چھوڑا مگر ایک سفید خچر، اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جس کو حضور نے صدقہ فرما دیا تھا۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یقسم ورثتی دیناراً ماترکت بعد نفقۃ نسائی و مؤنۃ عاملی فھو صدقۃ

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے میں جو کچھ چھوڑ کر جاؤں میری ازواج کے مصارف اور عاملوں کا خرچہ نکالنے کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

انہی دلائل اور احادیث مبارکہ کو مدنظر رکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ آپ کے والد گرامی کے یہ ارشادات بھی ہیں اور آپ کا عمل مبارک بھی میرے سامنے ہے تو میں اسی عمل کو زندہ رکھتے ہوئے ان فرامین مصطفوی کی روشنی میں فدک کا معاملہ کروں گا تو سیدہ راضی ہو گئیں۔

اس حدیث مبارکہ پر صحابہ کرام واہل بیت عظام کی تصدیق صحت (رضوان اللہ علیہم)

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) مجمع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (اور بنو ہاشم) اہل بیت کرام علیہم السلام کی موجودگی میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قسم دیتے ہوئے فرمایا کہ

ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا نورث ماترکناہ صدقۃ“ قالوا قدقال ذلک: فاقبل عمر علیٰ علی و عباس فقال انشد کما باللہ ھل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدقال ذلک

(بخاری جلد دوم، ص ۵۷۵: مسلم شریف جلد دوم، ص ۹۰)

کیا آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہم کسی کو وارث نہیں بناتے تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے پھر وہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”میں آپ دونوں کو خدائے تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟“ تو ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایسا فرمایا ہے۔

یہ دونوں حضرات بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے تھے تو ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا تو انہوں نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی حدیث مبارکہ کی صحت کی تصدیق فرمائی یہی وجہ ہے کہ جب خود حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کا دور آیا تو انہوں نے بھی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضور علیہ السلام، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسی طرح تصرف فرمایا جس طرح باغ فدک میں ان کے پیشرو تصرف فرماتے رہے۔

اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہرایا جائے گا تو حضرت مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ کو اس الزام سے کس طرح بری تسلیم کیا جائے گا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اختیار میں یہی باغ فدک آیا مگر ان میں سے کسی نے بھی ازواج مطہرات حضرت سیدنا عباس اور ان کی اولاد امجاد کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ورنہ یہ تمام بزرگوار جو رافضیوں کے نزدیک معصوم اور اہلسنت کے نزدیک محفوظ ہیں حضرت عباس اور ازواج مطہرات کی حق تلفی جائز نہ رکھتے۔

ان تمام شواہد سے خوب واضح ہوگیا کہ انبیاء کرام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک نہ دیا نہ کہ بغض وعداوت کے سبب جیسا کہ روافض کا الزام ہے اس لیے کہ اگر حضرت سیدہ سے (معاذ اللہ تعالیٰ) ان کو دشمنی تھی تو ازواج مطہرات کو حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے ترکہ سے حصہ ملتا تو ان سے اور ان کے بھائی وغیرہ متعلقین سے کیا عداوت تھی کہ ان سب کو محروم المیراث کر دیا جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی صاحبزادی بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ابتدائے خلافت سے مشیر و رفیق تھے جن کو تقریباً نصف ملتا وہ کس دشمنی کے سبب وراثت سے محروم ہوئے؟

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد رسول: "لا نورث ما ترکناہ صدقة" کے سبب حضرت سیدہ کو فدک نہ دیا حدیث پر عمل کرنا ان پر لازم تھا اس لیے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت سیدہ کو خوش کرنے کے لیے انہیں حدیث کو پس پشت ڈال دینا چاہئے تھا اور ارشاد رسول پر انہیں عمل نہیں کرنا چاہئے تھا اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول پر عمل کیا تو ان پر الزام کیا ہے جبکہ یہ روایت کہ حضرات انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے رافضیوں کی معتبر کتابوں سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں تحریر کیا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بجائے فدک کے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پیش کر دی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب "حق الیقین" میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول "لا نورث ما ترکناہ صدقة" کو سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور کہا:

اموال و احوال خود را از تو مضائقہ نمی کنم آن چہ خواہی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی و شجرۂ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و تو حکم تو نافذ است در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر ا تو نمی توانم کرد" (حق الیقین از ملاں باقر مجلسی ص ۲۳۱)

میرے جملہ احوال و اموال میں آپ کو اختیار ہے آپ جو چاہیں بلا روک

ٹوک لے سکتی ہیں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور آپ کے فرزندوں کے لیے شجرۂ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔

رافضیوں کی اس مذہبی کتاب سے خوب واضح ہو گیا کہ حضرت سیدہ حضرت ابوبکر کے نزدیک بہت محترم تھیں اور وہ حضرت سیدہ کی بہت عزت کرتے تھے ہرگز ہرگز ان کے دل میں حضرت سیدہ کی طرف سے کوئی بغض وعناد نہ تھا صرف حدیث رسول کے سبب فدک ان کے حوالے نہ کیا خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دامن ہر طرح کے الزام سے پاک ہے اور ان پر باغ فدک کے غصب اور حضرت سیدہ کی دشمنی کا الزام لگانا سراسر غلط ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، ص ۱۰۳ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

سیدنا صدیق اکبر کی غزوات میں شرکت: جنگ بدر اور صدیق اکبر

پروفیسر محمد یوسف کیفی لکھتے ہیں کہ

غزوۂ بدر میں شمشیر اٹھائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر پہرہ دیتے رہے بدر کی لڑائی میں جب کفار قید ہو کر آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کی رائے سے اختلاف کیا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی رائے پر عمل کیا۔ (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۶۹)

غزوۂ احد اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کی فتح اچانک شکست میں بدل گئی اور مسلمان افراتفری کا شکار ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گنتی کے ان چند عزم و استقلال کے حامل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کے ثبات قدم میں ذرہ بھر فرق نہ

آیا اس جنگ میں اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری حفاظت کی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک پر ایک پتھر لگا اور خون بکثرت بہنے لگا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا حالانکہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے دے یہ نا سمجھ ہیں۔"

(تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۰-۶۹)

غزوۂ خندق اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

غزوۂ خندق میں مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی خندق کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا گیا جس نے اپنے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی (ماتحتی میں) پوری جانفشانی سے کام لے کر خندق کی حفاظت کی جس مقام پر یہ محافظ فوجی دستہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں نماز ادا کیا کرتا تھا وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی جو "مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" کے نام سے آج تک وہاں موجود ہے۔ (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۰)

صلح حدیبیہ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کی شرائط پر جو بظاہر مغلوبانہ تھیں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے قراری کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کی قوت ایمانی نے انہیں ثابت قدم رکھا اور فرمایا:

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھامے رہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے درست ہے۔"

جب عروہ بن مسعود قریش کا ایلچی بن کر آیا اس غرض سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرعوب ہو کر مع اپنے رفقاء کے واپس ہو جائیں گے عروہ کی ان بے جا باتوں کو سن کر

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر بتوں کی پوجا کرنے والوں کا ارادہ جنگ کا ہے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے روگردانی نہیں کریں گے"۔

اس نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابوبکر بن ابی قحافہ" عروہ کہنے لگا! اے ابوبکر! اگر تمہارے احسان میرے سر پر نہ ہوتے تو میں تم کو آج تلوار سے جواب دیتا۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین و طائف اور جنگ تبوک سب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور جان و مال سے ہر ممکن خدمت کرتے رہے۔ (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۰)

فتح مکہ اور حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

فتح مکہ کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو خدمت نبوت میں لے آئے محسن انسانیت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی میں خود ہی چلا جاتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! ان کا ہی حاضر ہونا ضروری تھا چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔ (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۱)

جنگ حنین اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جنگ حنین میں بھی جب دشمنان اسلام بنی ثقیف اور بنی ہوازن کے قبائل نے پہاڑوں کے اندر چھپ کر لشکر اسلام پر حملہ کر دیا لشکر اسلام چونکہ تنگ دروں سے گزر رہا تھا اور متفرق دستوں کی شکل میں تھے اچانک دشمن کے حملے نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

منتشر ہونے پر مجبور کر دیا رات کی تاریکی نے دشمن کو اور مدد پہنچائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نازک اور انتہائی کڑے وقت میں کمال پامردی اور استقلال و استقامت کا مظاہرہ فرمایا آخر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔

(تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۱)

غزوۂ تبوک اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مہم تبوک کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی صاحب مقدور صحابہ رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر چندہ دیا جانثاروں میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ میں اس کار خیر میں بڑھ جاؤں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا چندہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گھر کس قدر چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا کہ اس کے برابر (یعنی آدھا مال لے آیا ہوں اور آدھا گھر چھوڑ آیا ہوں) چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنا چندہ پیش کیا تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) گھر میں کس قدر چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا: ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنی مشہور زمانہ کتاب بانگ درا میں "صدیق رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے نظم کیا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

یہ دیکھ کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔"

یاد رہے کہ اس مہم کے علمبردار اعظم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور

ساتھ ہی لشکر کی امامت اور جائزہ کا منصب بھی اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۷۲-۷۱)

وفات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسباب

بعض ارباب قلم کے نزدیک آپ کی وفات کا سبب اس زہر کا عود کر آنا تھا جو کہ غار ثور میں سانپ کے کاٹنے سے آپ کے جسد مقدس میں سرایت کر گیا تھا۔

بعض محدثین نے فرمایا کہ ایک کھانے میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا گیا جس کا ایک ہی لقمہ آپ نے کھایا تھا کہ معلوم ہو گیا اس میں زہر ملا ہوا ہے چنانچہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا یہ زہر آپ کی وفات کا سبب بنا بعض نے لکھا کہ یہودیوں نے آپ کو ارزہ میں زہر دے دیا تھا۔[1]

علامہ محب طبری علیہ الرحمت فرماتے ہیں:

"ابن شہاب نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حلوے کا ہدیہ آیا تو اسے آپ نے حضرت حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کھانا شروع کر دیا۔ حارث نے عرض کیا اے خلیفۃ الرسول: کھانے سے ہاتھ اٹھا لیں اس میں ایک سال تک اثر کرنے والا زہر ہے لہٰذا میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہوں گے۔

آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا تو وہ دونوں مسلسل بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سال پورا ہونے پر دونوں حضرات ایک ہی روز اللہ کو پیارے ہو گئے۔" (الصفوت، فضائل ابوبکر، درالثمینہ فی اخبار المدینہ)[2]

---

[1] وقیل ان الیہود سمت لہ فی ارذۃ (الریاض النضرہ جلد اول ص ۲۵۹ مطبوعہ فیصل آباد)

[2] عن ابن شہاب قال: کان ابوبکر و الحارث بن کلدۃ یاکلان حریرہ اھدیت لابی بکر: فقال الحارث لابی بکر ارفع یدیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فیھا لسم سنۃ وانا وانت نموت فی یوم واحد فرفع یدہ فلم یزالا علیلین حتی ماتا فی یوم واحد عند انقضاء سنۃ (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد نمبر ا ص ۲۵۹ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا باعث ان کے ہر وقت غمزدہ رہنے کا مرض ہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔[1]

صفوت میں بیان کیا گیا کہ آپ کا غم پوشیدہ تھا جو اندر ہی اندر آپ کو کھاتا رہا۔[2]

زبیر بن بکار سے روایت ہے آپ غم واندوہ کی وجہ سے مسلسل کمزور اور لاغر ہوتے گئے اور یہی ان کی موت کا باعث تھا۔[3]

کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا کہ

تو نے تو کر دیا طبیب، آتشِ سینہ کا علاج
پھر بھی یہ دُودِ آہ سے بوئے کباب آئی کیوں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں شب و روز مغموم و محزون رہنے کی وجہ سے انتہائی لاغر اور کمزور ہوتے چلے گئے وفات سے پندرہ روز قبل (سردی کا موسم تھا) آپ نے غسل فرمایا اس سے بخار ہوا مسلسل پندرہ یوم بخار آتا رہا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

''مرض کے آغاز میں انہوں نے سردی کے دن میں غسل کر لیا تو انہیں پندرہ روز بخار آتا رہا اس صورت میں آپ نماز کے لیے نہ نکلتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے حکم سے لوگوں کو نماز پڑھاتے لوگ ان کے پاس آیا کرتے (تیمارداری کیا کرتے) مگر ان کی طبیعت دن بدن بوجھل ہوتی گئی اور آپ یہ آیت پڑھتے تھے۔

''وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ○

(سورہ ق:۱۹)[1]

---

[1] عن ابن عمر قال: كان سبب وفاة ابی بكر كمد ما زال يزيل حتى مات

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۲۵۸)

[2] فی الصفوة والكمد الحزن المكتوم تقول منه كمد يكمد فهو كمد و كميد (ایضاً)

[3] وعن الزبير بن البكار انه كان به طرف من السل (ایضاً)

''اس روایت کی تخریج فضائلی اور صاحب فضائل اور صاحب الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ نے کی''۔ [۲]

---

[۲] وعن عائشة قالت كان اول مرضه ان اغتسل فى يوم بارد فحم خمسة عشر يوما لايخرج الى الصلوة وكان يأمر عمر بن الخطاب يصلى بالناس فدخل الناس عليه يعودونه وهو يثقل كل يوم يقول "وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ٥" خرجه الفضائلى و صاحب الفضائل و صاحب الدر الثمينة فى اخبار المدينة (الرياض النضره جلد اول، ص ۲۵۸)

"وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ٥"

حضرت سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت (بوقت نزع) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے جسے سیدہ نے خود بیان کیا اور ابن سعد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ

''جب ابا جان کو مرض میں زیادہ تکلیف ہوئی تو میں نے یہ شعر پڑھا

لعمرك ما يغنى الثراء عن الفتىٰ

اذا حشرجت يوماً وضاق بها الصدر

آپ کی عمر کی قسم! جب ہچکی لگ جاتی ہے اور سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو پھر مال کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

یہ شعر سن کر آپ نے چادر اپنے چہرے سے ہٹائی اور مجھ سے فرمایا: نہیں بلکہ ایسا کہو کہ ''موت کے وقت سکرات ہوتی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۱)

ابو یعلیٰ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئی تو آپ حالت نزع میں تھے بس بے ساختہ میری زبان سے نکلا

من لايزال دمعه مقنعا

فانه فى مرة مدفوق

آج آپ کو سخت مرض لاحق ہو گیا ہے   اللہ آپ کی روح کو توفیق بخشے (اللہ آپ پر رحم فرمائے)

یہ سن کر آپ نے فرمایا: یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ سکرات موت کا آنا ضروری ہے یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۵۱ مطبوعہ کراچی)

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بالیں پر یہ شعر پڑھنے لگیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

استخلاف حضرت سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

آپ کا مرض جب روز بروز بڑھنے لگا اور افاقہ سے مایوسی ہونے لگی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلا کر خلافت کے متعلق مشورہ فرمایا اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا نام (خلافت کے لیے) پیش کیا حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

''عمر کے (خلافت کا) اہل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے لیکن وہ کسی قدر متشدد (سخت طبیعت) ہیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میرے خیال میں عمر کا باطن ظاہر سے اچھا ہے۔''

(بقیہ حاشیہ)

وکل ذی ابل یوما سیورثھا
وکل ذی سلب لابد مسلوب

ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے — اور ہر کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے

آپ فوراً (ان کا) مدعا سمجھ گئے اور فرمایا: بیٹی اس طرح نہیں بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''موت کی بے ہوشی تو ضرور آ کر رہے گی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کے سامنے یہ شعر پڑھا کہ

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

بہت سے ایسے روشن چہرے والے ہیں ابر ان کے چہروں سے پانی حاصل کرتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''یہ شان تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۵۲ مطبوعہ کراچی)

لیکن بعض صحابہ کرام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد کے باعث پس و پیش تھا چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو شکایت کی کہ آپ عمر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں حالانکہ جب وہ آپ کے سامنے اتنے متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم خو ہونا پڑے گا۔''

اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا: آپ عمر کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین (خلیفہ) بناتے ہیں ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے ہاں جا رہے ہیں وہاں کیا جواب دیں گے؟

فرمایا: میں عرض کروں گا خدایا: میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان سب سے اچھا ہے۔

غرض: سب کی تشفی فرما دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوانا شروع کیا ابتدائی الفاظ لکھے جا چکے تھے کہ غش آ گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا پڑھ کر سناؤ انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور فرمایا: خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔

غرض: عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو حکم دیا کہ (وہ اسے) مجمع عام میں سنا دے اور خود بالا خانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ

''میں نے اپنے کسی عزیز یا بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔''

سب حاضرین نے اس انتخاب پر ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' کہا۔ اس کے بعد حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں فرمائیں جو ان کی کامیاب خلافت کے لیے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد قسم اول، جلد نمبر ۳، ص ۴۲)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیتیں

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد اپنے خانگی اور ذاتی معاملات کی طرف متوجہ ہوئے: حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے مدینہ یا بحرین میں اپنی ایک جاگیر دے رکھی تھی لیکن خیال آیا کہ اس طرح (کہ یہ صرف سیدہ عائشہ کو ہی دے دی جائے تو) دوسرے ورثاء کی حق تلفی ہوگی اس لیے فرمایا:

"جان پدر! افلاس و امارت دونوں کیفیات میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے کیا تم اس میں اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو شریک کر لو گی؟" حضرت عائشہ نے اس کی حامی بھر لی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول، جلد سوم، ص ۱۳۶)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنابہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ۲۰ بیس وسق (تقریباً پانچ من) کھجوریں جو درختوں میں لگی ہوئی تھیں (ابھی اتاری نہ گئی تھیں) ہبہ فرمائیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: بیٹی

"میں نے تمہیں ۲۰ بیس وسق کھجوریں ہبہ کی تھیں اگر (اس وقت) تم ان کو توڑ کر ان پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر آج تو اس میں میراث جاری ہوگی اور وارث تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں پس اب ان کو احکام قرآن مجید کے موافق تقسیم کر لینا" اس پر حضرت سیدہ نے عرض کی ابا جان! اگر اس سے بہت زیادہ بھی ہوتیں جب بھی میں اس ہبہ سے

دستبردار ہو جاتی لیکن یہ تو فرمائیے کہ میری تو ایک ہی بہن "اسماء" ہیں یہ دوسری کون ہیں؟

آپ نے جواب دیا بنت خارجہ (زوجہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما) کے پیٹ میں مجھے لڑکی دکھائی دیتی ہے (وہ اب لڑکی سے حاملہ ہیں اور اس حمل سے لڑکی ہی پیدا ہو گی) ۱-۲

(ابن ماجہ شریف، کرامات صحابہ ص ۱۱، جمال الاولیاء ص ۲۸ از مولوی اشرف علی تھانوی تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۰)

اس کے بعد آپ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لیے وصیت فرمائی اور کہا کہ "ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں۔ عائشہ میرے انتقال کے بعد (فوراً) یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۱-۲: کرامات صحابہ اور جمال الاولیاء دونوں کتابوں میں بیاران دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے عجیب منطق ہے یہی مولوی صاحب دیگر کتب میں علوم غیبیہ عطائیہ برائے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات کا زبردست انکار کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ) کا علم غیب (ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟) بڑے طمطراق سے لکھ رہے ہیں معلوم ہوا کہ ان کا مذہب و مسلک کچھ نہیں سوائے اس کے کہ بغض محبوب خدا سے ان کے سینے جل بھن رہے ہیں ورنہ جو شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لیے ثابت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیوں نہیں؟ ۲ محمد مقبول احمد سرور رئیس التحریر والتقریر حضرت علامہ پیر سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی سیالوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"خیال رہے کہ اس (واقعہ) میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی ۲ دو کرامات ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں میرا وصال ہو جائے گا دوسری یہ کہ ام حبیبہ بنت خارجہ بن زید (رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت صدیق اکبر) کے ہاں جو اولاد بعد از وفات (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئی تھی وہ لڑکی ہے اور پھر ایسا ہی ہوا بنت خارجہ کے بطن سے ام کلثوم پیدا ہوئیں معلوم ہوا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بوسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم علم مافی الارحام عطا ہوا جب غلاموں کے علم کا یہ عالم ہے کہ آئندہ پیش آنے والے حالات ان کے سامنے عیاں ہیں تو پھر آقا علیہ السلام کے علم کا کیا مقام ہو گا علم خیر الانام کا انکار در پردہ عطاء رب ذوالجلال و الاکرام کا انکار ہے اور سعید الفطرت لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کا انکار ہرگز ہرگز نہیں کرتے۔

(خلفاء رسول ص ۱۸۱ از حضرت علامہ خضر حسین چشتی مطبوعہ مکتبہ چشتیہ قادریہ فیصل آباد)

کے پاس بھیج دی جائیں چنانچہ یہ چیزیں حضرت عمر کے پاس بھیج دی گئیں"
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میری تجہیز و تکفین کے بعد (فارغ ہو کر) دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے اگر ہو تو وہ بھی حضرت عمر کے پاس بھیج دینا (بعد میں جب) گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی چیز کاشانہ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول، ص ۱۳۶، جلد نمبر ۳)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ
جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مرض الموت طاری ہوا تو انہوں نے فرمایا "میرے مال میں جو زیادہ چیزیں دیکھیں انہیں حکومت کے خزانے میں جمع کروا دیں" پس لوگوں کو وہ مال دے کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا پھر ہم نے دیکھا ان کے پاس ایک غلام تھا جو ان کے بچوں کو اٹھایا کرتا تھا اور ایک آب کش اونٹ تھا جس سے باغ کو پانی دیتے ان دونوں کے ساتھ بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا:
"اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد والوں کو سخت مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، ص ۳۴۶-۳۴۷ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی)

بغوی نے معجم میں اس مفہوم کی روایت نقل کرتے ہوئے مزید کہا کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے بیٹی! میں قریش میں بڑا تاجر تھا اور ان میں زیادہ مالدار تھا جب میں خلافت میں مشغول ہوا تو میں نے دیکھا کہ مجھے اس مال سے جو کچھ ملا ہے وہ یہ سوتی کپڑے کی عباء، دودھ دوہنے والے دو برتن اور دو غلام ہیں جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ سب کچھ فوراً ابن خطاب کو بھیج دینا اے بیٹی جو کپڑا میں نے اوڑھ رکھا ہے اسی سے میرا کفن بنا لینا۔"
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے روتے

ہوئے عرض کیا: ابا جان! ہم اس سے بہتر دیں گے تو آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تیری بخشش فرمائے میت کا کفن ہی تو ہے'' حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب آپ کا وصال ہو گیا تو میں نے ابن خطاب کی طرف اس امر کا پیغام بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے باپ پر رحم فرمائے۔ قلعی نے ان دونوں معنوں کی روایت کرتے ہوئے اس قول کے بعد کہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی بھیجی ہوئی چیزیں پہنچیں تو ان میں نہ دینار تھے نہ درہم سوائے خادم اور ناقہ اور دودھ دوہنے والے کے کیونکہ یہی چیزیں ان کے پاس تھیں چنانچہ جب ان کے جنازے سے واپسی پر ان چیزوں کے بارے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر کو پیغام بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد آنے والے کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔''

(الریاض النضرہ جلد اول، ص ۳۴۸-۳۴۹ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی مطبوعہ فیصل آباد)

امام ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نے تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا کہ

''اس وقت جو کپڑا میرے بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا حضرت عائشہ نے عرض کیا یہ تو پرانا ہے کفن کے لیے نیا ہونا چاہیے تو فرمایا'' زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں میرے لیے یہی پھٹا پرانا کافی ہے۔'' (طبقات ابن سعد قسم اول، جلد سوم، ص ۱۳۶)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے فرمایا:

''آج کون سا دن ہے؟'' ہم نے عرض کیا پیر کا دن ہے: آپ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟'' ہم نے کہا پیر کے دن

تو آپ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ آج میرا آخری دن ہے'' ہم نے عرض کیا کہ ان پر سرخ کیچڑ سے رنگا ہوا کپڑا تھا چنانچہ انہوں نے فرمایا: ''میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اسی چادر میں غسل دے کر اس کے ساتھ دو نئی چادریں اور ملا لینا اور تین کپڑوں میں میری تکفین کر دینا'' ہم نے کہا: ہم تینوں چادریں ہی نئی آپ کے کفن میں استعمال کر لیں؟ فرمایا: ''نہیں وہ کپڑا میت کے جسم کا پانی سمیٹنے کے لیے ہے'' پس آپ کا وصال پیر کو ہو گیا۔''[1]

(بخاری، مسند احمد، الریاض النضرہ جلد اول، ص ۴۴۹ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میرے ابا جان نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن کتنے کپڑوں میں تھا؟ میں نے کہا: تین سوتی چادریں تھیں جن میں قمیص مبارک اور دستار مبارک نہ تھی یہ بات سن کر میرے باپ نے اپنے بستر کی چادر کی طرف دیکھا جو مرض کے دنوں میں ان کے استعمال میں تھی اور اس میں زعفران یا سرخ مٹی کا رنگ تھا انہوں نے چادر کو دیکھتے ہوئے فرمایا ''مجھے اس میں غسل دینا اور دو چادریں مزید ملا لینا۔'' (الریاض النضرہ اردو جلد اول، ص ۴۵۰-۴۴۹)

علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

''انتقال سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ

---

[1] مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے تاریخ الخلفاء کے حوالے سے اپنی کتاب کرامات صحابہ میں نقل کیا ہے کہ ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ کے تحت بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارفانی سے کس دن رحلت فرمائی حضرت عائشہ ام المومنین نے کہا پیر کے دن آپ نے فرمایا کہ میں ایک دن بعد اسی چیز کا امیدوار ہوں "فتوفی لیلة الثلثاء و دفن قبل ان یصبح" چنانچہ آپ نے منگل کی رات کو (پیر کا دن گزار کر) داعی اجل کو لبیک کہا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کر دیا گیا (کرامات صحابہ ص ۱۱۲ از مولوی اشرف علی تھانوی)

کیا اس روایت سے آپ کا علم بای ارض تموت ثابت نہیں ہوتا؟

ع یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا

میرے تابوت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے سامنے لا کر رکھ دینا اور السلام علیك یارسول اللہ کہہ کر عرض کرنا حضور! ابوبکر آپ کے آستانہ پاک پر حاضر ہوا ہے اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گا مجھے اندر لے جانا ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا گیا اور ابھی وہ کلمات پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے تھے کہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔'' (شواہد النبوت از علامہ جامی: خلفاء رسول ص ۸۴-۸۳)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غسل کی وصیت حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس کے لیے فرمائی تھی چنانچہ انہوں نے ہی انہیں غسل دیا۔ (الریاض النضرہ اردو ترجمہ جلد اول، ص ۴۵۶ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلاں شخص منافق ہے وہ میری قبر میں نہ اترے۔

(ایضاً ص ۴۵۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میں رات کو انتقال کر جاؤں تو کل صبح کا انتظار نہ کرنا اس لیے کہ مجھے دنوں اور راتوں سے زیادہ محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت ہے۔'' (ایضاً ص ۴۵۷)

وفات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

علامہ محب طبری لکھتے ہیں کہ

سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۲ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری بروز پیر مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ○ (الریاض النضرہ اردو جلد اول، ص ۴۴۹)

ابن اسحاق نے کہا: آپ کا وصال ۲۱ جمادی الآخر جمعۃ المبارک کے روز ہوا تھا یہ

روایت ابوعمرو نے بیان کی اور پہلی روایت درست ہے۔ (ایضاً ص ۴۴۹)

آپ کی وصیت کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور آپ کے لخت جگر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ان کے اوپر پانی بہایا اور وصیت کے مطابق ہی کفن دیا گیا آپ کو کفن پہنانے کے بعد اس چارپائی پر لٹا دیا گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمایا کرتے تھے یہ چارپائی صاج کی لکڑی اور کھجور کے پتوں کے بان سے بنی ہوئی تھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی میراث میں فروخت ہوئی جیسے حضرت معاویہ کے معالی ایک شخص نے چار ہزار درہم میں خریدا اور لوگوں کے لیے تبرک مقرر کیا۔

(الریاض النضرہ جلد اول ص ۴۵۱-۴۵۰ اردو)

ابومحمد سے روایت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ منبر کے پاس مسجد نبوی شریف میں پڑھائی اور ان پر چار تکبیریں کہیں۔ (ایضاً ص ۴۵۱)

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ مبارکہ در رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لایا گیا اور عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ابوبکر حاضر ہیں تو دروازہ کھل گیا اور آواز آئی کہ

او صلوا الحبیب الی الحبیب ۔ حبیب کو حبیب سے ملا دو۔[1]

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۵، ص ۴۷۸ شواہد النبوت از علامہ جامی)

---

[1]: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خواب

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اس امر پر اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں سپرد خاک کیا جائے؟ بعض صحابہ کرام نے کہا کہ ان کو شہداء کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے اور بعض کی رائے تھی کہ جنت البقیع میں آپ کی مزار بنائی جائے لیکن میری قلبی خواہش تھی کہ آپ کو میرے اسی حجرے میں دفن کیا جائے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد منورہ ہے ابھی یہ گفتگو (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین) جاری تھی کہ مجھ پر اچانک نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں نے خواب میں کسی کہنے والے کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ "ضموا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب سے ملا دو: خواب سے بیدار ہوئی تو میں نے لوگوں سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عروہ اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت[1] کی تھی کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ) اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہ آواز تو ہم لوگوں نے بھی سنی ہے اور مسجد نبوی شریف کے اندر بہت سے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز سنائی دی ہے اس کے بعد تمام صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر روضہ انور کے اندر بنائی جائے اس طرح آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قرب خاص سے سرفراز ہو گئے۔ (شواہد النبوت از علامہ جامی ص ۱۵۰ بحوالہ تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۳۰۲)

صاحب تاریخ کبیر لکھتے ہیں کہ

"جب حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ مقدسہ لے کر لوگ حجرۂ منورہ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا:

"السلام علیك یارسول الله هذا ابوبکر" یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابوبکر ہیں۔ یہ عرض کرتے ہی روضہ منورہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ تمام حاضرین نے قبر انور سے یہ غیبی آواز سنی کہ "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کر دو حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت حاصل ہونے کے بعد آپ کو پہلوئے مصطفےٰ میں دفن کر دیا گیا۔

(تاریخ کبیر جلد نمبر ۵، ص ۸۷۴، شواہد النبوت ص ۲۶۳)
(تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۲۹۹ از پروفیسر محمد یوسف کیفی)

پہلوئے مصطفےٰ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا
اور پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

[1] ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات حیرت انگیز خواب دیکھا کہ تین چاند میری گود میں آگئے ہیں بڑا عجیب و غریب خواب تھا اپنے والد ماجد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے اس کا تذکرہ کیا جو سارے عرب میں بہترین معبر کی حیثیت سے مشہور تھے اور خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کے ماہر تصور کیے جاتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے پہلوئے مبارک میں دفن کیا جائے چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے لیے (وصیت کے بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں حجرۂ سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا میں) قبر کھودی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ مبارکہ کے متوازی آپ کا سر مبارک رکھا گیا اور آپ کی قبر کی لمبائی روضۂ اطہر کے برابر رکھی گئی۔
(تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۲-۱۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا اور متعدد روایات میں ہے کہ آپ کو رات (شب انتقال) ہی میں دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۳)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آخری کلمات یہ تھے:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ٥

''(اے میرے پروردگار) مجھے مسلمان فوت فرما اور صالحین میں شامل فرما۔'' (الریاض النضرۃ اردو جلد اول، ص ۲۵۱)

ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر مکہ میں کہرام مچ گیا (امام سیوطی نے ایسے ہی لکھا ہے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ

(بقیہ حاشیہ) یہ ہے کہ خلاصۂ کائنات اور افضل الخلائق تین انسان تیرے حجرے میں دفن ہوں گے۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۵، ص ۳۶۸)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور آپ حجرہ عائشہ میں (قیامت تک) محو استراحت ہوئے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عائشہ! یہ تیرے (ان تینوں چاندوں میں سے) ایک چاند ہیں (دلائل الخیرات) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا وصال ہو جائے گا کیا آپ اجازت فرماتے ہیں کہ میں بھی بعد میں آپ کے پہلو میں دفن کر دی جاؤں؟ تو فرمایا کہ ''انی لک ذلک الموضع مافیہ الاقبری وقبر ابی بکر و عمر و قبر عیسی بن مریم'' تیرے لیے وہاں جگہ کب ہو گی اس میں میری، ابوبکر و عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبریں ہوں گی۔
(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد نمبر ۸، ص ۲۲۸)

منورہ میں ہوا تو یہ کیفیات اہل مدینہ کی ہوئیں کہ شہر کے لوگ سراسیمہ و پریشان پھر رہے تھے) یہ شور و غوغا سن کر آپ کے والد ابو قحافہ نے فرمایا کہ یہ سب کیا ہے؟ (ابو قحافہ کی آنکھوں سے بینائی ختم ہو چکی تھی) لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند کا انتقال ہو گیا ہے یہ سن کر انہوں نے فرمایا "عظیم حادثہ ہے؟ پھر فرمایا کہ ان کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ لوگوں نے کہا: حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرمایا: اچھا ان کے دوست۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۵۳)

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر خفاف بن ندبہ السلمی نے یہ مرثیہ پڑھا:۔

لیس لحی فاعلمنہ بقا

وکل دنیا امرھا لفنا

میں اچھی طرح جان گیا کہ زندگی کو بقا نہیں اور ساری دنیا فنا ہونے والی ہے

والملك فی الاقوام ستودع

عاریة فالشرط فیہ الاداء

تمام اقوام میں (مسلم ہے کہ یہ) ملک مستعار ہے اس میں یہ شرط ادا کرنا ہی ہو گی

والمرء یسعیٰ ولہ راوید

تندبد العین وشار الصدا

انسان سعی کرتا ہے مگر اس کے لیے صرف امید ہے آنکھیں روتی ہیں اور طائر برانگیختہ ہوتا ہے

یھرم او یقتل او یقھرہ

یشکوہ سقم لیس فیہ شفاء

بوڑھا ہو کر مرے یا قتل ہو یا مرض سے موت آئے مگر سب مرض ہی کی شکایت کرتے ہیں

ان ابـابـكـر هـو الـغـيـث ان

لـم تـزرع الـجـوزاء بـقـلا بـمـا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ابر رحمت تھے جو سوکھی کھیتیوں پر سدا برستے تھے

تـالله لايـدرك ايـامـه

مـجـتـهـدا اشـد بـارض فـضـا

جس نے حضرت صدیق کے عہد کو پانے کی سعیٔ بلیغ کی وہ ان کی طرح نیک اعمال بجالاتا ہے؟

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص۱۵۴-۱۵۳ مطبوعہ کراچی)

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد گرامی کی قبر انور کے پاس سے گزریں تو آپ نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے چہرہ کو تروتازہ بنایا ہے آپ شکر کریں کہ آپ کی کوشش نیک ہے آپ نے دنیا کو ذلیل جانا تو اس سے اعراض کیا اور آخرت کو معزز سمجھا تو اسے قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا گم ہو جانا بہت بڑی مصیت اور بہت بڑا المیہ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آپ کے لیے بہتر بدلہ کا وعدہ ہے اور ہم آپ پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعدہ کو پورا کرنے اور آپ کو اچھا بدلہ دینے کی دعا کرتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو''

اس روایت کو ابن مثنی نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول عربی ص ۲۶۵، اردو ص ۲۶۴-۲۶۳ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال سات ماہ مسند خلافت پر فائز رہے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۳)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر شریف کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے زیادہ مشہور اور کثیر اقوال کے مطابق آپ کی عمر ۶۳ تریسٹھ سال تھی اور ان کی خلافت کی مدت شامل کرنے سے ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مطابق ہو جاتی ہے۔

پیش ازیں ہجرت کے آخر میں بیان کردہ روایت (جس میں آپ کی عمر رسول اللہ علیہ السلام سے زیادہ بیان کی گئی ہے اور ان کی پیدائش حضور کی ولادت سے قبل بتائی گئی ہے) اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے اور یہ روایت درست تر ہے۔

طائی نے اربعین میں بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عام الفیل سے کچھ دن کم چار ماہ بعد پیدا ہوئے اور ان کی مدت خلافت دو سال دو ماہ پچیس دن اور بعض کے نزدیک دو سال تین ماہ سات دن ہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دو سال تین ماہ بارہ روز بعد رحلت فرمائی ان کے علاوہ بعض نے دو سال تین ماہ دس روز بتائے اور ابو عمر وغیرہ کے نزدیک دو سال تین ماہ بیس روز کی مدت ہے۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول، عربی ص ۲۶۱، اردو ص ۴۵۴-۴۵۷ مطبوعہ فیصل آباد)

ابن نجار نے اخبار المدینہ میں حکایت بیان کی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں بقید حیات تھے (یہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے اپنے والد کی زندگی میں وصال فرمایا اور یہ آپ کی خصوصیات و اولیات سے ہے) اور ان کے چھ ماہ کچھ دن بعد تک زندہ رہے انہوں نے ۹۷ ستانوے سال کی عمر پائی اور چار محرم الحرام ۱۴ ہجری کو مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۵۳، الریاض النضرہ اردو ص ۴۵۸، عربی ص ۲۶۲)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نصائح اور حکمت آموز کلمات

احمد نے کتاب الزہد میں سلمان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا:

"اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو: اچھی طرح یقین کر لو کہ وہ وقت قریب ہے جب ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جائے گی اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر چیز میں تمہارا کتنا حصہ ہے؟ تم نے کیا کھایا اور کیا چھوڑا؟
یاد رکھو کہ جس نے پانچوں وقت کی نماز ادا کی وہ صبح سے شام تک اللہ کی حفاظت میں آ گیا اس کو کون مار سکتا ہے؟ اور جس نے اللہ کی اس ذمہ داری سے عہد شکنی کی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دے گا"

آپ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ
"صالحین دنیا سے یکے بعد دیگرے اٹھا لیے جائیں گے صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس طرح بیکار ہوں گے جیسے جو اور کھجور کا چھلکا اور ان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی تعلق نہیں ہوگا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۷۵ مطبوعہ کراچی)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک درخت کے سائے میں ایک چھوٹی چڑیا دیکھی تو ایک سرد آہ بھری اور فرمایا:

"اے چڑیا: تو بڑی خوش نصیب ہے کہ تو درختوں سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے اور ان کے سایہ میں آرام کرتی ہے! جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے (اس پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے) کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔"

ابن عساکر نے بیہقی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے:

''الٰہی! تجھے میری بابت میرے نفس (ذات) کا زیادہ علم ہے اور میں اپنے نفس کو ان (مداحین) سے زیادہ جانتا ہوں، الٰہی! مجھے ان تعریف کرنے والوں کے گمان کی طرح بنادے (میرے بارے ان کا جیسا گمان ہے ویسا ہی بنادے) اور میری ان خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمادے جن کا ان لوگوں کو علم نہیں ہے اور میرے بارے یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے نہ فرمانا۔''

امام احمد حسن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایسا درخت ہوتا جس کو کھالیا جاتا یا پھر اسے کاٹ دیا جاتا۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۷۶ مطبوعہ مدینہ پبلشرز کراچی)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے۔

''الٰہی! میری آخری عمر بہتر ہو اور میرا خاتمہ حسن عمل پر ہو! میرے دنوں میں سب سے بہتر دن وہ ہوگا جس دن مجھے تیرا دیدار میسر ہوگا''

''الٰہی! میں تجھ سے اس چیز کا سوالی ہوں جس میں انجام کار میرے لیے خیر ہو! الٰہی تو مجھے اپنی خوشنودی اور رضا عنایت فرما کہ وہ بہترین چیز ہے اور حیات نعیم کے بلند درجات مرحمت فرما۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے لوگو! خوف الٰہی سے تم میں سے جو رو سکے وہ روئے کہ وہ دن آنے والا ہے کہ تم رلائے جاؤ گے۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۱۷۵ مطبوعہ مدینہ پبلشرز کراچی)

فقیر نے اپنی شدید علالت میں بتوفیق خدا و بنصرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے صحیح تحریر کرنے کی کوشش کی ہے اور مختصر لکھتے لکھتے بھی یہ تحریر طوالت پکڑ گئی ہے بایں ہمہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوانح و سیرت مبارکہ کے کثیر

گوشے بیان نہیں ہو سکے اللہ تعالیٰ بطفیل حبیبہ الاعلیٰ علیہ السلام اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے میرے لیے ذریعہ نجات بنائے اور اس تحفہ نور کو قبول عام عطاء فرمائے آمین۔ (محمد مقبول احمد سرور)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زبردست خراج تحسین

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہار عقیدت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان شاندار الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا کہ

"پیارے باپ! اللہ تعالیٰ آپ کے چہرہ (پاک) کو نورانی کرے اور آپ کی کوششوں کا نیک پھل لائے آپ نے اپنے اٹھ جانے سے دنیا کو ذلیل اور عقبیٰ (آخرت) کو عزیز کر دیا اگرچہ آپ کی (رحلت کی) مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے اور آپ کی موت تمام حوادث سے بڑھ کر حادثہ ہے لیکن کتاب اللہ (قرآن کریم) صبر پر نیک اجر کا وعدہ دلاتی ہے لہٰذا میں آپ (کی موت) پر صبر کر کے وعدہ الٰہی کے ایفا کو پسند کرتی اور آپ کے لیے مغفرت طلب کرتی ہوں خدا آپ کو اس رخصت کرنے والی کا سلام پہنچائے جس (یعنی خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے آپ کی زندگی سے نفرت کی اور نہ آپ کے حق میں قضاء الٰہی کو برا جانا۔"

(اشہر المشاہیر الاسلام بحوالہ تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۶)

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اظہار عقیدت

حضرت سیدنا فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یار غار مصطفیٰ (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں یوں عقیدت کے پھول نچھاور کیے کہ

''خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) نے اپنے بعد قوم کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا آپ کی گرد راہ تک پہنچنا مشکل ہے پھر میں آپ تک کیونکر مل سکتا ہوں؟''

(اشہر المشاہیر الاسلام بحوالہ تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۶)

حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اظہار عقیدت

حضرت مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی بھرپور محبت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

''اے ابوبکر! خدا آپ پر رحم فرمائے بخدا آپ تمام امت میں سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ ایمان کو اپنا خلق بنایا آپ سب سے زیادہ بڑھ کر کامل الیقین سب سے زیادہ غنی تھے سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والے اور سب سے بڑھ کر اسلام کے خدمت گزار اور سب سے بڑھ کر اسلام کے دوستدار تھے، خلق وفضل اور سیرت وصحبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو سب سے زیادہ نسبت حاصل تھی اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی جب (دوسرے) لوگوں نے تکذیب کی اور اس وقت غمخواری کی جب اوروں نے بخل کیا جب لوگ نصرت وحمایت سے رکے رہے آپ نے اس وقت (کھلم کھلا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

آپ کو خدا نے اپنی کتاب میں صدیق فرمایا اور آپ کی شان میں ''والذی جاء بالصدق'' فرمایا جس سے مراد (خود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ''وصدق بہ'' فرمایا جس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں

(یعنی وہ جو حق اور سچ کے ساتھ جلوہ گر ہوئے (نبی علیہ السلام) اور جس نے ان کی تصدیق کی (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)

بخدا! آپ رضی اللہ عنہ اسلام کا قلعہ تھے اور کفار کو ذلیل کرنے والے تھے نہ تو آپ کی حجت میں غلطی ہوئی اور نہ ہی آپ کی بصیرت میں کوئی ضعف آیا۔

جبن آپ کو کبھی نہ چھو سکا آپ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی مثل مضبوط تھے جسے نہ تند ہوائیں ہلا سکتی ہیں اور نہ ہی اکھاڑنے والے اکھاڑ سکتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ضعیف البدن، قوی الایمان، منکسر المزاج۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ عالی مرتبت تھے زمین پر بزرگ اور مومنوں میں افضل تھے آپ کے سامنے کوئی بے جا طمع اور ناجائز خواہش نہ کر سکتا تھا۔

آپ کے نزدیک کمزور قوی، اور قوی کمزور تھا یہاں تک کہ طاقتور سے لے کر ضعیف کو اس کا حق دلا دیا جائے خدا ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہم کو گمراہ نہ کرے۔"

(اشہر المشاہیر الاسلامیہ بحوالہ تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۷-۱۱۶)

دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنے اپنے مقام پر خلیفہ اول یارِ غارِ مصطفیٰ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات جلیلہ، رفاقت مصطفویہ، صداقت عالیہ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا جیسا کہ تاریخ الخلفاء، الصواعق المحرقہ، الریاض النضرہ، البدایہ والنہایہ وغیرہ میں درج ہے۔

آپ نے اسلام کو اس وقت حیات نو بخشی اور از سر نو دین کی بنیاد رکھی جب کہ اسلام کی کشتی ڈگمگانے لگی اور لوگ دینی تذبذب کا شکار ہوئے ایسے وقت میں آپ کی اولوالعزمی اور ثابت قدمی اور پہاڑ کی طرح سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احیاء کے واسطے ڈٹ جانا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنا اور انہی بنیادوں پر بعد میں مضبوط

دیواریں تعمیر ہوئیں۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا ایمان کا اخلاص کا ایقان کا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات اسلامیہ بعہد نبویہ کا مختصر جائزہ

جناب پروفیسر محمد یوسف کیفی نقشبندی مجددی بہت ہی پیارے اور مختصر انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسلام کی خدمت کرنے میں لگ گئے آپ نے اپنا مال اور اپنی جان دین کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھی ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور یار غار کہلائے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی محافظ قرار پائے[1] مسجد نبوی کے لیے جگہ خرید کر وقف کی[2] غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا پورا اثاثہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا۔[3]

[1] جنگ بدر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چبوترہ تیار فرمایا جسے عریش کا نام دیا گیا تا کہ اس بلند مقام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ملاحظہ فرماتے رہیں اور ہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے رہیں۔ اس بلند مقام پر حملہ باسانی کیا جا سکتا تھا تیر آسانی سے برسائے جا سکتے تھے کیونکہ بلندی سے انسان واضح نظر آتا ہے تو کفار کے حملہ کا زبردست خطرہ تھا اور اس حملہ کی مدافعت کے لیے وہاں کھڑا ہونا بہت ہمت و جوانمردی کا کام تھا چنانچہ ممکنہ حملوں کی مدافعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی محافظت کے لیے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سینہ سپر رہے اور ان حملوں کی مدافعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت فرماتے رہے گویا حضور علیہ السلام کے ذاتی محافظ تھے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا۔

[2] بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۵ پر موجود ہے کہ یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیموں کی تھی جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ نے قیمتاً خرید کر اللہ کے گھر کی تعمیر کے لیے سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا اسی جگہ پر اس وقت کی مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔

[3] غزوہ تبوک پر تمام مال پیش کرنے کا واقعہ ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا ہے جو کہ قیامت تک ایک ضرب المثل بن چکا ہے۔ جس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابوبکر پر کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔

قصہ المختصر! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اسلام کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود) آپ کی خدمات کو خراج تحسین ان الفاظ میں پیش فرمایا کہ

''میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دنیا میں ادا کر دیا لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے احسانات مجھ پر باقی ہیں ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ادا فرمائے گا۔'' (تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۱۸)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ورع وتقویٰ

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں تحریر فرمایا جس کا خلاصہ پروفیسر محمد یوسف کیفی نے تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے عبادت گزار، نرم دل اور نرم خو تھے آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت ونماز میں گزار دیتے خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ اس قدر روتے داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور حالت نماز میں یوں محسوس ہوتا کہ کوئی سوکھی لکڑی ہے جو جل نہیں سکتی۔

خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ غلام کی کہانت کی کمائی سے کچھ کھالیا تو انگلی گلے میں ڈال کر قے کر دی تاکہ لقمۂ حرام اندر نہ رہنے پائے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''کاش میں ایک چڑیا ہوتا کہ بروز محشر اس کا کوئی حساب نہ ہوگا'' کبھی فرماتے:

''آہ! کاش میں ایک راستے پر عام درخت ہوتا۔''

امام ابن سیرین کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی نسبت نہیں سنا کہ (اس نے) مشتبہ کھانا کھا کر قے کر دی ہو۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے فرمایا:

''یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ پیالہ جس میں ہم کھاتے تھے اور یہ چادر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا میں نے یہ چیزیں بحیثیت خلیفہ بیت المال سے لی تھیں جب یہ چیزیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے فرمایا:

''خدا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے میرے لیے خلافت کا کام کتنا مشکل بنا گئے۔'' (تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۳۰)

خلیفہ بننے کے بعد بھی آپ نے تجارت کے پیشے کو اپنائے رکھا اور کپڑے کی تجارت فرماتے رہے تاکہ قوم کی امانت کی بہتر حفاظت ہو سکے لیکن جب مشغولیت اتنی زیادہ ہوئی کہ امورِ خلافت کی انجام دہی سے وقت نہ بچتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کہنے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے لیے بیت المال سے معمولی مشاہرہ مقرر فرمایا جو اوسطاً سات روپے روزانہ بنتا ہے۔ علامہ محب طبری نے الریاض النضرہ میں اور امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اسی طرح تحریر کیا ہے آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد بنوا رکھی تھی جس میں بڑے اہتمام سے تلاوت قرآن فرمایا کرتے اور بسا اوقات بہت سے لوگ آپ کی تلاوت کو سنا کرتے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت خلق

جناب کیفی رقمطراز ہیں کہ

''آپ رضی اللہ عنہ صحیح معنوں میں مخلوق خدا کے خدمت گزار تھے آپ اسلام لانے سے پہلے بھی لوگوں کے کام آتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی آپ کا یہ جذبہ فزوں تر ہوتا گیا کسی کی خدمت کرنا ثواب وسعادت سمجھتے تھے۔

خلیفہ بننے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ محلہ میں لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے جب خلیفہ بنے تو محلے کی لڑکیوں نے عرض کیا کہ "اب ہماری بکریاں کون دوہا کرے گا؟" آپ نے فرمایا خدا کی قسم! آپ کی بکریاں میں دوہا کروں گا خلافت مجھے خدمت خلق سے باز نہ رکھے گی۔"

(تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۳۱)

مدینہ منورہ کے اطراف میں ایک نابینا عورت رہتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح سویرے اس کے گھر جا کر اس کی ضروری خدمات سرانجام دیتے تھے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص ان سے پہلے آ کر اس (معذور) عورت کے کام کر جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ ایسا شخص کون ہو سکتا ہے؟

ایک دن یہ جاننے کے لیے چھپ کر بیٹھ رہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے کام کر جاتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پکار اٹھے:

"کوئی شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نیکی کرنے میں بڑھ نہیں سکتا۔"

(تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۳۱)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی

ایک مرتبہ گھر میں چند لوگ (اصحاب صفہ) آپ کے مہمان تھے آپ نے اپنے لخت جگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا رہا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان (مہمانوں کی) مہمان نوازی کرنا جب کھانا تیار ہو چکا (اور مہمانوں کے سامنے رکھا گیا) تو مہمانوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ انتظار ہوتا رہا اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت دیر سے واپس لوٹے اور یہ دیکھ کر کہ مہمان ابھی تک بھوکے ہیں اپنے صاحبزادہ پر بہت برہم ہوئے اور اسے ڈانٹا لیکن مہمانوں نے جب بات واضح کر دی تب آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے اور

سب نے مل کر کھانا کھایا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس روز کھانے میں اس قدر برکت نازل ہوئی کہ ہم لوگ کھانا کھاتے جاتے تھے لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا تھا۔

(بخاری شریف جلد ثانی کتاب الادب ص ۹۰۶ بحوالہ تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۳۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا جس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ "کسی حسن (اچھی چیز) کو دیکھنے سے طبیعت اس کی طرف جب مائل ہوتی ہے تو اسی میلان طبع کو محبت کہتے ہیں۔" (مکاشفۃ القلوب: کیمیائے سعادت وغیرہ از امام غزالی)

اسی میلان طبع میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو اسے عشق کا نام دیا جاتا ہے اور اگر اتنی شدت پیدا ہو جائے کہ محب محبوب کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور اگر اسے محبوب سے جدا کیا جائے تو وہ اس جدائی میں تڑپ تڑپ کر جان دے دے مگر محبوب سے جدا نہ رہ سکے تو یہ مودت کہلاتی ہے"۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف محبت ہی نہ تھی بلکہ یہ جذبہ الفت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ مودت کے درجہ پر پہنچ گیا تھا اس پر دلیل یہ ہے کہ محبوب کے وصال کے بعد وہ ان کے غم میں برابر شب و روز گھلتے گئے بالآخر اسی صدمہ سے ان کا انتقال ہو گیا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہم نے وصال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ضمن میں تحریر کیا ہے۔

محبت کی کچھ علامات ہوا کرتی ہیں مثلاً "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" یعنی اتباع محبوب محبت کی ایک بہت بڑی علامت خود قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مخالفت کے باوجود لشکر اسامہ کو روانہ کرنا اتباع محبوب کا وہ درخشندہ باب ہے جس کی مثال پیش کرنے سے کائنات قاصر ہے۔

محبوب کی گستاخی کو برداشت نہ کرنا بھی محبت کی عظیم نشانی ہے آپ نے گستاخ

رسول مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد فرما کر مثال لاجواب قائم فرمائی۔

حدیث پاک ہے کہ "من احب شیئاً فاکثر ذکرہ" ہر محب اپنے محبوب کا ذکر کثرت سے کیا کرتا ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اوڑھنا بچھونا ہی ذکر محبوب تھا اس ضمن میں ایک واقعہ اختصاراً ملاحظہ ہو:

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک انگوٹھی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھوالاؤ" (یعنی انگوٹھی پر صرف اللہ کا نام ہی ہو اور کسی کا نام نہ ہو) عقل محض نے تو یہ مان لیا مگر آپ کے مزاج عشق نے آپ کو گرما دیا اور آپ کی بے پناہ محبت رسول نے آپ کو مجبور کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو؟

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک بھی لکھوا لائے جب انگوٹھی بارگاہ رسالت میں پیش کی تو اس پر "اللہ جل جلالہٗ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ" لکھا ہوا تھا۔

حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ ہم نے تو انگوٹھی پر صرف اللہ کا نام لکھوانے کا حکم فرمایا تھا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا اسم گرامی تو میں نے لکھوایا ہے کیونکہ مجھے پسند نہ آیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کا نام جدا کر دوں اور اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا۔

حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابوبکر کو ہمارے نام سے آپ کے نام کی جدائی پسند نہیں تو ہمیں آپ کے نام سے ابوبکر کا نام جدا ہونا ناپسند ہے۔

(تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی جلد اول، ص ۸۷، بحوالہ تجلیات ص ۲۷۶)

گویا کہ اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ذکر خدا و مصطفیٰ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہونا ضروری و لابدی ہے اور اس میں افتراق ذات باری کو ہرگز گوارا نہیں اور یہ عشق رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معراج ہے۔

اسی طرح حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے سال ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے ''میں نے گزشتہ سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔''

انہی الفاظ کے ساتھ آپ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آپ کی چشمان معنبرہ سے آنسو جاری ہو گئے اور اتنے بے تاب ہوئے کہ خطبہ مکمل نہ ہو سکا۔

(تجلیات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۱۳۶)

محبوب پر اپنا مال اولاد جان سب کچھ قربان کر دینا محبت کی زریں علامت ہے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود ارشاد فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں:

۱- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے رہنا۔

۲- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنا مال صرف کرنا۔

۳- میری بیٹی کا رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نکاح میں ہونا۔

(مشکوٰۃ، الصواعق المحرقہ، المنبہات لابن حجر عسقلانی، عشرہ مبشرہ بحوالہ تجلیات ص ۱۳۷)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ و حملنی الیٰ دار الھجرۃ و اعتق بلالاً''

ترجمہ و حوالہ احادیث کے باب میں گزر چکا ہے۔

محبت کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ''المرء مع من احب'' انسان اسی کی معیت کو پسند کرتا ہے جس سے محبت کرتا ہو۔

معیت صدیق کی گواہی خود اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ان الفاظ سے ارشاد فرمائی کہ ''وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ'' نیز فرمایا ''اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا''۔ بلکہ محبوب کی

معیت کے ساتھ ساتھ اپنی معیت پر بھی مہر تصدیق ثبت فرمادی اور پھر یہ معیت محبوب قبر میں بھی تا قیام قیامت عطا فرمادی بلکہ بعد قیامت بھی خلت و نبوت و صداقت کی معیت برقرار رکھی کہ میدان محشر میں حضرت خلیل اللہ و حبیب اللہ کے درمیان تاجدار صداقت جلوہ افروز ہوں گے اور ندا آئے گی کہ

یا طوبیٰ لصدیق بین الخلیل و الحبیب (حضرات القدس، شرف النبی)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد پاک

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔

۱- حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا: یہ بنی عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھیں۔

۲- ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث: بنی فراس بن غنم بن کنانہ کے قبیلہ سے تھیں۔

۳- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بڑے بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب کی زوجہ تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

۴- ام حبیب بنت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا (خلفائے رسول ص ۸۴)

ایک اور بیوی تھی جس کو مسلمان نہ ہونے کے باعث آپ نے طلاق دے دی تھی۔

آپ کے صاحبزادے

آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

۱- حضرت عبداللہ ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا (رضی اللہ عنہما)

۲- حضرت عبدالرحمٰن جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی ان کی والدہ کا نام ام رومان تھا (رضی اللہ عنہما)

۳-حضرت محمد بن ابوبکر: ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس تھیں (رضی اللہ عنہما)

آپ کی صاحبزادیاں

آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱-حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سب سے بڑی صاحبزادی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

۲-دوسری صاحبزادی کا نام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے جو ام المؤمنین ہیں۔

۳-تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں جو سب سے چھوٹی تھیں۔

(خلفائے رسول ص ۸۴)

آپ کے کاتب

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ: حضرت عبد بن الارقم رضی اللہ عنہ

قاضی وحاجب

آپ کے قاضی حضرت سیدنا عمر الفاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کے حاجب شدید جو آپ کے غلام بھی تھے۔

آپ کے عاملین

عتاب بن اسید عامل مکہ، عثمان بن العاص عامل طائف، مہاجر بن امیہ عامل صنعاء (یمن)، زیاد بن لبید عامل حضر موت، یعلیٰ بن امیہ وابوموسیٰ الاشعری عامل یمن، معاذ ابن جبل عامل جند، علاء بن الحضرمی عامل بحرین، عیاض بن غنم عامل دومۃ الجندل، مثنیٰ بن حارث عامل عراق (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

آپ کی انگشتری پر یہ نقش کندہ تھا۔ "نعم القادر اللہ"

(تجلیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص ۳۱۰-۳۰۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

یہ مختصر سوانح ''مناقب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' اختتام پذیر ہوئی مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اپنی، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مقدس بارگاہوں میں شرف قبولیت عطاء فرمائے اور فقیر، اس کے والدین، اولاد اور سب ملنے جلنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور ان سب کی مغفرت کا باعث فرمائے آمین ثم آمین۔

بجاہ النبی الکریم الامین الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ والتسلیم۔

خاکپائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

فقیر محمد مقبول احمد سرور نقشبندی مجددی قادری رضوی

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ

فیصل آباد

موبائل نمبر: 03006664824

تعارف مصنف

از قلم: ڈاکٹر محمد سلیم اختر نقشبندی مجددی

شیخ طریقت خطیب العصر شیخ القرآن حضرت صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور (جگر گوشہ حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ المعروف سمندری والے) حضرت امام خطابت کے سب سے بڑے لخت جگر ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال المکرم ۱۳۸۲ ہجری بمطابق ۱۹۶۲ عیسوی کو ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں ہوئی۔

آپ کے والد محترم حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ دور شباب تھا اور آپ کی خطابت کا سورج عروج کمال کو چھو رہا تھا وہ بیان فرماتے ہیں کہ "میری شادی کے بعد دو سال تک میرے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی کہ میں حضرت قبلہ صاحبزادہ حبیب سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آستانہ عالیہ حضرت سلطان العارفین پر حاضر ہوا اور آپ سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ دربار عالیہ پر (محل شریف مزار مبارک سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دو اور اپنی داڑھی سے مزار شریف کی صفائی کرو) فاتحہ پڑھ کر میرے پاس آؤ جب آپ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ حاضر ہوئے تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرزند صالح کی بشارت دی اور جب صاحبزادہ صاحب تولد ہوئے تو حضرت محدث اعظم پاکستان سند المحدثین علامہ ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ (جو اس وقت بغرض علاج کراچی مقیم تھے) سے بذریعہ خط عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے

آپ اس کا نام تجویز فرمادیں تو آپ نے جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ اس کا نام تو پہلے سے ہی تجویز کیا جا چکا ہے آپ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور سے حاصل کردہ سند دورہ حدیث شریف میں دیکھیں آپ کی کنیت ابوالمقبول لکھی ہوئی ہے لہٰذا اس نومولود کا نام محمد مقبول احمد سرور ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول سمندری (اس وقت کا پرائمری سکول تھا) میں حاصل کی اس کے بعد فیصل آباد میں تعلیم حاصل کرتے رہے درس نظامی مختلف اساتذہ سے مختلف مدارس میں حاصل کی اس کے بعد فیصل آباد میں تعلیم حاصل کرتے رہے درس نظامی مختلف اساتذہ سے مختلف مدارس میں، دورہ حدیث شریف حضرت محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ رضویہ میں اور دورہ تفسیر جامعہ نظامیہ وزیر آباد سے حضرت جانشین مفسر اعظم شیخ القرآن علامہ مفتی عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کیا۔

بیعت واجازت وخلافت

قطب العصر شیخ المشائخ حضرت سرکار نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے علاوہ ازیں حضرت پیر صاحب آف دیول شریف رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ خضریہ میں اور حضرت پیر سید مسکین علی نوشاہی آف گوجرانوالہ رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں اور علی پور شریف سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حصول اجازت وخلافت ہوا اور حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد تاجدار علی پور شریف نے مسند امام خطابت پر سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

آپ کی گراں قدر تصانیف

ملک کے طویل وعریض تبلیغی دوروں کی انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ نے

مندرجہ ذیل کتب بھی تصانیف فرمائیں۔

۱۔ مفید الخطباء: حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۲ بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔

۲۔ شجاعت صحابہ: حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل و مناقب پر سینکڑوں آیات واحادیث پر مشتمل ہے۔

۳۔ اسرار خطابت آٹھ جلدیں: سال بھر کے خطبات جمعۃ المبارک پر ۵۲ خطبات اور آخری چار جلدیں مختلف محافل میں کی گئی تقاریر پر مشتمل ہیں۔

۴۔ اظہار خطابت چھ جلدیں: ہر ماہ کے چھ چھ خطبات پر مشتمل ہیں۔

۵۔ مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہترین سیرت پر مشتمل ہے۔

۶۔ مناقب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بہترین سیرت پر مشتمل ہے۔

۷۔ اثبات بنات اربعہ: نبی کریم علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت۔

۸۔ مائتین (دوسو احادیث کا مجموعہ): خمسہ مسائل متنازعہ میں اہلسنت کے دلائل پر مشتمل ہے جو کہ ابھی زیر طبع ہے۔

۹۔ چھوٹے چھوٹے رسالے: ایصال ثواب، بے مثل بشر، اثبات صلوٰۃ وسلام بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔

۱۰۔ زیر نظر کتاب مناقب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

آپ کی اولاد

آپ کے دو صاحبزادے جناب مولانا حافظ اطہر مقبول اور جناب مولانا حافظ طیب مقبول بہترین حافظ اور بے مثال خطیب ہیں جو علیحدہ علیحدہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرمانے کے ساتھ ساتھ محافل واعراس کی بھی زینت ہیں ان دونوں سے چھوٹی ایک صاحبزادی ہیں۔

دعا ہے کہ رب جلیل جل جلالہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس گھرانہ کو شاد و آباد رکھے حضرت جانشین امام خطابت کو صحت وتندرستی عطا فرما کر ان کا سایہ اہلسنّت پر تادیر قائم و دائم رکھے اور یہ سلسلہ خدمات دینیہ نسل در نسل اسی طرح تا قیام قیامت چلتا رہے آمین ثم آمین۔

خادم اہلسنّت و جماعت و

غلام حضرت امام خطابت

ڈاکٹر محمد سلیم اختر

ڈپٹی ڈائریکٹر زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان

حال مقیم ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ کی مختلف تصانیف

شبیر برادرز®
بیسمنٹ ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006